مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا

مجذوبانہ واویلا

بجواب

مولانا سرفراز صفدر

اپنی تصانیف کے آئینہ میں

از قلم

حافظ محمد عبد القدوس خان قارن

استاذ حدیث و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

نام کتاب: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا مجذوبانہ واویلا بجواب مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں
از قلم: حافظ محمد عبد القدوس خان قارن
ناشر: مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
طبع اوّل: جون ۱۹۹۵ء
مطبع:
سرورق: محمد امان اللہ قادری
قیمت: ساٹھ روپے
کتابت: حافظ شوکت محمود صدیقی

ملنے کے پتے

مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۱۶
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

فہرست مضامین

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدِ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی پدرانہ شفقت و تربیت سے بفضلہ تعالیٰ مجھے علمِ دین سے کچھ مناسبت کا شرف حاصل ہے اور جن کی کتابوں سے ہزارہا انسانوں نے ہدایت کا راستہ اور عقائد کی پختگی پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت دام مجدہم کا صحت و عافیت کے ساتھ سایہ تا دیر سلامت با کرامت فرمائے اور حضرت کے قلم کی روانی پھر سے تازہ فرمائے تاکہ امتِ مسلمہ جن اُمور میں تشنگی محسوس کرتی ہے وہ حضرت کی تحقیق و علمی نکات کے ساتھ معرضِ تحریر میں آسکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین!

قارن

اظہارِ تشکر

میں اپنے عزیز حافظ حاجی محمد فیاض خان صاحب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ اور جناب مولوی محمد زبیر صاحب ناظم کتب خانہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے مدرسہ کے کتب خانہ سے کما حقہ استفادہ کا بلکہ اس کتاب کا اکثر کام کتب خانہ ہی میں بیٹھ کر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جزاهم اللہ خیراً۔

قارن

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ!

غیر مقلدین عام طور پر لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ ہم بھی موحد ہیں اور دیوبندی حضرات بھی موحد ہیں اس لیے ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہیے مگر یہ صرف ان کی ایک چال ہے اس لیے کہ وہ تعصب اور مسلکی حمیت میں اعتدال کی تمام حدود کو پھلانگ کر اور ہر قسم کی رواداری کو بالائے طاق رکھ کر اپنے باطنی بغض اور حسد کی آگ میں ہر چیز کو جلا دینے کی ناکام کوشش سے ہی اپنے دل کی تسکین چاہتے ہیں۔ اسی قسم کی حالت محترم جناب اثری صاحب کی ہے جنہوں نے اپنے من کی آگ فرو کرنے کے لیے بریلویوں، شیعوں حتی کہ منکرین حدیث تک کی وکالت کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتب پر تنقید کی اور اپنی غیر مقلدانہ زبان اور جہالت کا خوب اظہار کیا۔ ان کی پوری کتاب کا اصولی جواب تو چند صفحات میں ہی ہو سکتا تھا اور خیال بھی یہی تھا کہ اصولی جواب دے دیا جائے مگر ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے بعض ساتھی اثری صاحب کی کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد یوں سکتہ میں ہیں جیسے مجمع باز مداری گر کا کھیل دیکھ کر سادہ لوح دیہاتی سکتہ میں آجاتا ہے تو ہم نے ضروری سمجھا کہ پوری کتاب کا بالاستیعاب جواب دیا جائے اور اثری صاحب نے اپنے ہاتھ کی صفائی میں جو

داؤ پیچ اختیار کیے ہیں ان کو طشت از بام کر کے انکے اعتراضات کی حقیقت واضح کر دی جائے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اثری صاحب کی طرح فضول طوالت سے محض کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے اوراق سیاہ نہ کیے جائیں ورنہ ہمارے لیے طوالت کی بہت گنجائش موجود تھی۔ ہم نے انتہائی اختصار اور مقصودی چیزوں کو ہی پیش نظر رکھا ہے اور جہاں ہم نے اپنی کتابوں کے لیے قابل اصلاح معقول بات کی نشاندہی پائی اس کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کیونکہ غلطی پر کمربستہ رہنا ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا ہی نہیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ جہاں وہ غلطی محسوس کریں ہمیں مطلع فرمائیں ہمیں معقول بات تسلیم کرنے میں خوشی محسوس ہوگی اور شکریہ کے ساتھ اصلاح کو اپنا فریضہ سمجھیں گے۔ نیز قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی صحت کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

احقر

محمد عبد القدوس خان قارن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اظہارِ حقیقت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اسی وقت سے حق اور باطل، سچ اور جھوٹ اور انابت و تکبّر کی آویزش چلی آرہی ہے حق کو بلاچون وچرا تسلیم کرنے والے بھی رہے ہیں اور تکبّر و غرور کی وجہ سے اعراض کرنے والے بھی، مثلاً فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو سجدہ کریں (سجدہ تعظیمی حضرت آدم علیہ السّلام کی شریعت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شریعت تک جائز تھا اور ہماری شریعت میں حرام ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر صفحہ ۴۹۱ جلد ۲) تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بلاقیل وقال لگ گئے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (پ ۱۴، رکوع ۳، سورۃ الحجر) اس کے برعکس ابلیس لعین نے تکبّر اور انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ کہتے ہوئے اکڑ گیا کہ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا اور یہاں تک کہہ گیا کہ اَرَءَیْتَکَ ھٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ (پ ۱۵، رکوع ۷) یعنی یہ وہ آدم (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) ہیں جس کو تُو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ دُنیا میں یہ حق کے انکار کا پہلا واقعہ ہے۔ اس کے بعد ہابیل اور قابیل کا اختلاف اور اس کا نتیجہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے اور اس کے بعد سے آج تک حق و باطل کا مقابلہ ہوتا رہا ہے اور تاقیامت ہوتا رہے گا۔

اُصولی اور فروعی اختلاف میں فرق

اختلاف بنیادی اور اُصولی باتوں میں بھی ہوتا رہا ہے اور فروعی اُمور میں بھی، مگر بنیادی اور اُصولی باتوں میں اختلاف اور نوعیت کا ہوتا ہے اور فروعی اُمور میں اختلاف کی نوعیت اور ہوتی ہے۔ بے شمار فروعی مسائل ہیں جن میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک اختلاف چلا آتا ہے اور ہر مکتبِ فکر اپنی صوابدید کے مطابق اپنے منتخب پہلو پر عمل پیرا ہے لیکن ایسے فروعی مسائل میں دوسروں کے لیے بھی گنجائش تسلیم کرتا ہے۔ نہ تو ان کی تکفیر و تفسیق کرتا ہے اور نہ ان کے عمل کو کلیۃً باطل اور کالعدم قرار دیتا ہے مثلاً قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے کہ قائلین بھی تھے اور مانعین بھی۔ اور اپنی اپنی تحقیق پر قائم اور عامل رہنے کے باوجود بجز غیر مقلدین کے یہ چیلنج بازی کسی نے نہیں کی کہ قراءۃ خلف الامام نہ کرنے والوں کی نماز سرے سے باطل، کالعدم اور بے کار ہے اور وہ فِی النَّارِ وَالسَّقَرِ ہوں گے۔ اسی طرح جس تقلید کے اہلِ اسلام قائل ہیں اس کو بھی کسی متدیّن عالم نے کفر و شرک قرار نہیں دیا اور نہ مقلدین حضرات اور خاص کر احناف کو گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے اور نہ ہی ان کو اہلِ حق اور طائفۂ ناجیہ سے نکالا ہے یہ کاروائی صرف زمانۂ حال کے غالی غیر مقلدین کی ہے۔

حضرۃ شیخ الحدیث دام مجدہم کی تصانیف کی وجہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی خصوصی تائید سے والدِ محترم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کی کتابوں نے غیر مقلدین اور دیگر باطل اور مجروح فرقوں کے غلو، تعصّب اور ہٹ دھرمی کی نہ صرف یہ کہ کمر ہی توڑ ڈالی ہے بلکہ پسلیاں بھی چکنا چور کر ڈالی ہیں اور ان کے غلو کے چہروں کا پلستر بھی بگاڑ دیا ہے جس کی وجہ سے یہ تمام فرقے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں سے لاجواب ہو کر سخت نالاں اور سیخ پا ہیں اور طبعی طور پر ایسا ہونا بھی چاہیئے اور یہ ایک فطری امر ہے۔ پڑھنے والے حضرات کی توجہ کی خاطر عرض ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام،

مقامِ ابی حنیفہؒ، طائفہ منصورہ اور الکلام المفید وغیرہ کتابیں لکھنے کے اسباب انہیں کتابوں میں مفصّل درج کیے ہیں اور ان کو ضرور ملاحظہ فرمائیں جس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتابیں کیوں لکھی گئی ہیں۔

غیر مُقلّدین کا غلو

احناف کے خلاف غیر مقلدین کے غلو اور تعصّب کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل چند حوالے غور سے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔۔۔ احسن الکلام ص ۵ ج ۱ طبع چہارم میں غیر مقلدین حضرات کے رسالہ فصل الخطاب ص ۱ (فی قراءۃ فاتحۃ الکتاب جو کتب خانہ اہل حدیث ۱۱۹ نیو کلاتھ مارکیٹ کراچی سے طبع ہوا۔) کے حوالہ سے لکھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے، بیکار ہے اور باطل ہے (بلفظہٖ) اور اسی صفحہ میں تمام دُنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج کے عنوان سے ان کا شاہی چیلنج بھی اِنھی کی عبارت کے حوالے سے باقاعدہ نقل کیا گیا ہے۔ اور احسن الکلام ص ۵۵ ج ۱ میں ایک نام نہاد اہلِ حدیث کا حوالہ خود ایک اہلِ حدیث بزرگ سے نقل کیا ہے کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہٰذا اسکی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے، بے نماز کافر ہے اور مخلّد فی النّار ہے۔ (اتمام الرکوع فی ادراک الرکوع ص ۱) اس عبارت میں اس غالی نے امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے والوں کو اپنی خانہ ساز منطق کے زور سے صغریٰ اور کبریٰ جوڑ کر ہمیشہ کے لیے دوزخی قرار دیا ہے۔

۲۔۔۔ الکلام المفید ص ۲۲ میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالشکور عبدالقادر حصاروی کے حوالہ سے لکھا ہے: "خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس وجوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت (شادی) جائز نہیں ہے۔ وجہ اوّل یہ کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید پائی جاتی ہے جو سراسر حرام اور ناجائز ہے" (سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اہل الایمان ص ۵) اور وہ ص ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ سچا فرقہ اور ناجیہ

اہلِ حدیث ہے باقی سب فی النّار والسّقر ہیں۔ لہٰذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہلِ بدعت سے نہ ہو تا کہ مخالطت لازم نہ آئے۔

احسن الکلام ص ۵۵ ج ۱ کے حاشیہ میں ہدایۃ المہتدی ص ۲ کے حوالہ سے یہ درج ہے کہ اس زمانے میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوٰۃ اور (نماز پڑھتے ہوئے بھی) بے نماز ہیں اور تنقیح التنقید ص ۳۵ کے حوالہ سے یہ درج ہے کہ بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے۔

اہلِ انصاف سے توقع ہے کہ وہ حق و باطل میں ضرور فرق کریں گے چونکہ غیر مقلّدین حضرات کا احناف کے بارے دعوٰی اور چیلنج نہایت ہی سخت ہے اس لیے ان کا علمی، تحقیقی اور اخلاقی فریضہ یہ تھا کہ وہ قطعی ادلّہ اور واضح براہین سے حنفیوں کی نماز کا بطلان، ان کا گمراہ ہونا اور فی النّار والسّقر ہونا ثابت کرتے اور کریں مگر یقین جانیے کہ وہ اپنے ان بے بنیاد دعاوی کے اثبات سے قطعاً عاجز اور سراسر قاصر رہے ہیں اور تا قیامت وہ اپنے بلند بانگ بے بنیاد دعاوی کو ادلّہ سے ثابت نہیں کر سکتے اور بھلا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا کی نص قطعی جس کا شانِ نزول ہی بالاجماع نماز ہے۔ (فتاوٰی ابن تیمیہ ص ۴۱۲ ج ۲) اور حدیث وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جو مسلم ص ۱۷۴ ج ۱ اور صحیح ابوعوانہ ص ۱۳۳ ج ۲ وغیرہ کی حدیث ہے اور جمہور اُمّت کے تعامل کے مقابلہ میں کذّاب اور دجّال قسم کے راویوں کی روایتوں سے یہ ثابت بھی کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اور کیسے ان سے صحیح نمازیں باطل ہو سکتی ہیں؟ دُنیا میں ہر فرقہ اور ہر مکتبِ فکر اپنے نظریات بیان کرتا رہا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا اور ہر ایک کو خانہ ساز جمہوریت میں یہ حق حاصل بھی ہے۔ ہندوستان میں انگریز کے دور میں کفر و الحاد کی یلغار اور برائے نام مذہبی آزادی کے تحت صاحب بہادر کے اشارہ سے ہر باطل اور مرجوح فرقہ نے اس مادر پدر آزادی سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا اور بعض

نے تو بالکل باطل عقائد و نظریات اور رسوم و بدعات کو عین اسلام اور کارِ ثواب کر دکھلایا اور اکثر عوام نے جو دین سے ناواقف تھے اور ہیں، انھی باطل عقائد و اعمال کو اسلام سمجھا اور اب بھی سمجھے بیٹھے ہیں۔ حق پسند علماء کرام نے اپنے اپنے انداز میں باطل نظریات کی تردید کی اور اسلام کا صحیح نقشہ اہلِ اسلام کے سامنے پیش کیا۔ اس سلسلہ میں اکابر علماء دیوبند نے بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرۃ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابیں اور ان کی مقبولیت

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے باطل نظریات اور غالیانہ متعصبانہ نظریات کا پرچار کرنے والوں کا اپنے مخصوص انداز میں علمی اور تحقیقی طور پر تعاقب کیا اور اسلامی عقائد و اعمال کے خلاف شکوک و شبہات پیش کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دے کر علماء حقہ کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی تحریر کردہ کتابوں سے (جن میں سے بعض کئی کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہیں) خواص و عوام اور ہر طبقہ نے استفادہ کیا اور پاک و ہند کے جید علماء کرام نے ان پر تقاریظ لکھیں اور ان کتابوں کی تصدیقات تحریر فرما کر دادِ تحسین دی ہے۔ ان کی کتابیں دیکھنے والے حضرات پر یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں کو بہت ہی مقبولیت عطا فرمائی ہے اور بھولے بھٹکے بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا اور یہ کتابیں مخالفین سے بحث مباحثہ میں اہلِ حق کے لیے کار آمد اسلحہ کا کام دیتی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرت دام مجدہم کی کتابوں کی مقبولیت کا خود اثری صاحب کو بھی اقرار ہے چنانچہ وہ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ان کے حلقہ میں (بلکہ ہر حلقہ میں۔ مرتب) ان کی تصانیف کو خوب پذیرائی حاصل ہے...... الخ (ص۱۴)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں کی تردید میں لکھنے والوں نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اکثر کا ردّ تو خود حضرت صاحب دام مجدہم نے کیا اور بعض کا ان کے بعض فاضل شاگردوں نے ردّ لکھا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" ہے۔ اس میں موصوف نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر اپنے خاص اور سطحی ذہن سے گرفت کی ہے اور ایسی زبان استعمال کی ہے جس سے سطر سطر ان کے تعصّب اور غلو کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے اور حضرت دام مجدہم کے دلائل کے سامنے بے بسی کے باعث مارِ نیم جان کی طرح تڑپنا اور احناف دشمنی کے نشہ میں مست ہو کر بے ہودہ یاوہ گوئی انکی کتاب کا لب لباب ہے۔

جناب اثری صاحب سے معذرت کے ساتھ

اثری صاحب نے اپنی اس کتاب کا نام رکھا ہے "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" اثری صاحب اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی تصانیف کو اسی خلوص اور جذبہ کے ساتھ دیکھتے اور مطالعہ کرتے جس خلوص اور جذبہ سے حضرت دام مجدہم نے یہ تصانیف تحریر فرمائی ہیں تو یقیناً ان کو ان تصانیف میں مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب کا چہرہ نظر آتا اور اس میں خلوصِ نیت، خدمتِ دین، مسلکِ حق اہل السنۃ والجماعۃ کی صحیح ترجمانی۔ بدعات میں پھنسے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو سُنّت کی کشتی پر سوار کرنے کی انتھک کوشش، اکابر سلف صالحین کے دامن کے ساتھ وابستہ رہنے کا سبق، قادیانیت، انکارِ حدیث، عیسائیت اور رافضیت جیسے کفریہ نظریات و اعتقادات کی بیخ کنی، بریلویت، مودودیت، مماتیت اور اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت کی نمازوں کو کالعدم کہنے اور ان کو مخلّد فی النار قرار دینے والے غیر مقلدین جیسے مرجوح فرقوں کی سرکوبی، بدعات و رسومات باطلہ سے تنفّر اور سُنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والتسلیمات کے مطابق صحیح تعلیم اور اس سے محبت واضح طور پر نظر آتی مگر جب اثری صاحب نے ان تصانیف کو اپنی مخصوص سوچ اپنی غالیانہ فکر اور اپنے متعصبانہ انداز میں دیکھا تو ان کو ان تصانیف میں اپنا ہی چہرہ

نظر آیا جس پر اصول کی دھجیاں بکھیرنا، کوئی کمزوری ڈھونڈ کر بڑے بھونڈے انداز میں پیش کرنا، مفید مطلب عبارات کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کرجانا، عبارتوں میں کانٹ چھانٹ، بد دیانتی خیانت، جہالت، مسلکی تعصّب، اپنا اُلّو سیدھا کرنا، تضاد بیانی، بے خبری یا تجاہل عارفانہ، مجرمانہ تصرّف اور صریح غلط بیانی جیسے تمام ان عیوب کا نظر آنا فطری امر ہے جن عیوب کا انھوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کیونکہ آئینہ میں وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس کے مقابل ہو۔ جب یہاں مقابل اثری صاحب کی اپنی سوچ اور فکر ہے تو ان کو اپنا ہی چہرہ نظر آنا تھا جو ان کو نظر آگیا اس میں آئینہ یا آئینہ کے مالک کا کوئی قصور نہیں ہے۔

اخلاقی فریضہ

جناب اثری صاحب کا یہ علمی اور اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر تنقیدی قلم اٹھاتے وقت حسب حدیث مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ تَعَالٰی (الجامع الصغیر ۱۸۱/۲ صحیح) پہلے مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا شکریہ ادا کرتے کیونکہ یہ راستہ انھوں نے ہی بتلایا ہے اور اثری صاحب انھی کی ٹانگوں کے سہارے اس سفر پر گامزن ہیں اور خاصی تعداد میں اثری صاحب نے اعتراضات اور تضاد آئینہ تسکین الصدور ہی سے چوری کیے ہیں بلکہ اپنی کتاب کے نام کا ایک حصّہ آئینہ بھی انھیں سے چرایا ہے اور اعتراضات و تضادات کا الزام لگاتے ہوئے زبان بھی انھیں سے مستعار لی ہے مگر یقین جانیے کہ محترم اثری صاحب نے بھولے سے بھی آئینہ تسکین کا جس میں بغیر ضد، تحزّب، تعصّب اور سطحیت کے اور کچھ نہیں ہے اور نہ اہلِ علم کو اس سے کوئی شبہ پڑ سکتا ہے اور نہ اس کے جواب اور ردّ کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے جن سے مواد لیا ہے اس کا جواب مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے قہرِ حق میں دے دیا ہے) نہ کہیں تذکرہ کیا ہے اور نہ حوالہ دیا ہے بلکہ مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا مارا ہوا شکار ہی اپنے خانہ ساز علمی تھیلے اور پٹاری میں ڈال کر تیس مارخاں بننے کی لاحاصل کوشش کی ہے اور ان ہی کی پکائی ہوئی باسی کڑھی اپنے تعصّب کی

ہنڈیا میں ڈال کر اپنے حواریوں کی ضیافت میں پیش کی ہے اور ایسا علمی سرقہ جناب اثری صاحب اور ان کے طبقہ کا لذیذ مشغلہ اور بہترین تحقیقی سرمایہ ہے کہ وہ دوسروں کی علمی کاوش اور تحقیق کو اپنی خانہ ساز تحقیق کی پٹاری اور اپنے کھاتے میں ڈال کر سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنی فیاض جماعت سے حقِ خدمت وصول کرنے کے علاوہ تحسین کا تمغہ بھی وصول کرنے کے خواہاں رہتے ہیں اور اپنی سربراہی میں چلنے والے ادارہ کی تعریف کرتے ہوئے اپنی اسی تصنیف میں گویا ہیں "اور آج یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ ایک چھوٹی سی مسجد میں واقع اس ادارہ میں خدمتِ حدیث اور مسلکِ سلف کی نشر و اشاعت کا جو کام ہوا وہ کسی بھی بڑے سے بڑے جامعہ کی خدمات سے کم نہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک (ص۱۵ اور ص۱۶) اثری صاحب اپنے اس ادارہ کی تعریف اسی لیے فرما رہے ہیں کہ اس مایۂ ناز ادارہ کے علمی، تصنیفی اور تحقیقی طور پر اب موجودہ سربراہ جناب اثری صاحب کی ہی شخصیّت ہے اور واقعی ان کی جماعت کو ان پر فخر کرنا چاہیے کہ دوسروں کا مارا ہوا شکار پیش کرکے تیس مارخاں بننے والی شخصیّت انھیں نصیب ہوئی ہے۔

اثری صاحب کا دوغلا پن

اثری صاحب نے پیشِ لفظ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے یہ کتاب الدّین النصیحۃ کے طور پر اور عام مسلمانوں کو خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنے کی تلقین کرنے کے لیے لکھی ہے۔ (محصلہ ص۱۳ تا ص۱۶)

مگر ان کی کتاب کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری تعجب کرے گا کہ پوری کتاب میں یہ بات کہیں بھی نظر نہیں آتی بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اثری صاحب اور ان کا طبقہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی تصانیف کی خداداد مقبولیت کے باعث حسد کا شکار ہیں اور وہ اپنے حسد کی آگ میں ان تصانیف کو راکھ کرکے دلی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن

؎ دشمن حسد کی آگ میں اکثر جلا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

اثری صاحب کو دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اگر بریلویوں اور رافضیوں کی مُفت وکالت بھی کرنی پڑی اور سرفراز دشمنی اور مولانا صفدر صاحب دام مجدہم کی تصانیف میں درج شدہ ٹھوس باحوالہ دلائل کے سامنے بے بسی کے مشترکہ پلیٹ فارم پر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہُوئی تو انھوں نے اس سے بھی گریز نہیں کیا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں قارئین کرام ملاحظہ فرمالیں گے یہ الگ بات ہے کہ اثری صاحب کو یہ مقاصد حاصل ہوئے کہ نہیں، انھوں نے اپنے طور پر کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

؎ یہ تو ان کی خوشی آئیں نہ آئیں لیکن
کام اپنا ہے در و بام سجائے رکھنا

اثری صاحب نے جس طرح متعصبانہ زہر آلود نشتر عملی طور پر چلایا ہے ان کو جرأت کے ساتھ اس کا اعلان کرنا چاہیئے تھا کہ میں نے یہ اقدام اس وجہ سے کیا ہے۔ الدّین النصیحۃ اور خذ ما صفا ودع ما کدر کا جال بچھانے کی ضرورت نہیں تھی۔

اثری صاحب نے پوری کتاب میں کہیں بھی عام مسلمانوں کو یہ نہیں بتایا کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں کا یہ حصّہ ما صفا ہے اور یہ حصّہ ما کدر ہے بلکہ کتاب کے آخر میں ستائیس ۲۷ کتابوں کی فہرست دے کر یہ باور کرایا ہے کہ ہم نے ان پر نشتر چلائے ہیں حالانکہ ان میں سے کئی کتابوں سے ان کے اپنے طبقہ کے لوگ بھی اپنے مدِّمقابل فرقوں کے خلاف بحث و مناظرہ کے وقت استفادہ کرتے اور ان ہی کا سہارا لیتے ہیں مگر اثری صاحب نے بلا استثناء ان کتابوں پر زہر آلود نشتر چلا کر الدین النصیحۃ پر کیا عمل کیا ہے؟ اور کونسی خدمت سرانجام دی ہے؟

یہ سب ڈھونگ ہے اور "ہاتھی کے دانت کھانے اور، دکھانے کے اور" کا بہترین

مظاہرہ کیا ہے یقیناً اثری صاحب کے اس طرزِ عمل پر ان کے اپنے طبقہ کے سنجیدہ حضرات ان کی وفاداری کا لیوں رونا روئیں گے۔

؎ وفا کے بھیس میں ایک بے وفا نے لوٹ لیا
خدا نے چھوڑ دیا ناخُدا نے لُوٹ لیا

نیز اثری صاحب کا دوغلا پن ملاحظہ فرمائیں وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے متعلق لکھتے ہیں ہم بھی ان کے علم و فضل کے معترف ہیں۔ (ص۱۸) مگر کتاب میں ایسی زبان استعمال کی جو کسی عالم کے لیے تو درکنار کسی عام آدمی کے لیے بھی استعمال کرنا شرم کا باعث ہے۔

فخر یا التحدیث بالنعمت

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بڑے فخر سے مولانا صفدر صاحب نے اس کا اظہار کیا ہے کہ وہ چالیس سال سے پڑھا رہے ہیں اور ان کو اب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (مجملہ ص۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے اثری صاحب فخر اور التحدیث بالنعمت کے درمیان فرق کرنے سے ہی عاجز ہیں یا یہاں تلبیس سے کام لے رہے ہیں۔ فخر ناپسندیدہ عمل ہے۔ (لَا یَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ ۔ مشکوٰۃ ص۴۱۷) جب کہ تحدیثِ نعمت مباح ہے۔ (وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ سُوْرَۃ الضحیٰ) بالخصوص علم کی نعمت کو تحدیث کے طور پر بیان کرنے کی ترغیب ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السّلام نے باقی نعمتوں کے باوجود علم کی نعمت کا شکر ادا کیا اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (پ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۱۵) اس کی تفسیر میں قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں:

وَفِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِ الْعِلْمِ ——— اور اس میں علم کی فضیلت اور اہلِ علم کے شرف پر دلیل
وَشَرَفِ اَهْلِهٖ اِلٰی اَنْ قَالَ ——— ہے اور آگے فرمایا اور عالم کو اللہ تعالیٰ کی حمد پر

وَتَحْرِيْضٌ لِلْعَالِمِ عَلَىٰ اَنْ يَّحْمَدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى مَا آتَاهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ ترغیب دینا ہے اس چیز (علم) پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہے۔

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۲۱/۲)

اثری صاحب! حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت کو عینک لگا کر دیکھیں انھوں نے کوئی غیر مقلدانہ بڑھک نہیں ماری۔ بلکہ بحمد اللہ اور بفضلہ تعالیٰ کے الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور یہ تحدیث نعمت ہے نہ کہ فخر۔ اثری صاحب کا اس کو بڑے فخر سے تعبیر کرنا سراسر جہالت یا تعصب پر مبنی ہے۔

مفت وکالت

محترم جناب اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو زیر کرنے اور نیچا دکھانے کے لیے اپنی کتاب میں قادیانیوں، منکرین حدیث، رافضیوں، بریلویوں، مودودیوں اور مماتیوں وغیرہم کی بھی (جن کا علمی اور تحقیقی طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنی کتابوں میں خوب رد کیا ہے جن پر علماء کرام کی شاندار اور جاندار تصدیقات موجود ہیں) بڑھ چڑھ کر مفت میں خوب خوب وکالت کی ہے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی سعی کی ہے کہ ان لوگوں نے یہ کہا اور جناب شیخ الحدیث صاحب نے ان کے خلاف اور مقابلہ میں یہ اور یہ غلطیاں کی ہیں اور ان تمام طبقات سے شاباش حاصل کرنے کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۲۱۲ میں لکھتے ہیں: "غور کیجئے جب حضرت مولانا صاحب امام نوویؒ وغیرہ کے اس استدلال سے متفق ہیں تو بے چارے بریلوی حضرات نے جرم کیا کیا ہے؟ (بلفظہ) دیکھئے کس طرح بے چارے بریلویوں سے ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے رافضیوں کے خلاف حضرت علیؓ کی عدم تعیین خلیفہ کے بارے میں ایک روایت مجمع الزوائد اور مستدرک کے حوالہ سے ارشاد الشیعہ صفحہ ۱۶۰ میں نقل کر کے علامہ ذہبیؒ وغیرہ محدثین کرامؒ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ اس پر

اثری صاحب لکھتے ہیں: "بلاشبہ انھوں (حضرت شیخ الحدیث صاحب) نے علامہ ہیثمیؒ، امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے مگر اس قسم کا اعتماد ایک ناقد اور مبصر کی شان کے منافی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں محض رافضیوں کی مخالفت میں بلا تامل اس کو صحیح قرار دینا قرین انصاف نہیں۔ انتہیٰ بلفظہٖ (صفحہ ۱۷۴ و صفحہ ۱۷۵)

یہ بات تو اپنے مقام میں آئے گی کہ قرینِ انصاف ہے یا نہیں۔ مگر اس عبارت میں جناب اثری صاحب نے رافضیوں کی وکالت کرتے ہوئے کیسے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہ تو کبھی ناقد اور مبصر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی انھوں نے اپنے حق میں اس منصب کے اطلاق کو پسند کیا ہے بلکہ انھوں نے اسباق اور دروس کے دوران اکثر اپنے تلامذہ سے یہی فرمایا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں صرف اکابر سلف صالحین کا ترجمان اور ان کا نمائندہ ہوں ان سے جو کچھ سیکھا اور حاصل کیا اسی کو آگے پہنچانا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں اور آپ حضرات سے بھی یہی کہتا ہوں کہ اکابر کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑنا بلکہ ہمیشہ اکابر کے دامن سے ہی وابستہ رہنا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو صرف حضرات محدثینؒ، مفسرینؒ، فقہاءؒ اور علماء اسلام کے ہر طبقہ کے علوم کے خوشہ چین ہیں۔ اگر انھوں نے غیر بنیادی مسائل میں علامہ ذہبیؒ وغیرہ کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو کبھی اپنے آپ کو ناقد اور مبصر نہیں کہا اگر اثری صاحب ان کو ایسا سمجھتے ہیں تو یہ ان کا حسن ظن ہے اور اپنے حسنِ ظن پر مدار رکھ کر طعن دینا یا تنقید کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

جناب اثری صاحب کے اعتراضات

اثری صاحب کی کتاب پر تفصیلی بحث تو آئندہ صفحات میں آرہی ہے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اثری صاحب کے اعتراضات کی نوعیت کیا ہے۔

۱ : اثری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں بعض قرآنی آیات غلط درج ہیں ——— یہ اعتراض کسی حد تک بجا ہے کیونکہ کچھ تو کتابت کی اغلاط ہیں اور بعض مقامات میں صحیح طور پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط رہ گئی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان اغلاط کی نشاندہی پر موصوف کا اور دیگران حضرات کا شکریہ ادا کرنے کا کہا ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً ایسی اغلاط کی نشاندہی کی ہے اور انھوں نے مجھے تاکید فرمائی ہے کہ جلد از جلد ان کی تصحیح کر لی جائے اور مجھے فرمایا ہے کہ مجھے بہت ہی خوشی ہوگی کہ جلدی میری زندگی ہی میں میری کتابوں میں جہاں واقعی اغلاط واقع ہیں ان کو درست کر لیا جائے کیونکہ غلط چیز پر اصرار شرعاً و اخلاقاً مذموم ہے۔

۲ اثری صاحب نے اکثر مقامات میں سطحی ذہن سے کام لیتے ہوئے کم فہمی اور کج بحثی کا ثبوت دیا ہے اگر انصاف، دیانت اور سمجھ سے کام لیتے تو بہت آسانی سے ظاہری تضاد و تعارض کو حل کر سکتے تھے اور ایسے ظاہری تضادات سے کتب احادیث، تفاسیر اور ہر مکتبِ فکر کی کتبِ فقہ وغیرہ بھری پڑی ہیں اور ان کو اچھالا نہیں جاتا بلکہ تطبیق دی جاتی ہے۔ مگر اثری صاحب نے محض تعصّب اور غلو کا مظاہرہ کیا ہے تاکہ اپنی جماعت سے دادِ تحسین حاصل کر سکیں۔

۳ اکثر مقامات پر اثری صاحب تعصّب اور جنون میں مبتلا ہو کر ایسی ایسی لایعنی باتیں بھی کہہ گئے ہیں کہ حیرت و تعجّب ہوتا ہے اور خود ان کا اپنا ضمیر بھی انھیں ملامت کرتا ہوگا بشرطیکہ ضمیر نام کی کوئی شے انھیں حاصل ہو بھی۔ آئندہ صفحات میں قارئین کرام ان باتوں کا مشاہدہ انشاء اللہ العزیز کر لیں گے۔

۴ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کا جہاں بھی ذکر آیا وہاں اثری صاحب کی حالت غیر ہوگئی اور وہ سیخ پا اور آگ بگولا ہو کر اور ہاتھ دھو کر ان پر طعن و تشنیع کرنے اور کیڑے نکالنے

کے درپے ہو گئے کہ یہ ہیں امام ابوحنیفہ ؟ اور یہ ہے فقہ حنفی ؟ اور اس کو آڑ بنا کر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو یوں گوسا کہ آپ اس امام اور اس فقہ کے دلدادہ ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے سماع الموتیٰ ص ۱۳۴ اور تسکین الصدور ص ۳۵۸ میں حافظ ابن تیمیہؒ پر باحوالہ تنقید نقل کی ہے۔ جناب اثری صاحب اپنی اس تصنیف کے ص ۲۷ میں نصیحت فرماتے ہیں: "بتلائیے یہ انداز مبنی بر احترام ہے ؟ اہلِ علم کے باہمی مناقشات بجا مگر یہ روش تو درست نہیں۔" مگر جب حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے پیروکاروں کے بارہ میں تذکرہ کرتے ہیں تو اثری صاحب اپنی اس زریں نصیحت کی دھجیاں بکھیرتے چلے جاتے ہیں اور احناف دشمنی میں حواس باختہ ہو کر اپنی اس نصیحت کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور بعض فقہی جزئیات پر حسبِ مزاج محض سطحی نگاہ ڈال کر یوں گویا ہوئے ہیں کہ کس جزئی کو صحیح کہو گے ؟ اور کس جزئی کو لو گے ؟ اور کس پر عمل کرو گے ؟ پھر فقہ کیسے درست ہوئی ؟ مگر حنفی مسلک کی عداوت کے نشہ میں سرمست ہو کر اس پر مطلقاً غور نہ کیا کہ اس قسم کے اعتراضات تو علم حدیث اور کتب حدیث پر بھی وارد ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں کہ کتب حدیث مثلاً بظاہر متضاد احادیث سے مملو ہیں پھر نہ معلوم کس کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے ؟ کس پر اعتماد کیا جائے اور کس کو ناقابل اعتبار بنایا جائے ؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو جو جواب احادیث میں اختلاف و تضاد کو رفع کرنے کا ہوگا اسی قسم کا جواب فقہی تعارض کا سمجھ لیں۔ مگر اس کے لیے علم، انصاف اور سنجیدگی کی ضرورت ہے متعصّب اور ضدی کا یہ کام ہرگز نہیں ہے۔

کیا محض تنقید سے کسی کتاب کا رتبہ کم ہو جاتا ہے ؟

دنیا میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس پر مخالفین نے اعتراضات نہ کیے ہوں اور تو اور قرآن کریم جیسی محکم اور مضبوط کتاب پر بھی جس کی صفت لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ۔

(پ ۲۴، حٰم السجدہ ، ۵) ہے۔

اس پر بھی بد باطنوں نے اعتراضات کیے ہیں۔ اڑی صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے۔ آریہ سماج کے مشہور لیڈر مہرشی سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب ہی قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف کیا ہے۔ اور بِسْمِ اللّٰہ سے لے کر آخر تک معاذ اللہ تعالیٰ اس نے اعتراضات کیے ہیں اور حیرت اور غضب کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو محقق کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو عالم بھی نہیں مانتا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے قاعدہ کے مطابق بطور نمونہ اس کے چند کفریات اور زٹلیات ملاحظہ ہوں۔ پہلے وہ اردو میں آیات کا ترجمہ نقل کرتا ہے جس کو ہم نے اختصاراً نظر انداز کر دیا ہے اس کے بعد وہ اعتراضات کرتا ہے۔

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اس کا ترجمہ کرتا ہے شروع ساتھ نام اللہ کے۔ اس پر وہ لکھتا ہے:

محقق: مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ ہے لیکن اسی قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی اور ہے کیونکہ اگر قرآن کلام اللہ ہوتا تو بجائے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے شروع واسطے ہدایت آدمیوں کے لکھا ہوتا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ ص ۶۹۳ طبع لاہور)

۲۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اس پر اعتراض کرتا ہے۔

محقق: کیا اپنے ہی منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا ریاکاری نہیں؟ جو پرہیزگار ہیں وہ تو پہلے ہی راستہ پر ہیں اور جو جھوٹے راستہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راستہ نہیں دکھلا سکتا۔ (ص ۶۹۶)

۳۔ قرآن کریم کی چند آیات میں ان احکام، فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا

اِلَّا خَطَأً۔ اور وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا۔ (الآیۃ) کے حوالے دے کر لکھتا ہے:

محقق: کیا خوب یکطرفہ ڈگری ہے کہ جو مسلمان نہ ہو جہاں پاؤ مار ڈالو اور مسلمان کو مت مارو غلطی سے بھی مسلمانوں کو مارتے میں دوزخ اور دوسروں کو مارتے میں بہشت ملے گا۔ ایسی تعلیم کنوئیں میں پڑے قرآن جیسی کتاب محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے رسول قرآنی، اللہ جیسے خدا اور دین اسلام جیسے مذہب سے دنیا کو سراسر نقصان ہے۔ ان کا نہ ہونا ہی اچھا ہے اس قسم کے بے ہودہ مذاہب سے کنارہ کش ہو کر داناؤں کو وید کے احکام تسلیم کرنا چاہئیں۔ (واہ رے بچے جمورے، مرتب) کیونکہ وہ لچر پوچ باتوں سے بالکل پاک ہے۔ (ص ۷۲۲)

اولاً تو سوامی صاحب کی یہ بات ہی مسلّم نہیں کہ وید لچر پوچ سے پاک ہے۔ خود سوامی صاحب نے ہندوؤں کے ایک فرقہ وام مارگیوں کا ذکر یوں کیا ہے "کچھ عرصہ ہوا کہ جب ان کے مذہب نے بہت فروغ پایا تب انھوں نے شرارت سے ویدوں کے نام پر وام مارگ کو تھوڑا ابہت چلایا۔ (ص ۳۶۹) شرارت کا لفظ تو سوامی صاحب کی شرارت ہے۔ وام مارگیوں نے تو ویدوں کے حوالوں اور ان کی روشنی میں اپنے کام کو فروغ دیا اور جو کچھ کیا ویدوں کی تعلیم کے تحت کیا۔

وام مارگی یہ ہے۔ سوامی صاحب ص ۳۶۷ میں لکھتے ہیں "عورتیں اور مرد اکٹھے ہوتے ہیں وہاں مرد ایک عورت کو اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتی ہیں ... الخ اور ص ۳۶۸ میں لکھا ہے کہ جب کسی عورت یا ویشیا کو یا کسی مرد کو ننگا کر کے اور ان کے ہاتھ میں تلوار دے کر ان کی جائے نہانی (شرمگاہ) کی پرستش کرتے ہیں تو عورت کا نام دیوی اور مرد کا نام مہادیو رکھتے ہیں .... الخ۔ اور ص ۳۶۹ میں لکھا ہے: یعنی ماں کو بھی صحبت کے بغیر نہ چھوڑنا چاہیئے .... الخ۔ اور وام مارگیوں نے بقول ان کے یہ سب بے حیائی ویدوں سے حاصل کی ہے اس سے زیادہ لچر پوچ اور کیا کاروائی

ہوسکتی ہے ؟

وثانیاً وید تک رسائی نچلی قوموں میں سے کس کی ہوسکتی ہے ؟ ہندوؤں کے مقنّن منو مہاراج جو تقریباً نو سال قبل مسیح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام گزرے ہیں جنھوں نے ہندوستان کی قانونی کتاب لکھی جس کا نام منوسمرتی ہے جو ویدوں کی طرح ہی معتبر اور قابلِ احترام ہے اس کے باب ۲ منتر ۱۱۶ میں لکھا ہے کہ جو لوگ بغیر گرو کے وید سُن سُنا کر سیکھتے ہیں وہ وید کے چور ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ عوام بے چارے گرو کہاں تلاش کریں ؟ اور باب ۴ منتر ۹۹ میں لکھا ہے : وید پڑھنے میں ایک ایک لفظ صاف زبان سے نکلے اور وید شودر کے پاس نہ پڑھے ..... الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شودر (نچلی ذات کا ہندو) وید سننے کا مجاز بھی نہیں ہے تو وہ وید کہاں سے حاصل کرے ؟ اور باب ۳ منتر ۱۷ میں لکھا ہے کہ شودر کی لڑکی اپنے پلنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک یعنی دوزخ میں جاتا ہے اور اس سے لڑکا پیدا ہونے سے دھرم کرم سے الگ ہوجاتا ہے۔ اور باب ۸ منتر ۲۸۱ میں ہے چھوٹا آدمی بڑے آدمی کے ساتھ ایک آسن (بیٹھک اور چارپائی وغیرہ) پر بیٹھے تو اس کا چوتڑ کاٹ ڈالنا چاہیے، اس طرح کہ وہ مرے نہیں۔ جب شودر بے چارہ اتنا گرا ہوا ہے تو وہ کس سے وید حاصل کرے گا ؟ اور کیسے حاصل کرے گا ؟ وہ بے چارہ روحانیت اور وید تو کیا حاصل کرسکتا ہے جو مال وہ کماتا ہے وہ بھی اس کا نہیں ہے۔ منوسمرتی باب ۸ منتر ۳۲۵ و ۴۱۷ میں ہے برہمن کی گائے چرانے والے کا آدھا پاؤں فوراً کاٹ لینا چاہیے۔ برہمن کا حق ہے کہ غلام شودر سے دولت چھین لے اس میں کچھ تامل نہ کرے اس لیے کہ وہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں ہے یہ ہے ویدوں پر ایمان لانے والوں کا انصاف اور تعلیم۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ جسکے حاصل کرنے کی تلقین اور ترغیب سوامی صاحب دے رہے ہیں۔

۴ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَھَنَّمَ جَمِیْعًا

اور اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ کے متعلق لکھتا ہے :

مُحقّق : مسلمانوں کو جنت میں اور اوروں کے دوزخ میں جانے کا کیا ثبوت ہے ؟ واہ جی واہ، اگر اللہ بُرے لوگوں کے دھوکے میں آتا ہے اور خود دوسروں کو دھوکا دیتا ہے تو ایسے خدا کو دُور ہی سے سلام ہے وہ دھوکے بازوں سے جا کر ملے اور دھوکے باز اس سے ملیں مثل ہے جیسا روح ویسے فرشتے۔ جن کا معبود دھوکے باز ہے وہ عابد خود دھوکے باز کیوں نہ ہوں گے ؟ (صہ۲۴)

۵ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا کے بارے میں لکھتا ہے :

مُحقّق : بہت خوب مسلمانوں کے خدا کے گھر میں کچھ بھی زر و مال نہ ہوگا ورنہ قرضہ کیوں مانگتا ؟ اور ان کو یہ لالچ کیوں دیتا کہ تمھاری بُرائی دور کرکے تمھیں بہشت میں بھیجوں گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نام سے محمد صاحب (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اپنی مطلب براری کی۔ (صہ۲۵)

۶ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کے متعلق لکھتا ہے :

مُحقّق : جیسے شیطان جن کو چاہے گنہگار بناتا ہے ویسے ہی مسلمانوں کا خدا بھی (معاذ اللہ تعالیٰ) شیطان کا کام کرتا ہے ایسی صورت میں بہشت و دوزخ میں خدا ہی جائے کیونکہ وہ خود گناہ و ثواب کا مرتکب اور انسان فعل کرنے میں اس کا مطیع ہے۔ (صہ۲۵)

۷ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ۔ الآیۃ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتا ہے :

مُحقّق : قرآن میں کہیں تو لکھا ہے کہ اُونچی آواز سے اپنے مالک کو پکارو اور کہیں لکھا ہے کہ دھیمی آواز سے۔ اب کہیے کون سی بات سچّی ہے ؟ اور کون سی جھوٹی ہے ؟ ایک دوسرے کی متضاد باتیں سودائیوں کے بکواس کے مانند ہوتی ہیں۔ (صہ۳۰) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۸ وَجَعَلْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِھِمْ کے بارہ لکھتا ہے :

مُحقّق ! اگر قرآن کے مصنف کو جغرافیہ طبعی آتا تو وہ یہ نہ کہتا کہ پہاڑ زمین کو ہلنے نہیں دیتے اسی واسطے اسے خیال گزرا کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین لغزش کھاجاتی یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود پہاڑوں کی موجودگی کے زلزلہ کے وقت زمین کیوں ہلتی ہے ؟ (صفحہ ۴۸)

۹ وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَہَا۔ الآیۃ ۔ کے متعلق لکھتا ہے :

مُحقّق : ایسی فحش باتیں کلام اللہ تو کجا کسی شائستہ انسان کی تصنیف میں بھی نہیں ہو سکتیں۔ ایسی باتوں سے قرآن پر دھبّہ لگ گیا ہے اگر قرآن میں اچھی باتیں ہوتیں تو قرآن کو وہی فضیلت ملتی جو ویدوں کو ہے ۔ (صفحہ ۴۹)

۱۰ سورۃ الواقعہ کی متعدد آیاتِ کریمات اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ○ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ○ الآیات ۔ کے بارے لکھتا ہے :

مُحقّق ! قرآن کے مصنف کا تماشہ دیکھئے زمین تو ہمیشہ حرکت کرتی ہے اور آئندہ حرکت کرتی رہے گی قرآن کا مصنّف اسے ساکن سمجھتا تھا۔ بھلا پہاڑ کیا جانوروں کی مانند اڑیں گے ؟ (صفحہ ۷۷)

۱۱ اِنَّہُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا وَّاَکِیۡدُ کَیۡدًا کے بارے لکھتا ہے :

محقّق ! کیا خدا بھی مکار ہے ؟ اور کیا چوری کے عوض چوری اور جھوٹ کے عوض جھوٹ ہے کہ خدا مکر کے عوض مکر کرتا ہے اگر کوئی چور کسی شریف کے گھر چوری کرے تو کیا اس شریف کو بھی چاہیے کہ وہ چور کے گھر جاکر چوری کرے ؟ واہ قرآن کے مصنف صاحب خوب مسئلہ نکالا ۔ (صفحہ ۸۴) آخر میں سوسوتی لکھتا ہے :

۱۲ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ کتاب نہ تو کلام اللہ ہے اور نہ ہی کسی عالم کی تصنیف ہے نہ ہی یہ علمی کتاب ہے۔ قرآن کے بارے تھوڑا سا بطور نمونہ لکھ دیا ہے تاکہ لوگ دھوکا نہ کھائیں اور اپنی عمر رائگاں نہ کھوئیں .... الخ (صفحہ ۸۶)

یہ سرسوتی کے گندے ذہن کے چند ناپاک نمونے ہیں ان کو نقل کرتے وقت

بھی دل کانپتا اور قلم لرزتا ہے اور آنکھیں پُرنم ہیں ۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ دل جلے اور دُھواں نہ اُٹھے
جب چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتا ہے

مگر بامرِ مجبوری یہ چند کفریہ اور گستاخانہ حوالے نقل کیے ہیں ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب ایسی ہی خرافات اور بکواسات سے بھرا ہوا ہے ۔

قارئین کرام ! قرآن کریم کے بارے کفرِ شیطنت اور خبثِ باطن کے چند نمونے نقلِ کفر، کفر نہ باشد کے طور پر نقل کر دیے گئے ہیں تاکہ معترض کے ذہن کی گندگی نمایاں اور عیاں ہو ورنہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ان اُمور کا تصوّر تک نہیں کر سکتا جو سرسوتی کے ناپاک قلم، شیطان ذہن اور خبیث دل سے صادر ہوئے ہیں ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ۔

جب اعتراض کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کی مُعجز اور فصیح کتاب کو بھی نہیں چھوڑا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر اعتراض کرنا اور ان میں مغالطے دینے کے لیے خواہ مخواہ کیڑے نکالنا کوئی نرالی بات نہیں ہے ۔

غلطیاں بتانے والوں کو شکریہ کی دعوت

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم اپنی کتابوں میں واضح اور شرحِ صدر کے ساتھ یہ تحریر کر چکے ہیں کہ میری کتابوں میں غلطیاں ہو سکتی ہیں مثلاً ازالۃ الریب صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے (کہ ماخوذ حوالوں کے علاوہ) بقیہ جتنے حوالہ جات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تفحص اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا غیر اغلب نہیں ہے جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ ماجور اور عند الحقیر مشکور ہوں گے کیونکہ اوّل تو انسان (بجز انبیاء کرام علیہم السلام) کا کوئی کام و فعل بھی لغزش اور خطاء سے محفوظ نہیں اور پھر کام بھی اس بندۂ عاجز کا جو سراپا تقصیر و خطا ہو ۔ لہٰذا گزارش ہے کہ مجھے ہدفِ ملامت بنانے کے بجائے متانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے

میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حق کے تسلیم کرنے میں کبھی تامل نہ کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اور احسن الکلام ص۳۱۶ میں ضروری التماس کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھا ہے کہ مجھ کو ہدف ملامت بنانے کے بجائے منصفانہ تنقید کے اصول پر میری راہنمائی کی جائے۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا تو غلط بات کی تلافی کرنے اور حق کے تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اسی طرح احسن الکلام ص۵۲ میں لکھا ہے تاہم ان حضرات کا (خواہ ان کا نقطۂ نظر کچھ ہی ہو) شکریہ ادا کریں گے جو ہمیں ہماری کوتاہیوں پر آگاہ کریں گے اور ہمیں معقول اغلاط کی درستی میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی اس فراخدلی کے بعد اگر کسی صاحب کو ان کی واقعی غلطیوں پر آگاہی ہوئی تو ان کو ان غلطیوں سے آگاہ کرنا ہی کافی تھا مستقل کتابیں لکھنے کی حاجت ہی نہ تھی مگر ایسا کرنے سے نہ تو اثری صاحب کے دل کی بھڑاس نکلتی اور نہ ان کو اپنی فیاض جماعت کی طرف سے حقِ خدمت اور داد تحسین مل سکتی تھی۔ اس لیے کتاب لکھنا بھی ان کی خاص مجبوری ہے۔

تناقض، تعارض اور تضاد کا مفہوم،

علمی طور پر تناقض اور تضاد اس وقت ہوتا ہے جب ثبوت اور سند کے لحاظ سے دونوں باتیں مسلّم ہوں۔ موضوع و محمول ایک ہو۔ زمان و مکان ایک ہو مع دیگران شرائط کے جو تناقض کے لیے کتابوں میں مذکور ہیں۔ محض دعوائے تعارض و تضاد قابل التفات نہیں ہوتا سطحی ذہن سے کام لینے والے بعض حضرات کو قرآنِ کریم میں بھی اختلاف اور تضاد نظر آیا ہے مگر دقیق و عمیق نظر سے کام لینے والوں کو کوئی تعارض و تضاد نظر نہیں آتا۔ دُور جانے کی اور مزید حوالے تلاش اور بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں صرف بخاری ص۱۲/ج۲ کا ایک حوالہ ہی کافی ہوگا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (نافع بن ازرق

جو پہلے حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں حاضر ہو کر خوشہ چینی کیا کرتا تھا پھر اپنی کج فہمی اور ضد کی وجہ سے خوارج کی شاخ ازارقہ کا رئیس بنا۔ ہامش بخاری ص۱۲/ج۲ و فتح الباری ص۵۵۷/ج۸ اور لسان المیزان ص۱۴۴/ج۶ میں ہے نافع بن الازرق الحروری من رؤس الخوارج۔ وکان نافع ھذا من رؤس الخوارج والیہ تنسب الطائفۃ الازارقۃ۔ اھ) نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ:

إِنِّی اَجِدُ فِی الْقُرْاٰنِ اَشْیَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَیَّ قَالَ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَاءَلُوْنَ ..... الخ

یعنی میں قرآنِ کریم میں ایسی چیزیں پاتا ہوں جن میں مجھے اختلاف و تضاد معلوم ہوتا ہے مثلاً ایک مقام پر آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں کوئی رشتہ ناطہ نہ ہوگا اور نہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے اور دوسرے مقام پر ہے کہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوں گے اور سوال کریں گے۔

پہلی آیت میں سوال کی نفی ہے جب کہ دوسری میں اثبات ہے اور دونوں میں تعارض ہے اس شخص نے اپنی فہم کے مطابق مزید چار تضادات کا ذکر بھی کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کا مفصّل جواب دیا۔ (ملاحظہ ہو بخاری) اور پہلے تعارض کا یہ جواب دیا کہ نفی کا وقت اور ہوگا اور اثبات کا وقت اور ہوگا تو تعارض نہیں (محصلہ) کیا واقعی یہ باور کر لیا جائے کہ واقعی قرآنِ کریم کی آیات میں اختلاف و تضاد موجود ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ کوئی مسلمان اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ خود قرآنِ کریم کا اٹل اور محکم فیصلہ یہ ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (سورۃ النساء:۸۲) حالانکہ نفس الامر اور حقیقت میں اس میں اختلاف قلیل تو کیا سرے سے کوئی اختلاف و تعارض اور تضاد ہے ہی نہیں، مگر کم فہموں اور کج فہموں کو اس میں کئی اختلافات و تضادات نظر آئے اور آتے ہیں۔ کتب تفسیر میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ بظاہر

فلاں آیت کا فلاں آیت سے تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت اور نفس الامر میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے مفسرین کرامؒ پہلے اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر اس کی تشریح کرتے ہیں اور کتبِ حدیث تو ایسے ظاہری تضادات سے بھری پڑی ہیں۔ مگر کوئی بھی ان کو ناقابل اعتبار نہیں ٹھہراتا بلکہ تطبیق دے کر تعارض کو رفع کیا جاتا ہے اور یہی اہلِ حق کا وطیرہ ہے۔

محترم جناب اثری صاحب کا طریقۂ واردات

جناب اثری صاحب کی اس تنقیدی کتاب کا بیشتر حصہ دل کی بھڑاس نکالنے، مسلکی تعصب کو قائم رکھنے اور عناد کو اجاگر کرنے کے لیے وقف اور مختص ہے اور اس باطل دعویٰ پر مشتمل ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں تعارض و تضاد ہے۔ اثری صاحب کے تنقیدی انداز سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

۱ مثلاً یہ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم ایک راوی کی ایک جگہ تضعیف کرتے ہیں اور دوسری جگہ خود ان سے روایت لیتے ہیں۔ جب ان کی اپنی باری آتی ہے تو راوی ان کے ہاں ثقہ ہو جاتا ہے اور جب دوسرے لوگ اس کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر محمدؒ بن اسحٰقؒ اور العلاءؒ بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ کو احسن الکلام میں ان پر سخت جرح کرتے ہیں مگر دوسری کتابوں میں ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

۲ جب ان کو خود ضرورت ہوتی ہے تو کتب اسماء الرجال سے رواۃ کی توثیق نقل کر دیتے ہیں اور جرحی کلمات نظر انداز کر دیتے ہیں اور اگر کسی راوی پر جرح نقل کرتے ہیں تو لا یحتج بہ وغیرہ کا جملہ تو نقل کر دیتے ہیں مگر توثیق کا جملہ مثلاً یکتب حدیثہ وغیرہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۳ ایک طرف تو وہ صحیحین اور مؤطا امام مالکؒ کی سب احادیث کو صحیح کہتے ہیں اور تنقید سے

بالاتر قرار دیتے ہیں اور ان کے تمام رواۃ کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی بعض احادیث پر تنقید کرتے ہیں۔

۴ چالیس سال تک پڑھانے کا دعویٰ کرنے کے باوجود بھی بعض رواۃ کے حالات سے بالکل بے خبر ہیں۔

۵ وہ کتابوں سے مفید مطلب حصہ تو اپنی تائید میں نقل کر دیتے ہیں اور بقیہ حصہ ترک کر دیتے ہیں۔

۶ ان کی کتابوں میں متعدد تضادات ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں کہ شاہنشاہ کا نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے اور دوسری طرف امام ابوحنیفہؒ کو شاہنشاہ بناتے اور بتاتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر گرفت اور تنقید کرتے ہوئے اس قسم کی اور بھی کئی باتیں جناب اثری صاحب نے کی ہیں جن کا ہم بفضلہ تعالیٰ بالتفصیل جائزہ اور حقیقت قارئین کرام کے سامنے واضح کریں گے۔

اثری صاحب کے صد حیف پر صد ہزار حیف

اثری صاحب نے اپنی اس تنقیدی کتاب کے ص۱۸ تا ص۲۵ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں سے ماخوذ چند اصول بیان کیے ہیں جن میں سے ہر ایک اصل کے پیچھے علماء امت کی تائید موجود ہے اور ان اصولوں ہی کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تصانیف فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اگر کسی کو غلط سوچ یا جہالت کی وجہ سے خلاف ورزی نظر آتی ہے تو وہ اس کا اپنا قصور ہے۔ ص۱۹ اور ص۲۰ کے حاشیہ میں اثری صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام بخاریؒ کی جزء القراءۃ کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے جو عبارت پیش کی ہے وہ تمام تر محمدؒ بن اسحٰقؒ کی توثیق کے ضمن میں ہے ـــــ مگر صد حیف کہ ابن اسحٰقؒ پھر بھی ضعیف اور متروک۔ (محصلہ) مگر اثری صاحب کے صد حیف پر صد ہزار

حیف کو انھوں نے جہالت یا تجاہلِ عارفانہ کا ثبوت دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس عبارت میں فرمایا: ان الزهري كان يتلقف المغازي من ابن اسحٰق واخرج لي كتب ابن اسحٰق عن ابيه عن المغازي وغيرها فانتخبت منها كثيرا۔ کہ بہت بڑے مالکی عالم اسمٰعیل بن ابی اویس نے میرے آگے ابن اسحٰق کی مغازی وغیرہا میں جمع شدہ روایتوں کی وہ کتاب جو اس نے اپنے باپ سے نقل کی تھی کھول کر رکھ دی تو میں نے ان میں سے بہت سی احادیث منتخب کرلیں۔ (علی الاطلاق تمام کی تمام نہیں لیں بلکہ ان میں سے منتخب کیں۔ مرتب)

اثری صاحب اس صد حیف کا اظہار تب کرتے کہ امام بخاریؒ نے علی الاطلاق محمد بن اسحٰق کی توثیق کی ہوتی اور اسکی تمام روایات کو لیا ہوتا حالانکہ وہ تو زیادہ تر مغازی کے بارہ میں فرما رہے ہیں اور یا پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ابن اسحٰق کو بالکل ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہوتا تو تب اثری صاحب حیف کا اظہار کرتے حالانکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تو مغازی میں محمد بن اسحٰقؒ کو امام کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو احسن الکلام ص۲۷ ج۲ طبع چہارم) اور امام بخاریؒ نے بھی یہاں زیادہ تر بحث مغازی کے سلسلہ میں ہی کی ہے۔ تو اثری صاحب کو اس پر صد حیف نہ ہو بلکہ ہر اہلِ علم و انصاف کو اثری صاحب کے اس صد حیف پر صد ہزار حیف ہے۔

صحیحین اور مؤطا امام مالکؒ کی بعض روایات پر تنقید

محترم جناب اثری صاحب نے ص۲۵ تا ص۳۱ میں اس بات کو خوب اچھالا ہے کہ ایک طرف تو حضرت شیخ الحدیث صاحب صحیحین اور مؤطا امام مالکؒ کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور دوسری طرف طلب براری اور تعصب میں آکر ان کی بعض روایات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت والد محترم شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم سے جب پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ راستہ ہمیں بعض محدثین کرامؒ اور خود غیر مقلدین حضرات نے بتایا ہے جس

پر ہم مجبوراً گامزن ہوتے ہیں۔ ذیل کے حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

ص۱ امام ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ صحیحین کی روایات تلقی امت بالقبول کی وجہ سے صحیح ہیں:

سوى احرف يسيرة تكلم عليها بعض اهل النقد من الحفاظ كالدارقطني وغيره وهي معروفة عند اهل هذا الشان۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص۲۵)	بغیر تھوڑے سے حروف (وکلمات) کے جن پر بعض حفاظ ناقدین مثلاً امام دارقطنیؒ وغیرہ نے تنقید کی ہے اور علم حدیث جاننے والوں کے ہاں یہ معروف ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حفاظِ حدیث نے صحیحین کی بعض روایات پر تنقید کی ہے اگرچہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے ان کے جوابات بھی دیئے ہیں مگر تنقید کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے۔

ص۲ امام ابن الصلاحؒ کے حوالہ سے یہی عبارت تدریب الراوی ص۱۳۴ ج۱ میں بھی موجود ہے۔

ص۳ امام ابن الصلاحؒ کے حوالے سے بعینہٖ یہ عبارت قاضی شوکانیؒ نے بھی نیل الاوطار ص۲۲ ج۱ میں نقل کی ہے۔

ص۴ علامہ طاہر بن صالح الجزائریؒ نقل کرتے ہیں:

فما اخذ عليهما يعني على البخاري و مسلم وقدح فيه معتمد من الحفاظ فهو مستثنى مما ذكرنا لعدم الاجماع على تلقيه بالقبول انتهى وهو احتراز حسن۔ (توجیہ النظر ص۹۵)	یعنی بخاری و مسلم کی جن احادیث پر قابلِ اعتماد حفاظ کی طرف سے جو مؤاخذہ اور گرفت ہوئی ہے ایسی حدیثیں (صحیح ہونے سے) مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کی تلقی بالقبول پر امت کا اجماع نہیں ہے علامہ جزائریؒ فرماتے ہیں کہ یہ احتراز عمدہ ہے

ص۵ امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم ص۱۶ میں فما اخذ سے بالقبول تک کی عبارت نقل کرکے آگے یہ نقل کیا ہے وما ذلك الا في مواضع قليلة۔ یعنی یہ تنقید کم مقامات میں ہوئی ہے (مگر ہوئی ہے۔ مرتب)

ص۶ مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں کہ کسی حدیث کا

ان کتابوں میں ہونا جو بخاری ومسلم پر بطور تخریج لکھی گئی ہیں صحت کے لیے کافی ہے جیسے کتاب ابی عوانہ للاسفرائنیؒ اور کتاب ابی بکر اسمٰعیلیؒ اور کتاب ابی بکر برقانیؒ وغیرہ ۔ یہ محدثین بخاری مسلم کی احادیث کو اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں جن میں بخاری ومسلم کا واسطہ نہیں ہوتا اور ان کا مقصد بخاری مسلم کی احادیث میں کمی بیشی کو بیان کرنا ہے مثلاً بخاری مسلم کی حدیث میں کوئی محذوف ہو تو اس کو ذکر کر دیا ۔ اھ (رسالہ رفع الیدین و آمین ص۱۲۳) اس سے معلوم ہوا کہ بخاری ومسلم کی بعض احادیث میں کمی بیشی ہوئی ہے جس کو ان حضرات محدثین کرامؒ نے پورا کیا ہے جن کے نام اوپر بیان ہو چکے ہیں مثلاً مسلم کی روایت میں لا یرفعہما کا جملہ چھوٹ گیا ہے اور امام ابو عوانہ نے صحیح عوانہ ص۹۰/۲ میں یہ کمی پوری کی ہے ۔ پوری عبارت یوں ہے ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ وَبَعْدَ مَا یَرْفَعُ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ لَا یَرْفَعُھُمَا ۔۔۔ الخ ۔ اور جب رکوع جانے یا رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ فرماتے تو رفع یدین نہ کرتے تھے ۔

۷ ۔ دورِ حاضر میں غیر مقلدین حضرات کے استاذ العلماء (اور جناب اثری صاحب کے بھی استاد) مدرس عالم حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلویؒ اس نظریہ پر کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں : مگر یہ قاعدہ ان احادیث میں چلتا ہے جہاں تنقید نہ ہوئی ہو ۔ یہ قاعدہ ہر جگہ جاری نہیں ہوتا اور حدیث زیر بحث پر تنقید ہو چکی ہے ۔
(خیر الکلام ص۴۲۰)

۸ ۔ مولانا حافظ محمد صاحب گوندلویؒ کے شاگرد اور اس وقت غیر مقلدین کے تحریری محاذ میں وکیل اعظم مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اپنی اسی زیر نظر کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" ص۲۴ پر اپنے استادِ محترم کی تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہیں صحیحین میں مدلس راویوں کی احادیث محمول علی السماع ہیں لیکن یہ قاعدہ ان احادیث کے بارے میں ہے جہاں تنقید نہ ہوئی ہو ، اور اس روایت پر تنقید ہو چکی ہے ۔ اھ ۔ اور

توضیح الکلام ص۱۴۲/۱ میں خیر الکلام ص۱۸۶ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امت نے مسلم کی ان روایات کو جن پر تنقید نہیں ہوئی صحیح تسلیم کیا ہے ۔۔۔۔ الخ ۔

اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے ۔ جب ان کے نزدیک بھی صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اس بارہ میں تنقید سے پہلے اپنے اور اپنے استادِ محترم کے نظریہ پر ہی غور کر لیتے اور اپنی عبارات ہی کی لاج رکھ لیتے مگر مولانا صفدر صاحب کی تصانیف کی مقبولیت نے اثری صاحب کے پیٹ میں ایسا مروڑ ڈالا کہ اپنی حالت بھی بھول بیٹھے ۔ جب اثری صاحب اور ان کے استادِ محترم صحیحین کو صحیحین بھی مانتے ہیں اور ان کے نزدیک صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے تو پھر اگر کوئی اور ان کی نقل اتارے تو برداشت کرنی چاہیے اور اگر یہ جرم ہے تو پھر ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۹ ۔ علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں علامہ ابن صلاحؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام مسلمؒ پر یہ طعن کیا گیا ہے کہ انھوں نے بعض روایات ایسی لائی ہیں جو شرط صحیح پر نہیں تو اس کے جوابات میں سے ایک جواب یہ دیا : الثانی ۔ ان ذلک فی المتابعات والشواھد لا فی الاصول ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مسلم ان کمزور روایات کو اصول میں نہیں بلکہ متابعات اور شواہد میں لائے ہیں ۔ (تدریب الراوی ص۹۷/۱)
بات واضح ہے کہ کمزور روایات موجود ہیں مگر ان کو متابعات اور شواہد کے طور پر لایا گیا ہے ۔

۱۰ ۔ علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک وجہ یہ ہے کہ بخاری میں متکلم فیہ راوی کم ہیں بہ نسبت مسلم کے ولا شک ان التخریج عمن لم یتکلم فیہ اصلاً اولی من التخریج عمن تکلم فیہ ، ان لم یکن ذلک الکلام قادحاً ۔
(تدریب الراوی ص۹۲ ج۱)

اور کوئی شک نہیں کہ ان راویوں سے تخریج جن پر بالکل کلام نہیں ہُوا بہتر ہے بہ نسبت ان راویوں سے تخریج کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اگرچہ کلام قادح (راوی کو ناقابلِ اعتبار بنانے کی حد تک) نہ ہو۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔

ان حوالجات سے واضح ہوگیا کہ محدثین کرام صحیحین کو باوجود صحیحین ماننے کے ان کی بعض روایات پر کلام کرتے ہیں اور یہی کچھ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیا ہے ۔ مگر اثری صاحب لٹھ کر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے پیچھے پڑ گئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ یہ لٹھ خود مجھے اور میرے استاد محترم کو بھی لگے گی ۔

سہ کہنے کو یہ اک بات تھی لفظوں کے تیر تھے
اثرات اس کے دیکھ دل پاش پاش دیکھ

یہاں ایک اور بات بھی ملحوظِ خاطر رہے ۔ مولانا عثمانیؒ لکھتے ہیں :

ولا یلزم من اجماع الامۃ علی کونہا (ای احادیث الصحیحین) صحیحۃ حسب مصطلح المحدثین الاجماع علی العمل بمضمونہا اھ	محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں صحیحین کی احادیث کے صحیح ہونے پر اجماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مضمون پر عمل کرنا بھی اجماعی امر ہے ۔

(مقدمہ فتح الملہم ص١٠٢)

یعنی اجماع علی الصحۃ اور امر ہے اور عمل کا معاملہ جُدا ہے باوجود سند کے لحاظ سے صحت پر اجماع سے ان پر عمل کے لحاظ سے اجماع نہیں ہے ۔ غیر مقلدین حضرات بھی صحیح حدیث صحیح حدیث کی رٹ لگانے کے باوجود طبقہ اولیٰ کی بعض روایات پر عمل نہیں کرتے مگر ہیں بہ خیر سے وہ پھر بھی اہل حدیث ہیں ۔

مؤطا امام مالکؒ امام ابن عبد البرؒ مؤطا امام مالکؒ ص٤٠ کی ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں : ھٰکذا قال مالك فی ھذا الحدیث احدی عشرۃ رکعۃ وغیرہ یقول فیہ احدی وعشرین ۔ (التمہید ص١١٤ ج١٢)

اور امام زرقانیؒ فرماتے ہیں : قال ابن عبد البرؒ ان الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم ۔ (زرقانی ص٢١٥ ج١) اس سے ثابت ہُوا کہ مؤطا امام مالکؒ میں بھی بعض روایات وہم سے خالی نہیں ہیں ۔ خود غیر مقلدین حضرات مؤطا امام مالکؒ کی بیس رکعت تراویح والی روایت کو منقطع اور غیر صحیح قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور اس کو نہ ماننے کی قسم کھائے ہُوئے ہیں ۔ اس نظریہ کے لحاظ سے صحیحین اور مؤطا امام مالکؒ کی جو روایات تنقید اور وہم سے مبرّا ہوں وہ بالکل صحیح ہیں اور اس پر اُمّت کا اجماع ہے یعنی اکثریت کے نزدیک وہ صحیح ہیں ۔ خود اثری صاحب لکھتے ہیں "جبکہ اجماع کا لفظ کبھی اکثریت پر بولا جاسکتا ہے ۔" (توضیح الکلام ص٤٧ ج١)

اثری صاحب کا مغالطہ یا انکی شاطرانہ چال، حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی ایک عبارت بار بار ذکر کرکے اثری صاحب اپنے سطحی ذہن سے اس کا جو خود ساختہ مفہوم واضح کر رہے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس عبارت کی وضاحت کر دیں ۔ حضرت دام مجدہم نے تبرید النواظر میں فرمایا ۔ ہم ایک اصولی بات عرض کر دیں وہ یہ کہ اس جواب کے نمبر اوّل اور نمبر دوم میں ہم نے جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ طبقہ اولیٰ (یعنی بخاری ، مسلم اور مؤطا امام مالکؒ) کی ہیں جن کی سند پر کسی کو کلام اور جرح کرنے کا حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک حق نہیں پہنچتا ۔ (تبرید النواظر ص١٥٧) اس عبارت میں جن کی سند پر سے مُراد وہ روایات ہیں جو حضرت دام مجدہم نے پیش کی ہے کیونکہ جب حضرات محدثین کرامؒ سے ان پر جرح ثابت نہیں تو کسی کو جرح کا حق نہیں ہے اور اگر جن کی سند پر سے مُراد وہ کتابیں ہوں جیسا کہ اثری صاحب سمجھ رہے ہیں تب بھی حضرت دام مجدہم کی عبارت کا وہ مفہوم نہیں بنتا جو اثری صاحب بیان کر رہے ہیں اس لیے کہ حضرت دام مجدہم نے فرمایا ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک ان کی سند پر کسی کو جرح کا حق نہیں اور یہ واضح بات ہے کہ جن روایات پر یا ان کی اسناد پر حضرات محدثین کرامؒ سے جرح

منقول نہیں ان پر جرح کا بعد میں کسی کو حق نہیں ہے ۔ اس عبارت سے یہ کہاں ثابت ہو رہا ہے کہ ان کتب کی اسناد پر بالکل جرح کا حق نہیں ۔ اگر یہ ہوتا تو حضرت دام مجدہم نہ تو اپنی کتابوں میں ان کتب کی بعض روایتوں پر بحث کرتے اور نہ کسی کو حق دیتے حالانکہ جرح حضرات نے ان کتب کی بعض روایات پر جرح کی ہے حضرت دام مجدہم نے اس جرح کا جواب دیا ہے یہ نہیں کہا کہ ان کتب کی اسناد پر جرح کا حق نہیں ۔ اثری صاحب یا تو اس عبارت کو سمجھے ہی نہیں یا پھر عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں ۔

صحیحین اور موطا کی روایات پر تنقید کے بارہ میں اثری صاحب کے اعتراضات کی حقیقت گزشتہ اوراق میں اصولی طور پر ہم نے بحث کر کے اثری صاحب کے اعتراضات کا جواب دے دیا ہے مگر اثری صاحب کی تسلی کے لیے ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات دیئے جا رہے ہیں جو اس بارہ میں اثری صاحب نے کیے ہیں ۔

پہلا اعتراض محترم جناب اثری صاحب نے ص۲۵ اور ص۲۶ میں جو بحث کی ہے اس سے مندرجہ ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں :

ع۱ مولانا صفدر صاحب صحیحین کی روایات کو صحیح بھی مانتے ہیں اور خزائن السنن میں ایک روایت کو مضطرب قرار دیا ہے ۔

ع۲ مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے ۔

ع۳ صحیحین میں مرفوع روایت ہے اور غیر صحیحین میں موقوف روایت ہے تو مرفوع اور موقوف کے بارہ میں صحیحین اور غیر صحیحین کی روایات میں تعارض کا قول کیا ہے ۔

ع۴ علامہ اصیلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ان چار مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں نافعؒ نے سالمؒ کی مخالفت کی ہے ۔ باقی تین روایات میں سے ایک روایت زمین کی پیداوار میں عشر کے معاملہ میں احناف کا مستدل ہے تو کیا علامہ اصیلیؒ کے کہنے پر بخاری کی اس روایت کو حضرت موصوف موقوف ہی تسلیم کریں گے ؟ (ملخصاً)

یہ سب باتیں اثری صاحب کے سطحی ذہن کی پیداوار ہیں یا پھر وہ صرف عوام کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں ۔ اصولِ حدیث کی وہ کتابیں جن کے حوالہ جات انھوں نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں ۔ واقعی وہ کتابیں اگر اثری صاحب کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں تو پھر یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ وہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے صرف عوام کو دھوکا میں مبتلا کر کے اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں ان باتوں کے ترتیب وار جوابات ملاحظہ فرمائیں :

پہلی بات : کہ صحیحین کی روایت کو مضطرب کہا ہے ۔

الجواب : پہلے یہ بات گزر چکی کہ صحیحین کی بعض روایات پر حضرات محدثین کرامؒ نے کلام کیا ہے ۔ جن روایات پر کلام کیا ہے ان میں سے ایک قسم کی روایات وہ ہیں جن میں الفاظ کا تغیر (یعنی کمی بیشی) ہو جیسا کہ علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں :

السادس ۔ ما اختلف فیہ بتغییر الفاظ المتن فھذا اکثرہ لا یترتب علیہ قدح لامکان الجمع او الترجیح انتھی ۔ (تدریب الراوی ص۱۴۰ ج۱)

اور اسی قسم کی عبارت مقدمہ فتح الباری کے حوالے سے محدث مبارک پوریؒ نے نقل کی ہے ۔ (ابکار المنن ص۲۵۵) اور مضطرب روایت کی تعریف یہ ہے : ماروی علی اوجہ مختلفۃ متساویۃ فی القوۃ (تیسیر مصطلح الحدیث ص۱۱۱ و قواعد فی علوم الحدیث ص۳۰)

اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں : الذی یروی علی اوجہ مختلفۃ متقاربۃ (تدریب الراوی ص۲۶۲ ج۱)

مضطرب کی تعریف اور صحیحین کی متکلم فیہ روایات کی چھٹی قسم جو تدریب الراوی میں بیان ہوئی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحیحین میں مضطرب روایات موجود ہیں ۔

نیز ایک مقام میں جب علامہ نیمویؒ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت باوجود اس کے کہ صحیحین میں ہے اس کے باوجود مضطرب ہے تو محدث مبارک پوریؒ نے اس پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ نیموی صاحب نے حدیث میں اضطراب ثابت کرنے کے جو وجوہ بیان کیے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ جمع یا ترجیح کا امکان موجود ہے ۔ (ابکار المنن ص۲۵۵) ان حوالہ جات سے یہ بات واضح

ہو جاتی ہے کہ صحیحین کی روایات میں بعض مضطرب روایات بھی ہیں مضطرب کا قول کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ محدثین کرامؒ کے قاعدہ کے مطابق ہے ورنہ مبارکپوریؒ صاحب یہ جواب نہ دیتے کہ وجوہ درست نہیں۔ بلکہ یہ جواب دیتے کہ صحیحین کی روایات میں اضطراب سرے سے ہے ہی نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جس روایت کے بارہ میں فرمایا کہ اس میں اضطراب ہے وہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے بخاری ص ۱۰۲ ج ۱ کی ہے جس میں شروع نماز، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت تین دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمرؓ ہی کی روایت بخاری ص ۱۰۲ ج ۱ میں چار دفعہ رفع یدین کی ہے تین یہ اور چوتھی دفعہ تیسری رکعت کے لیے اٹھنے پر اور حضرت ابن عمرؓ ہی کی روایت جزء رفع الیدین ص ۱۴ میں امام بخاریؒ ہی نے نقل کی ہے جس میں پانچ دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے چار یہ اور پانچویں دفعہ سجدہ کے لیے۔ تو یہ اضطراب نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری بات: اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب معترف ہیں اضطراب متن میں ہو یا سند میں موجبِ ضعف ہوتا ہے۔ (خزائن السنن ص ۲۵۲)

الجواب: اثری صاحب نے یہ عبارت نہ جانے کس خزائن السنن سے لی ہے اس لیے کہ حضرت دام مجدہم کے افادات والی خزائن السنن کے ص ۲۵۲ پر تو یہ عبارت قطعاً نہیں ہے۔ اس پر ہم اثری صاحب سے یہی کہیں گے کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں پر تنقید کے بھوت نے اثری صاحب کو اتنا مدہوش کر دیا ہے کہ ان کو اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں رہی۔ خزائن السنن کے محولہ صفحہ میں تو یہ عبارت نہیں البتہ ص ۲۵۴ پر یہ عبارت ہے "اور اصولِ حدیث کا مسئلہ ہے کہ روایت مضطرب ضعیف ہوتی ہے" اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ صاحب لکھتے ہیں پس اگر متن شاذ ہو یا اس میں کوئی علت ہو یا ارسال و انقطاع کی صورت ہو تو یہ احادیث اگرچہ اوّل درجہ

کے ثقہ راویوں سے ہوں پھر بھی ضعیف ہوں گے۔ (خیر الکلام ص ۱۴۲) اضطراب بھی روایت میں علت ہوتی ہے اس لیے اسکی وجہ سے بھی ضعف ہوگا خواہ وہ روایت کسی کتاب میں ہو کیونکہ محدث گوندلویؒ نے قاعدہ علی الاطلاق بیان کیا ہے۔ صحیحین کی استثناء نہیں کی تو قاعدہ کے مطابق اگر روایت پر ضعف کا حکم صادر ہوتا ہے تو اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا کیا قصور ہے؟

ضروری وضاحت

اثری صاحب یا ان کا طبقہ کہیں یہ مغالطہ نہ دیں کہ صحیحین کی روایت کو ضعیف کہہ دیا اس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ضعف کے درجات ہیں۔ علامہ سیوطیؒ ضعیف کی تعریف کے تحت فرماتے ہیں: ثم قسمه ابن الصلاح الی اقسام کثیرة باعتبار فقد صفة من صفات القبول الستة وهی الاتصال والعدالة والضبط والمتابعة فی المستور وعدم الشذوذ وعدم العلة۔ (تدریب الراوی ص ۱۷۹ ج ۱) یعنی صفات قبول میں سے ہر ایک کے فقدان پر درجہ بدرجہ ضعف ثابت ہوگا اور علّت کا پایا جانا بھی ضعف کا باعث ہے اور پہلے محدث گوندلویؒ کی عبارت گزر چکی کہ جس روایت میں علت ہو اگرچہ درجہ اوّل کے ثقہ راویوں سے ہو پھر بھی ضعیف ہوگی۔ ثقہ راویوں کے اعتبار سے صحیح ہوگی مگر علّت کی وجہ سے ضعیف ہوگی۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ضعف اضافی چیز ہے۔ ہر روایت اپنے سے مافوق کے لحاظ سے ضعیف ہوگی اور علت والی روایت اسی درجہ کی غیر علّت والی روایت سے ضعیف ہوگی اور اسی پر ترجیح کا مدار ہے اور حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ۔ الغرض روایات اور روات کے اتنے کثیر اور شدید اختلاف کی موجودگی میں قطعیت کے ساتھ کسی ایک شق کو متعین کرنا مشکل ہے۔ (خزائن السنن ص ۲۵۴) یہ روایات ثقہ راویوں کے لحاظ سے بے شک اپنے اپنے مقام میں صحیح ہیں۔ مگر اضطراب کی وجہ سے ان پر عمل مشکل ہے اس لیے ان روایات کی بہ نسبت دوسری صحیح روایات

کو لینا جن میں اضطراب نہیں زیادہ راجح اور بہتر ہے، تو یہ ضعف ان روایات کے اعتبار سے ہے جو اسی درجہ کی ہیں اور ان میں اضطراب نہیں ہے۔

تیسری بات کہ صحیحین میں روایت کو مرفوع بیان کیا گیا ہے اور دوسری روایات میں موقوف۔ اور مولانا صفدر صاحب نے صحیحین میں مرفوع کے مقابلہ میں موقوف ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔

الجواب۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحیح روایات صرف صحیحین ہی میں نہیں بلکہ اس درجہ کی روایات دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں تو اسی درجہ کی صحیح روایت کو صحیحین میں موجود کے برابر یا مفہوم میں مخالف ہونے کی وجہ سے متعارض قرار دیا جا سکتا ہے پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو حضرات محدثین کرامؒ، امام زرقانیؒ اور علامہ اصیلیؒ سے نقل کیا ہے تو اثری صاحب کا اصل اعتراض تو پھر ان حضرات محدثین کرامؒ پر ہوا اور یہ قاعدہ بھی پیش نظر رہے کہ صحیحین کے ساتھ اسی درجہ کی دوسری روایات کے تعارض کی صورت میں صرف بخاری و مسلم میں روایت کا ہونا تقدیم کا سبب نہیں بلکہ خارج سے وجہ ترجیح کا اعتبار ہوگا۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص۴۱)

اس اعتراض سے قبل اگر اثری صاحب اپنے گھر میں جھانک لیتے تو یقیناً ان کو اس سے بھی بھیانک منظر نظر آتا۔ محدّث مبارکپوریؒ صاحب تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

قلت لکن لاختیار الشافعی حدیث ابی حمید وغیرہ وجھا وھو انہ اصح واثبت من حدیث وائل۔ (ابکار المنن ص۱۰۵)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعیؒ نے حضرت ابو حمیدؓ وغیرہ کی روایت کو اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ ہے اور وہ روایت حضرت وائلؓ کی حدیث سے اصح واثبت ہے۔

محدّث مبارکپوری صاحب حضرت وائلؓ کی حدیث سے حضرت ابو حمیدؓ وغیرہ کی روایت

کو اصح واثبت فرما رہے ہیں حالانکہ حضرت وائلؓ کی روایت مسلم ص۱۷۳ ج۱ کی اور حضرت ابو حمیدؓ کی روایت ابوداؤد ص۱۰۶ ج۱ اور ابن ماجہ ص۶۲ ج۱ وغیرہ کی ہے۔ اثری صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ صحیحین کی روایات کے ساتھ ان کے برابر کی دوسری روایت کو اگر برابر قرار دینا جرم ہے تو صحیحین کی حدیث پر دیگر کتب کی روایت کو اصح واثبت کہنا کیسا جرم ہوگا؟

چوتھی بات کہ علامہ اصیلیؒ کے کہنے پر بخاری کی اس روایت کو بھی حضرت موصوف موقوف ہی تسلیم کریں گے جو زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء پر عشر کے بارہ میں احناف کی دلیل ہے؟

الجواب: اثری صاحب! روایت کے موقوف ہونے کی صورت میں بھی ہمارا استدلال درست ہے یہ نظریہ آپ لوگوں کا ہے کہ موقوفاتِ صحابہؓ حجت نہیں ہیں اور ہمارے ہاں موقوفاتِ صحابہؓ خصوصاً ایسی بات میں جو قیاس اور رائے سے معلوم نہ کی جا سکے وہ حجت ہیں۔ (ملاحظہ ہو حسامی ص۹۳ و نور الانوار ص۲۱۷) نیز علامہ اصیلیؒ نے جو یہ فرمایا کہ چار مقامات میں نافعؒ نے سالمؒ کی مخالفت کی ہے۔ نافعؒ موقوف اور سالمؒ مرفوع بیان کرتے ہیں ان میں رفع یدین والی روایت اور عشر کے بارہ میں احناف کی مستدل روایت بھی ہے۔ اثری صاحب اگر علامہ اصیلیؒ کی عبارت پر تھوڑا سا غور کریں تو یقیناً ان کو رفع یدین اور عشر والی روایات میں فرق نظر آجائے گا۔ رفع یدین والی روایت میں علامہ اصیلیؒ کے قول کے ساتھ ساتھ امام مالکؒ کا روایت نہ لینا بھی ہے جب کہ عُشر والی روایت میں علامہ اصیلیؒ کا قول ہی ہے جس کی صحت وسقم کے لحاظ سے جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے۔

دوسرا اعتراض

اثری صاحب ص۲۷ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مسئلہ رفع یدین کے بارہ میں بخاری کی مرفوع روایت کے بارہ میں اقوال نقل کر کے کہا ہے کہ یہ موقوف ہے اور مرفوع قرار دینے میں بخاری کے راوی عبدالاعلیٰ کی جانب غلطی کی نسبت کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب یہ اعتراض بھی اثری صاحب کے اصولِ حدیث کے قواعد سے آنکھیں بند کر لینے کا نتیجہ ہے یا محض دھوکا دینا ہے ورنہ اثری صاحب کو معلوم ہوگا کہ صحیحین کے اسناد کے انقطاع وارسال اور بعض رواۃ پر وہم کا حکم لگانے کے بارہ میں حضرات محدثین کرامؒ نے بحث کی ہے۔ اگر اثری صاحب آنکھیں کھول کر تدریب الراوی کی اس عبارت کو پڑھ لیتے تو یقیناً وہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

القسم الخامس ماحکم فیہ علی بعض الرواۃ بالوھم فمنہ ما لا یؤثر ومنہ ما یؤثر۔ (تدریب الراوی ج۱ ص۱۳۹)	یعنی صحیحین کی متکلم فیہ روایات کی پانچویں قسم وہ ہے جس میں بعض رُوات پر وہم کا حکم لگایا گیا ہے تو بعض وہم مؤثر ہیں اور بعض مؤثر نہیں ہیں۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرات محدثینِ کرامؒ نے صحیحین کے راویوں میں سے بعض کی جانب وہم کی نسبت کی ہے اور اس کے باوجود وہ صحیحین کو صحیحین ہی مانتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی حضرت امام ابوداؤدؒ سے نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ روایت مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے اور علامہ ابنِ حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ راوی نے اسے مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

اثری صاحب کو یہ اعتراض حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی بجائے امام ابوداؤدؒ پر کرنا چاہیئے جنھوں نے الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع فرمایا ہے اور یا اعتراض علامہ ابنِ حجرؒ پر کریں جنھوں نے یہ بات اسمٰعیلی کی عن بعض مشائخہ نقل کی ہے کہ غلطی عبد الاعلیٰ نے کی ہے۔ یا اعتراض اسمٰعیلی اور اس کے مشائخ پر کریں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو ناقل ہیں اور ناقل کے ذمہ ثبوتِ نقل یعنی حوالہ ہوتا ہے وہ بفضلہٖ تعالیٰ انھوں نے بیان کیا ہوا ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ امام دارقطنیؒ کا قول الا شبہ بالصواب قول عبد الاعلیٰ مولانا صفدر صاحب کی نظر سے اوجھل ہوگیا تو اس پر ہم یہی کہیں گے کہ امام ابوداؤدؒ اور

امام دارقطنیؒ کے تقابل کی صورت میں ترجیح امام ابوداؤدؒ کو ہوگی اور پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امام ابوداؤدؒ الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع یقین کے ساتھ فرما رہے ہیں جو کہ اس بارہ میں ان کی تحقیق پر دال ہے جب کہ امام دارقطنیؒ الا شبہ بالصواب کے الفاظ فرما رہے ہیں جو امام ابوداؤدؒ کے الفاظ کی بہ نسبت یقین کو ثابت کرنے میں یقیناً کمزور الفاظ ہیں۔

حیرانگی کی بات ہے کہ اثری صاحب اور ان کا طبقہ اپنی باری آئے تو صحیحین کی روایات کو راوی پر تدلیس کا الزام لگا کر ردّ کر دیں۔ (تحقیق الکلام ج۲ ص۸۴) اور صحیح مسلم کے راوی کے بارہ میں یوں کہہ دیں قلت لا شک ان سلیمان التیمی ثقۃ لکنہ قد تقرر فی مقرہ ان الثقۃ قد یھم و یغلط (ابکار المنن ج۱ ص۱۵۹) اور جب دوسروں کی باری آئے تو قاعدہ کے مطابق بحث ونقد جو حضرات محدثین کرامؒ نے کیا ہو اس کے نقل کرنے پر بھی طعن وتشنیع کی توپ کھول دیں اور پھر اثری صاحب پر بہت ہی حیرت ہے کہ انھوں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی یہ عبارت نقل نہیں کی کہ: اور امام بخاریؒ نے ج۱ ص۱۰۲ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (کہ اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے)

تیسرا اعتراض اثری صاحب ص۲۸ اور ص۲۹ میں لکھتے ہیں مولانا صفدر صاحب نے صحیح مسلم کی روایت کو شاذ ومنکر کہا ہے اور کہا ہے کہ علاوہ ازیں عبد الرحمٰن اس کا راوی ضعیف ہے۔ (محصلہ)

الجواب محترم جناب اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اگر صحیح مسلم کی روایت کو شاذ کہنا جرم ہے تو اس جرم میں آنجناب کے اُستاذِ محترم محدث گوندلویؒ بھی شریک ہیں وہ مسلم ہی کی روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا صحیح نہیں ہے بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص۱۷۲)

اور خود اثری صاحب نے بھی اپنے اُستاد محترم کی تقلید کرتے ہوئے ان الفاظ کو شاذ کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص۲۴۶ ج۲) اثری صاحب پر تعجب ہے کہ جو کام خود بھی کرتے ہیں اس کے کرنے پر دوسروں کو طعن دیتے ہیں۔

چوتھا اعتراض اثری صاحب ص۳۰ پر لکھتے ہیں کہ خزائن السنن میں لکھا ہے کہ مؤطا امام مالکؒ کی احادیث بلا استثناء سب صحیح ہے ــــ اور اہلِ حدیث کا اتفاق ہے کہ اسکی سب روایات صحیح ہیں اور پہلے ہم باحوالہ نقل کر آئے ہیں کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم مقتدر علمائے احناف سے نقل کر چکے ہیں کہ اس حدیث پر جرح محض جہالت اور انتہائی تعصّب کا شاخسانہ ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے اپنے اس بیان میں دجل اور جہالت کی حد کر دی۔ ہم تو اثری صاحب کا کچھ شہرہ سُنتے تھے مگر جب ان کو پڑھنے کا موقع ملا تو وہ غیر مقلد کے غیر مقلد ہی نکلے۔ اگر اثری صاحب تعصّب کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر بات کرتے تو یقیناً یہ لکھتے کہ مولانا صفدر نے علامہ سیوطی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فالصواب ان المؤطا صحیح لا یستثنیٰ منہ شیء۔ اور پھر اثری صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ اہلِ حدیث کا اتفاق ہے کہ اس کی سب روایات صحیح ہیں یہاں بھی عربی عبارت کا یا تو ترجمہ کر ہی نہیں کر سکے یا جان بوجھ کر دجل سے کام لیا ہے۔ عربی عبارت یوں ہے:

واتفق اهل الحديث على	امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اہلِ حدیث کا اتفاق ہے کہ
ان جميع ما فيه صحيح على رأى	اس میں جتنی روایات ہیں وہ امام مالک و من وافقہ
مالك ومن وافقه۔	کی رائے کے مطابق صحیح ہیں۔

قارئین کرامؒ اصل عبارت اور اس کا ترجمہ دیکھیں اور پھر اثری صاحب کے بیان کردہ ترجمہ کو دیکھیں اور اثری صاحب کی علمیت اور دیانت پر ان کو ضرور داد دیں۔ اثری صاحب

کا یہ کہنا کہ ہم باحوالہ نقل کر آئے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں۔ بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اثری صاحب کے اس دجل اور جہالت کا جواب ہم ص۳۹ پر دے چکے ہیں۔

اثری صاحب نے یہ بھی لکھا کہ ہم مقتدر علمائے احناف سے نقل کر چکے ہیں کہ اس حدیث پر جرح محض جہالت اور انتہائی تعصّب کا شاخسانہ ہے اور حوالہ دیا ہے کہ توضیح الکلام میں ہم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

اثری صاحب کی اس عبارت کو پڑھنے کے بعد ہم نے ان کی بے مغز کتاب توضیح الکلام کا محولہ صفحہ دیکھا اور اس میں درج کیے ہوئے اصل حوالے ان کتابوں سے دیکھے تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اثری صاحب اور یہ شاطرانہ انداز۔ ہم اس کی کچھ وضاحت قارئین کرام کے لیے کرتے ہیں۔ علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس بات پر بحث کرتے ہوئے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا کہ نہیں۔ اس پر مسلم شریف کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ان کی عبارت ہے: وھذا الحدیث ظاھر فی ان البسملۃ لیست بفاتحۃ الکتاب۔ اور امام ابن عبد البرؒ کا قول نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ علماء کی یہ حدیث جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑے کو ختم کرنے والی ہے اور اپنے مفہوم میں نص صریح، ہے تاویل کا احتمال نہیں رکھتی اور ہیں سقوط البسملہ کے بارہ میں اس سے زیادہ واضح حدیث نہیں جانتا۔ (نصب الرایہ ص۳۲۹ ج۱)

اور پھر علامہ زیلعیؒ نے بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کی آیت بتانے والوں کا اس روایت پر اعتراض اور ایک دوسری روایت جو دارقطنی کی ہے اس کو مسلم کی روایت کی تفسیر ثابت کر کے بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کی آیت قرار دینے کے نظریہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ دارقطنی کی روایت جس میں ضعف ہے کو اختیار کرنے پر اور مسلم کی صحیح روایت کو ترک

کرنے پر قائل کو جہل اور تعصب نے اُبھارا ہے کیونکہ وہ اس کے مذہب کے موافق نہیں ہے۔
اور علامہ زیلعیؒ نے بات کس بارہ میں کی اور اثری صاحب اس کو کہاں فٹ کر رہے ہیں ؟
اس کو اثری صاحب کے الفاظ ہی میں ہم کیوں نہ کہیں کہ : بتلائیے اس سے بڑھ کر اور کیا
دھاندلی ہوگی ۔ اور اثری صاحب کو جاہل کہنا تو بڑی گستاخی ہوگی البتہ ان کی اس جرأت
رندانہ کو ہم صرف انتہائی تعصب پر ہی محمول کر سکتے ہیں کہ حبك الشيء يعمي ويصم ۔
ہو سکتا ہے کہ اثری صاحب یوں کہہ دیں کہ علامہ زیلعیؒ نے علاء بن عبد الرحمٰن کی روایت
کو صحیح کہا ہے حالانکہ مولانا صفدر صاحب نے علاء بن عبد الرحمٰن کو لیس بالمتین کہا ہے
تو ہم اس کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ صحیحین کی روایات جبکہ ان کے مقابل اسی درجہ
کی روایت نہ ہو وہ صحیح ہی ہوتی ہیں ۔ اور مسلم کی مذکورہ روایت کے مقابل دارقطنی کی کمزور
روایت ہے جو اس درجہ کی نہیں اس لیے مسلم کی روایت صحیح ہی ہے اور جس روایت
میں علاء بن عبد الرحمٰن پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح نقل کی ہے وہاں
وہ اپنے سے اوثق اور اثبت راویوں کی مخالفت کرتا ہے ۔ اس لیے امام زیلعیؒ کا قول اپنی
جگہ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اس پر جرح اپنی جگہ دونوں باتیں محدثین
کرام کے قاعدوں کے مطابق ہیں ۔

اثری صاحب کی علمیت اور دیانت

ہم قارئین کرام کے سامنے نصب الرایہ کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ اثری صاحب نے کیا ہے
ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد فیصلہ خود قارئین کرام کریں اور اثری صاحب کی علمیت کا اندازہ کریں :

حديث العلاء هذا قاطع تعلق المتنازعين وهو نص لا يحتمل التاويل ۔
(نصب الرایہ ص۳۳۶ ج۱)

کہ حدیث علاء اس مسئلہ (بسم اللہ) میں اختلاف کرنے والوں کے لیے برہان قاطع ہے اور یہ اس مسئلہ میں نص ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں ۔
(توضیح الکلام ص۱۷۲ ج۱)

ہم اس ترجمہ کو اثری صاحب کی جہالت کہیں یا دیانت سے تہی دامنی کہیں ؟
اس بارہ میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ۔ عربی سے واقفیت رکھنے والے قارئین کرام سے
اس فیصلہ تک پہنچنے میں مدد کے محتاج ہیں ۔ اس لیے قارئین کرام ہماری مدد فرمائیں
کہ کیا فیصلہ کیا جائے ؟

پانچواں اعتراض

اثری صاحب ص۳۱ پر لکھتے ہیں کہ "مولانا صفدر صاحب نے عمدۃ الاثاث میں مسلم کی روایت پر مختلف اعتراضات کیے ہیں اور کہا ہے کہ یہ روایت وہم اور غلط ہے ۔ (محصلہ)

الجواب

کاش اثری صاحب دیانت سے کام لیتے اور یہ کہنے کی بجائے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے اعتراضات کیے ہیں یوں کہتے کہ حضرات محدثین کرامؒ سے اس روایت پر اعتراضات نقل کیے ہیں ۔ مگر اس دیانت کی توقع اثری صاحب اور ان کے طبقہ سے کرنا خود کو فریب دینا ہے ۔
اثری صاحب ، حضرات محدثین کرام نے ہی بتلایا ہے کہ صحیحین میں موجود روایات صحیح ہیں اور محدثین کرامؒ نے ہی بتایا ہے کہ مسلم کی یہ روایت شاذ ہے ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو محدثین کرامؒ ہی کے خوشہ چین ہیں ۔

چھٹا اعتراض

اثری صاحب ص۳۱ تا ص۳۳ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے خزائن السنن اور عمدۃ الاثاث میں کہا ہے کہ مسلم کی روایت میں راوی کی غلطی سے (غیرہ) کا لفظ چھوٹ گیا ہے اور آگے لکھتے ہیں لیکن خواہ مخواہ صحیح مسلم کی روایت کو غلط قرار دینا درست نہیں ۔ کہاں یہ اصول کہ صحیحین کی جملہ روایات بالاجماع صحیح ہیں اور کہاں یہ جسارتیں کہ بخاری کی فلاں روایت مضطرب ہے فلاں فلاں مرفوع نہیں ... الخ ۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب نے یہاں بھی دیانت کا دامن فضول چیز سمجھتے ہوئے

جھٹک دیا ہے ورنہ وہ ایسی باتیں ہرگز نہ کہتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدثینِ کرامؒ کی جانب سے روایت پر اعتراض کو ذکر کیا اور پھر محدثینِ کرامؒ ہی سے چار جوابات نقل کیے ہیں۔

اثری صاحب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کہیں کہ فلاں جواب کمزور ہے یا وہ اعتراض کا جواب نہیں بنتا مگر یہ حق کس نے دیا ہے کہ ناقل کو نقل کی وجہ سے طعن کا نشانہ بنائیں اور لتاڑنا شروع کردیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جوابات نقل کیے ہیں ان میں وہ جواب بھی موجود ہے جو اثری صاحب کو پسند ہے کہ بعض حضرات نے تعدّد واقعہ پر ان مختلف روایات کو محمول کیا ہے۔ (خزائن السنن ص۱۸۵) اسی طرح عمدۃ الاثاث میں یہ لکھا ہے کہ اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے ایک بات محققین نے یہ بیان کی ہے۔ (عمدۃ الاثاث ص۹۱) اتنی واضح بات کے ہوتے ہوئے بھی اثری صاحب نے جو کچھ کہا اس کو تعصب اور سطحی ذہن کی عکاسی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

مودودی صاحب کی وکالت

اثری صاحب ص۳۲ پر لکھتے ہیں ایک روشن خیال بزرگ (شاید ان خیالات کی روشنی اثری صاحب نے اسی روشن خیال بزرگ سے لی ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کے لیے جو ذخیرہ رشد و ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تفاسیر، احادیث، فقہ اور جماعتِ صحابہؓ و سلف صالحینؒ سب سے متنفّر کردیا جائے اور موجودہ دور میں بھولے بھٹکے مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ایک ذریعہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی مدلل کتابیں ہیں اس لیے ان سے متنفّر کرنے کی ذمّہ داری اثری صاحب پوری کررہے ہیں۔ مرتب) نے کہہ دیا کہ بخاری کی تمام روایتیں صحیح نہیں تو اس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں۔ اس کا صاف لفظوں میں یہ مطلب ہُوا کہ پُوری اُمّتِ مسلمہ جو صحیحین بخاری و مسلم کو صحیح کہتی ہے اور علی الخصوص بخاری کی جملہ روایات کو صحیح مانتی ہے وہ مودودی صاحب کے نزدیک شرفاء کے زمرہ سے خارج ہے پھر

منکرینِ حدیث کا کیا قصور ہے جو ایسی واہی تباہی باتیں حدیث کے متعلق کہتے ہیں۔ (شوقِ حدیث ص۱۵۸) اس کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں، اور یہی بات انہی الفاظ سے ہم حضرت مولانا سے کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ جنابِ من صحیح بخاری و مسلم کی روایات پر یوں سخن سازی دُرست ہے تو منکرینِ حدیث کا کیا قصور ہے؟

الجواب

افسوس کہ یہاں بھی اثری صاحب نے دجل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر مودودی صاحب کے الفاظ و نظریات اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے الفاظ و نظریات میں ذراسی ہم آہنگی بھی ہوتی تو اثری صاحب کو جسارت کرنے کا نہیں بلکہ جرأت کرنے کا حق تھا کہ وہ یہ الفاظ کہتے مگر جب دونوں کے الفاظ و نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اثری صاحب کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے بارے وہ الفاظ کہنا جو انھوں نے مودودی صاحب سے کہے تھے صرف تعصب اور عناد ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں (بحوالہ الاعتصام ۴ شوال ۱۳۷۴ھ) مودودی صاحب کے الفاظ تو منکرینِ حدیث کے نظریات کے قریب تر ہیں، مگر اثری صاحب محدثین کرامؒ کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں کی گئی بحث و نقد کو بھی اسی زمرہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اثری صاحب سے عرض ہے کہ اگر آپ اور آپ کا طبقہ صحیحین کو صحیح مانتا ہے اور اس کے باوجود ان کی بعض روایات کو مدلس، شاذ، مضطرب اور اس کے راویوں کا وہم کہتا ہے تو ان ہی باتوں کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر طعن کا کیا معنےٰ؟ آخر اس سے مقصد سوائے حسد کے اور کیا ہے؟ یا تو آپ لوگ صاف کہہ دیں کہ ہم صحیحین کو صحیح نہیں مانتے اس لیے ان

پر نقد کو درست سمجھتے ہیں یا صحیح مانتے ہیں اور ان کی کسی روایت پر نقد کو درست نہیں سمجھتے تو پھر طعن اور اعتراض کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اگر تم صحیحین کو صحیح مان کر بھی ان کی بعض روایات پر نقد کرتے ہو تو پھر جب تمہارے نقد سے صحیحین کو صحیحین ماننے کے نظریہ پر زد نہیں پڑتی تو یقین جانئے اس سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے نظریہ پر بھی زد نہیں آتی۔ یہ آپ کا مجذوبانہ واویلا صرف حسد اور کینہ کی وجہ سے ہے جس کا علاج ذرا مشکل ہے۔

اصطلاحات محدثین سے بے خبری کا طعن

پہلا طعن اثری صاحب ص۲۴ پر عنوان قائم کرتے ہیں "اصطلاحاتِ محدثین سے بے خبری" اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الریب ص۲۱۱ میں یعقوب بن محمد بن عیسیٰ کے بارے امام ابوحاتم کا جو جملہ لکھا ہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں۔ اثری صاحب اس پر گرفت کرتے ہوئے دو باتیں لکھتے ہیں ایک یہ کہ امام ابوحاتم کے اصل الفاظ عندی عدل نہیں بلکہ ھو علی یدی عدل ہیں اور مولانا صاحب نے ھو عندی عدل لکھے ہیں۔ اور دوسری بات یہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتم کے الفاظ نقل کرتے ہوئے مولانا صفدر صاحب نے ھو عندی عدل تو لکھ دیا مگر اسکے بعد ادرکتہ فلم اکتب عنہ کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے پہلی بات جو کہی اس کا جواب انھوں نے خود ہی حاشیہ میں مذکور اپنی عبارت میں دے دیا ہے کہ امام ابوحاتم کے الفاظ تہذیب ص۳۹۷ ج۱۱ میں علامہ ابنِ حجرؒ نے نقل کیے ہیں۔ محترم اثری صاحب سے درخواست ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تہذیب کے حوالہ سے الفاظ نقل کیے ہیں اور تہذیب میں یہ الفاظ آپ عینک اتار کر بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ خود ان الفاظ کے تہذیب میں ہونے کا اقرار کر رہے ہیں تو پھر بے خبری کے طعن کا کیا

معنیٰ؟ اگر اصل الفاظ عندی عدل نہیں بلکہ امام ابوحاتمؒ کے صاحبزادے محمد عبد الرحمن کے بقول اصل الفاظ ھو علی یدی عدل ہیں تو یہ اعتراض اثری صاحب کو علامہ ابن حجرؒ پر کرنا چاہیئے جنھوں نے ھو عندی عدل کے الفاظ لکھے ہیں اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو بے خبری کا طعن دینا کسی عقل مند اور ذی ہوش کا کام تو نہیں ہو سکتا البتہ تعصّب سے بھڑکے ہوئے اثری صاحب کا معاملہ جُدا ہے۔

اثری صاحب ص۲۴ حاشیہ میں لکھتے ہیں مگر تہذیب میں تصحیف ہے ہماری اثری صاحب سے درخواست ہے کہ اثری صاحب قلم اٹھائیے اور کمر بستہ ہو جائیے علامہ ابنِ حجرؒ کے اس اقدام کے خلاف جہاد پر کہ انھوں نے تصحیف کیوں کی اور اصل عبارت کو نقل کیوں نہیں کیا۔ ہم اثری صاحب کے اس جہاد کے میدان میں اترنے کے منتظر رہینگے۔ (مُرتّب)

اثری صاحب نے دوسری بات صرف اپنے حواریوں کو چکمہ دینے کے لیے لکھی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ھو عندی عدل کے ساتھ مذکورہ الفاظ ادرکتہ ولم اکتب عنہ کو چھوڑ دیا ہے اگر تہذیب کی عبارت پر غور کرتے تو خود اسی سے اس کے غلط ہونے کا اشارہ مل جاتا کہ وہ عدل ہے تو اس سے روایت کیوں نہ لی۔ کچھ تو ہے جس کی بناء پر صرف نظر کیا جا رہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب یا تو بالکل ہی جاہل ہیں یا یہاں بھی اپنے روایتی شاطرانہ انداز کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اگر مابعد عبارت کے چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے تو واقعی اس عبارت کا چھوڑنا جرم ہوتا ہے اور اگر اس چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا تو بعد والی عبارت کو چھوڑنا کوئی جرم نہیں ہے۔ اثری صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ بتاتے کہ اس عبارت کے چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم تبدیل ہو گیا ہے اس لیے مولانا صفدر صاحب نے جرم کیا مگر یہ جرأت تو اثری صاحب نہ کر سکے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ اس

عبارت کے چھوڑنے سے قطعاً پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا کیونکہ عندی عدل کی صورت میں واضح ہے کہ عادل تو ہیں مگر میں نے ان سے حدیث نہیں لکھی۔ (کیوں نہیں لکھی اس کی کوئی خارجی وجہ ہو سکتی ہے۔ مرتب) اور اگر بالفرض علی یدی عدل کے الفاظ ہوں جیسا کہ اثری صاحب کا اصرار ہے تب بھی بعد والی عبارت چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا۔ اس لیے کہ علی یدی عدل ایسے الفاظ ہیں جن کو حافظ عراقیؒ الفاظِ توثیق بتاتے ہیں اور ابن حجرؒ عرصہ دراز تک ان کو الفاظ توثیق ہی سمجھتے رہے۔ (الرفع والتکمیل ص۱۲۶) اور پھر بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ جرح ہیں، مگر بعد والی کلام ادرکتہ ولم اکتب عنہ نہ جرح ہے نہ تعدیل۔ لم اکتب عنہ کو لا یکتب حدیثہ کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا اس لیے کہ کتابت حدیث سے ممانعت راوی کے متروک الحدیث یا کذاب ہونے کی صورت میں ہے۔ (تدریب الراوی ص۲۳۶ ج۱) اور جب راوی پر ایسی جرح نہ ہو تو اس سے کتابت حدیث کی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ وقولھم لیس بقوی یکتب حدیثہ۔ (تدریب الراوی ص۲۳۴ ج۱) جس راوی سے کتابتِ حدیث منع ہو وہ ساقط الاعتبار ہوتا ہے جبکہ یعقوب بن محمد اس درجہ کا راوی نہیں کہ اس کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے اس لیے کہ امام بخاریؒ نے اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وقال الحاکم ثقة مامون سکن بغداد وبھا مات قال وروی البخاری فی صحیحہ عن یعقوب غیر منسوب ویشبہ ان یکون ھو۔ الخ۔ (تہذیب التہذیب ص۳۹۷ ج۱۱)

اور امام حاکمؒ نے فرمایا کہ (یعقوب بن محمد) ثقہ ہے مامون ہے بغداد میں رہا اور وہاں ہی وفات پائی اور فرمایا اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کسی نسبت کے بغیر یعقوب سے روایت کی ہے اور بہتر بات یہی ہے کہ وہ یہی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس سے حدیث کیوں نہیں لکھی تو اس کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اسی یعقوبؒ بن محمدؒ کے بارہ میں امام ابن معینؒ نے فرمایا کہ جب وہ ثقات سے روایت کرے تو تم اس کی روایت کو لکھو غیر ثقات سے کرے تو نہ لکھو۔ ہو سکتا ہے کہ امام ابوحاتمؒ نے ثقات اور غیر ثقات دونوں سے روایت کرنے کی وجہ سے اس کی حدیث نہ لکھی ہو یا معاصرت کی وجہ سے کوئی اور وجہ ہو۔ جیسا کہ امام نسائیؒ کی حارثؒ بن مسکینؒ سے اور امام برقانیؒ کی ابوالقاسمؒ سے سامنے بیٹھ کر روایت نہ لینا بلکہ چھپ کر روایت سننا معاصرتی چشمک کی وجہ سے تھا۔ ولم اکتب عنہ سے راوی ساقط الاعتبار نہیں ہوتا۔ اصولِ حدیث کی کتابوں میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی محدث سے کسی خارجی امر کی وجہ سے روایات نہ لکھی گئی ہوں۔

اثری صاحب کی تسلی کے لیے صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے: وقال عمروؒ بن عون عن ھشیم سمعت من الزھری نحوا من مائة حدیث فلم اکتبھا۔ (تہذیب التہذیب ص۶ ج۱۱) کیا اثری صاحب جرأت کریں گے کہ کہہ دیں کہ فلم اکتبھا کہہ کر ہشیمؒ نے امام زہریؒ کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ بہرحال تہذیب پر اکتفا بھی غلط (حاشیہ ص۳۴) تو یہ انتہائی غیر مقلدانہ جسارت ہے شاید انھوں نے اپنے استاد محترم محدث گوندلویؒ کی خیر الکلام بھی نہیں پڑھی جس میں جگہ جگہ وہ تہذیب کے حوالے دیتے اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اثری صاحب ص۳۶ پر لکھتے ہیں غور فرمایئے کہ اگر ھو علی یدی عدل کے معنی یہ ہیں کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں جیسا کہ مولانا صفدر صاحب یعقوبؒ بن محمدؒ کے بارے میں کہے گئے ان الفاظ کا یہی ترجمہ کرتے ہیں..... الخ۔

اثری صاحب اس سے بڑا دجل اور کیا ہو سکتا ہے جس کا مظاہرہ آپ کر رہے ہیں؟ مولانا صفدر صاحب نے ھو علی یدی عدل کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ تہذیب

کے حوالے سے نقل کردہ الفاظ ھو عندی عدل کا ترجمہ کیا ہے۔ اثری صاحب کی عقل پر حیرانگی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے الفاظ ایک کتاب (تہذیب) سے نقل کیے ہیں اور اثری صاحب ان سے اس کا ترجمہ دوسری کتاب (الجرح والتعدیل) میں کو دالفاظ کا کروانا چاہتے ہیں مگر ایسی بات کی توقع اثری صاحب جیسے مجذوب سے تو کی جا سکتی ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم جیسے باہوش و حواس سے اس کی توقع ہرگز نہ کی جا سکتی ہے اور نہ کرنی چاہیئے۔

دوسرا طعن

اثری صاحب ص۳۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدرؒ نے لین الحدیث کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے اس کا یہ معنی قطعاً نہیں کیونکہ مراتب جرح و تعدیل بیان کرنے والوں نے لین الحدیث کو چھٹے اور ضعیف کو آٹھویں مرتبہ میں ذکر کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب

محسوس ہوتا ہے کہ اثری صاحب انتہائی بدحواسی کا شکار ہیں یا انہوں نے عقل بیچ کر چھوہارے کھا لیے ہیں ورنہ وہ ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لین الحدیث کا جو معنیٰ کیا ہے وہی اس کا معنٰے ہے ورنہ اثری صاحب نے تنقید کرنے اور ڈیڑھ صفحہ سیاہ کرنے کے باوجود ان الفاظ کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ لین لان یلین سے ہے جس کا معنٰے ہے نرم، کمزور اور ضعیف جیسا کہ المنجد میں اللینۃ مصدر لان الضعف والاسترخاء۔ لہٰذا لین الحدیث کا ترجمہ حدیث میں نرم ہے۔ حدیث میں کمزور ہے اور حدیث میں ضعیف ہے ہر ایک درست ہے اس لیے کہ اردو میں یہ تمام الفاظ استعمال ہوتے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لین الحدیث کا ترجمہ کیا ہے اس کی اصطلاح بیان نہیں کی کہ اس کو ضعیفِ اصطلاحی کے مقابل رکھ کر اعتراض کیا جائے۔ اثری صاحب نے الفاظ کے ترجمہ کو غلط کہا ہے تو ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ لغت کی کتابوں سے اس کا غلط ہونا ثابت کرتے اس لیے کہ ترجمہ کا غلط یا صحیح ہونا تو لغت سے تعلق رکھتا ہے۔ اثری صاحب اعتراض

تو کر گئے مگر یہ غور نہ کیا کہ خود انہوں نے توضیح الکلام ص۴۴۴ ج۲ میں اور ان کے استاد محترم محدث گوندلویؒ نے خیر الکلام ص۴۸۲ میں لیّن کا معنی کمزور ہی کیا ہے وہ لکھتے ہیں لینہ النسائی من قبل حفظہ۔ امام نسائیؒ وغیرہ نے اس کو حافظ کی بناء پر کمزور قرار دیا ہے۔ الخ جب اردو میں ضعیف اور کمزور دونوں استعمال ہوتے ہیں تو اثری صاحب کا اعتراض کسی غلطی سے آگاہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف خبث باطنی کا اظہار ہے۔

پھر یہ بھی اثری صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ضعیف کو صرف ایک اصطلاحی میں ہی سمجھ رہے ہیں حالانکہ رواۃ میں ضعف کے شدّت اور خفّت کے تفاوت کے لحاظ سے ضعیف میں بھی درجات ہیں۔ (ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص۱۶۹ ج۱، قواعد فی علوم الحدیث ص۲۶) اگر اس سے بھی اثری صاحب کی تسلی نہ ہو تو پھر علامہ سیوطیؒ کے ان الفاظ پر غور کریں (فیہ ضعف (او فی حدیثہ ضعف) ھذہ من مرتبۃ لین الحدیث وھی الاولی۔ (تدریب الراوی ص۳۴۸ ج۱)

تیسرا طعن

اثری صاحب ص۳۸ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ روایاتِ سنن بھی علی شرط الشیخین ہیں اس لیے ان کا مرتبہ بھی وہی ہو گیا جو صحیحین کا ہے ... الخ (خزائن السنن ص۳۶۰)

اس پر گرفت کرتے ہوئے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات جو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرما رہے ہیں اس سے اصولِ حدیث کا کوئی طالب علم اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ صحیح حدیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے اہلِ علم نے متفق علیہ پھر بخاری پھر مسلم پھر علیٰ شرطہما... الخ کا درجہ رکھا ہے۔ (محصلہ)

الجواب

یہ بات تو اثری صاحب نے اصولِ حدیث کی کتابوں سے پڑھ لی مگر اس کے ساتھ جو مزید کہا گیا ہے اگر اس کو اثری صاحب پیش نظر رکھتے تو دیانت کی دنیا میں اس طعن کی جسارت نہ کرتے۔ کتبِ احادیث میں صحت کے

لحاظ سے مجموعی حیثیت سے واقعی یہ درجات ہیں جو اثری صاحب نے بیان کیے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ صحیحین میں مذکور ہر ہر روایت کو ہر حالت میں دوسری صحیح احادیث پر ترجیح ہوگی بلکہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

وھذا التفاوت انما ھو بالنظر الی الحیثیۃ المذکورۃ اما لو رجح قسم علی ما فوقہ بامور اخری تقتضی الترجیح علی ما فوقہ فانہ یقدم علی ما فوقہ اذ قد یعرض للمفوق ما یجعلہ فائقا کما لو کان الحدیث عند مسلم مثلا وھو مشھور قاصر عن درجۃ التواتر لکن حفت قرینۃ صار بھا یفید العلم فانہ یقدم علی الحدیث الذی یخرجہ البخاری اذا کان فردا وکما مطلقا لو کان الحدیث الذی لم یخرجاہ من ترجمۃ وصفت بکونھا اصح الاسانید کمالک عن نافع عن ابن عمر فانہ یقدم علی ما انفرد

اثری صاحب نے کتابوں کے جو درجات بیان کیے ہیں ان میں یہ تفاوت مذکورہ حیثیت کو دیکھتے ہوئے ہے لیکن اگر کسی قسم کی ترجیح کا تقاضا کرنے والے دیگر امور کی وجہ سے اپنے سے بلند درجہ کتاب والی روایت پر ترجیح دی جائے تو وہ ان امور کی وجہ سے مقدم ہو جائے گی کیونکہ کم درجہ کتاب میں پائی جانے والی روایت کو ایسے اوصاف حاصل ہو جاتے ہیں جو اس کو (اپنے سے بلند درجہ کتاب کی روایت پر) مقدم کر دیے گی جیسا کہ اگر مسلم کی حدیث مثلاً حد تواتر سے کم ہو اور مشہور درجہ کی ہو لیکن (ترجیح دینے والے) قرائن پر مشتمل ہو تو وہ روایت ان قرائن کی وجہ سے مفید علم ہو جائیگی تو وہ اس روایت پر مقدم ہو گی جس کو بخاری فرد مطلق روایت کرتے ہیں اور اسی طرح اگر شیخین (امام بخاریؒ و مسلمؒ) نے اصح الاسانید کے ساتھ موصوف سند سے جیسا کہ مالک عن نافع عن ابن عمر روایت نہ لائی ہو تو اس اصح الاسانید کو اس روایت پر ترجیح ہو گی جس کو صرف بخاری یا صرف

بہ احدھما مثلا لا سیما اذا کان فی اسنادہ مقال۔

(شرح نخبۃ الفکر ص۳۲)

مسلم نے روایت کیا ہو خصوصاً جب کہ ان کی پیش کردہ روایت میں کوئی متکلم فیہ راوی ہو۔

اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں :

قال الزرکشی ومن ھنا یعلم ان ترجیح کتاب البخاری علی مسلم انما المراد بہ ترجیح الجملۃ لا کل فرد من احادیثہ علی کل فرد من احادیث الآخر۔

یعنی امام زرکشیؒ نے فرمایا اور اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بخاری کی کتاب کو مسلم پر ترجیح سے مراد مجموعی لحاظ سے ترجیح ہے۔ یہ نہیں کہ اس (بخاری) کی احادیث میں سے ہر ایک حدیث کو دوسرے (مسلم) کی ہر ہر حدیث پر ترجیح ہے۔

(تدریب الراوی ص ١٢٣/١)

نیز بخاری و مسلم کو دیگر کتب پر ترجیح اس لیے ہے: لاتفاق العلماء بعدھما علی تلقی کتابیھما بالقبول۔ کہ ان دونوں کے بعد علماء نے ان دونوں کی کتابوں کو سندِ قبولیت دینے پر اتفاق کیا ہے تو ترجیح کی وجہ تلقی بالقبول ہے اور یہ تلقی بالقبول کبھی قول کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی عمل کے ساتھ (انہاء السکن ص١٧) اور روایاتِ سنن پر اُمت کی اکثریت نے عمل کر کے تلقی بالقبول عمل کے ساتھ کر دیا تو ایسی حالت میں ان کا درجہ صحیحین کا کیوں نہ ہوا جب کہ وہ سند کے لحاظ سے بھی علیٰ شرط الشیخین ہوں۔ کون سی چیز مانع ہے؟ اور کس بنیاد پر اثری صاحب طعن کر رہے ہیں؟ صرف یہ دیکھ کر کہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں کتبِ حدیث کے مراتب بیان کیے گئے ہیں۔ اثری صاحب! سنن کی روایات کو صحیحین کے مرتبہ میں کہہ دینے کی وجہ سے اس قدر غصہ سے لال پیلے ہونے کی ضرورت نہیں۔ بات دلیل سے ہونی چاہیئے۔ اور پہلے باحوالہ گزر چکا ہے کہ محدث مبارکپوریؒ نے سنن کی روایت کو مسلم کی روایت سے اصح

واثبت لکھا ہے۔ (ابکار المنن ص ۱۰۵/۱) یہاں آپ کو زیادہ غصہ چڑھانا چاہیے۔

اثری صاحب بے چارے اپنی ہی پیش کردہ عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکے جو انہوں نے علامہ سیوطیؒ کی تدریب الراوی ص ۱۲۴/۱ سے نقل کی ہے: فائدۃ التقسیم المذکور تظہر عند التعارض والترجیح - اس مذکورہ تقسیم کا فائدہ تعارض اور ترجیح کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ (ص ۳۹) اگر اس تقسیم کے تحت اقسام میں سے کوئی ایک قسم دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتی تو تعارض کا کیا معنیٰ؟ اور پھر ترجیح کا کیا معنیٰ؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایات کا ایک دوسرے سے اور علیٰ شرطہما روایات کا ان دونوں سے اور ان میں سے ہر ایک سے تعارض ہو سکتا ہے اور تعارض اسی وقت ہوگا جب کہ ہم مرتبہ ہوں ورنہ تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے سنن کی علیٰ شرط الشیخین روایات کو صحیحین کے مرتبہ کا کہا ہے تو اس میں اصولِ حدیث کے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جب کہ محدث مبارک پوریؒ نے سُنن کی روایت کو مسلم کی روایت سے اصح واثبت کہا ہے۔ عند التعارض والترجیح کا مفہوم تو اصول الشاشی اور نور الانوار کے طلبہ بھی سمجھ سکتے ہیں مگر افسوس کہ اثری صاحب اتنی سمجھ سے بھی محروم ہیں۔

چوتھا طعن اثری صاحب ص ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مالک بن یحییٰ پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: اسکی حدیث میں نظر اور کلام ہے اور آگے علامہ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی اصطلاح ہے کہ جب وہ کسی راوی کے بارے میں فیہ نظر کہتے ہیں تو وہ انتہائی درجہ کا کمزور اور ضعیف ہوتا ہے۔ (محصلہ) اس عبارت پر گرفت کرتے ہوئے اثری صاحب التکمیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلے الفاظ میں راوی کی روایت پر جرح مقصود ہوتی ہے۔ راوی فی نفسہ ثقہ اور صالح ہوتا ہے جبکہ دوسرے الفاظ میں راوی کی صداقت پر کلام ہوتا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے مگر یہاں بھی اثری صاحب خود جہالت کا شکار ہیں۔ امام بخاریؒ تین قسم کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں: فیہ نظر۔ فی حدیثہ نظر اور فی اسنادہ نظر۔ فی اسنادہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان تو فرق ہے مگر فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان کوئی فرق نہیں اس لیے کہ ان دونوں میں مقصود راوی پر کلام ہوتا ہے جب کہ فی اسنادہ نظر میں راوی پر کلام نہیں ہوتا بلکہ اس کی روایت پر کلام ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ فرماتے ہیں۔

قول البخاری فی حق احد من الرواۃ فیہ نظر یدل علی انہ متہم عندہ۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۸۸)

یعنی امام بخاریؒ جب راویوں میں سے کسی کے بارہ میں فیہ نظر فرماتے ہیں تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ راوی انکے نزدیک متہم ہے۔

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

حتی انہ قال اذا قلت فی حدیثہ نظر فہو متہم واہ۔ (الرفع والتکمیل ص ۴۰۲)

یہاں تک کہ انہوں (امام بخاریؒ) نے فرمایا کہ جب میں فی حدیثہ نظر کہوں تو وہ راوی متہم اور بہت کمزور ہوتا ہے۔

ان دونوں عبارتوں سے واضح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں مقصود ایک ہی ہے کہ راوی پر کلام ہے۔ اور فی اسنادہ نظر کی اصطلاح کے متعلق مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں:

فی اسنادہ نظر قلت ہذہ عبارتہ یرید ان الحدیث الذی روی من اویس فی الاسناد

یعنی فی اسنادہ نظر اس عبارت کے بارہ میں میں کہتا ہوں کہ اس کی مراد یہ ہے کہ بیشک وہ حدیث جو اویس سے روایت کی گئی ہے

الحب اولیس نظر۔ اولیں تک اسناد کے بارہ میں اس میں نظر ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ فی اسنادہ نظر میں کلام راوی پر نہیں بلکہ اس کی روایت پر ہوتی ہے۔ اثری صاحب خبط کا شکار خود ہیں اور بے خبری کا طعن حضرۃ شیخ الحدیث دام مجدہم کو دے رہے ہیں۔ اس کے بعد ضرورت تو نہیں مگر اثری صاحب کی تسلّی کے لیے اور قارئینِ کرام کے اطمینان کے لیے ہم فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کا ایک ہی بات پر استعمال علامہ ذہبیؒ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

قال البخاری، عثمان بن فائد القرشی بصری روی عنہ سلیمان فی حدیثہ نظر (میزان الاعتدال ص ۵۱ ج ۳)

امام بخاریؒ نے فرمایا عثمان بن فائدؒ قرشی بصری ہے جس سے سلیمان نے روایت کی ہے اُس کی حدیث میں نظر ہے۔

اور علامہ ذہبیؒ آگے لکھتے ہیں:

قلت متھم بوضع ھذہ الاحادیث عثمان وقل ان یکون عند البخاری رجل فیہ نظر الا وھو متھم۔ (میزان الاعتدال ص ۵۲ ج ۳)

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کو وضع کرنے میں متہم عثمان ہے اور امام بخاریؒ کے ہاں جو آدمی فیہ نظر ہو وہ کم از کم اس درجہ کا ہوتا ہے کہ متہم ہو۔

امام بخاریؒ فی حدیثہ نظر فرما رہے ہیں اور علامہ ذہبیؒ اسی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ جس کے بارہ میں امام بخاریؒ فیہ نظر کہہ دیں تو وہ متہم ہوتا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امام بخاریؒ کا فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر فرمانا ایک ہی ہے یا قریب قریب ہے۔ علامہ ذہبیؒ ہی کی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کا مفہوم سمجھا اور ان کو استعمال کیا ہے اگر اس کو اصطلاحِ حدیث سے ناواقفی قرار دیا جاتا ہے۔ تو اثری صاحب پہلے علامہ ذہبیؒ کے بارہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ وہ اصطلاحِ حدیث سے ناواقف تھے،

بھی بڑی خوشی کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کے بارہ میں کہہ دیں اس وقت ہمیں کوئی اعتراض اثری صاحب پر نہ ہوگا۔ جب محدثین کرامؒ نے تعریف اور استعمال کے لحاظ سے فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کو ایک ہی یا قریب قرار دیا ہے تو اثری صاحب کا اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض و طعن صرف تعصب کا مظاہرہ اور اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔

پانچواں طعن اثری صاحب ص ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عوام بن حمزہ کے بارے امام ابن معینؒ کے الفاظ لیس بشئی، اور امام احمدؒ کے الفاظ لہ مناکیر کہ وہ منکر الحدیث ہے کے ساتھ جرح نقل کی ہے اور اس کو جرح مفسر قرار دیا ہے حالانکہ یہ جرح مفسر نہیں ہے۔

الجواب افسوس ہے اثری صاحب کی دیانت پر کہ انھوں نے احسن الکلام ص ۱۳۰ ج ۲ (جو کہ طبع سوم میں ص ۱۴۲ ج ۲ ہے) سے ان الفاظ کو تو نقل کر دیا مگر اسی صفحہ اور اسی بحث میں محدث مبارکپوری صاحبؒ کے اسی اعتراض کا جو جواب دیا گیا ہے اس سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں اور وہی اعتراض نقل کر دیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارکپوریؒ صاحب کی اپنی ہی ابکار المنن کی عبارت سے اس کا جواب دیا ہے کہ کیا مولانا کو اپنا لکھا ہوا یہ ارشاد یاد نہیں کہ جس راوی کے متعلق منکر الحدیث ہونے کا الزام ہو اس کی حدیث قابلِ ترک ہوتی ہے کیونکہ جرح مفسر ہے۔

اگر اثری صاحب تعصب اور حسد کا شکار نہ ہوتے تو اس جواب کے بعد دوبارہ اعتراض کر کے خواہ مخواہ کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے اوراق سیاہ نہ کرتے۔

اعتراضات کا شوق اسی بحث میں اثری صاحب نے کہا کہ ہم نے لیس بشئی کی ضروری بحث توضیح الکلام ص ۲۵۶ ج ۱ میں بیان کر دی ہے (محصلہ) ہم نے جب توضیح الکلام کا محولہ صفحہ دیکھا تو اس میں لیس بشئی کی بحث تو درکنار

پورے صفحہ میں لیس بشیء کے الفاظ بھی نہیں ہیں ۔ اس سے پہلے ہم اثری صاحب ہی کی زبان میں کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر اعتراضات کے شوق نے انھیں کتنا غافل کردیا ہے۔ (اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً) اثری صاحب نے لیس بشیء کی بحث اپنی کتاب توضیح الکلام ص ۴۹۶ ج ۱ پر کی ہے جس کی جانب اس کتاب میں انھوں نے اشارہ کیا ہے اس بحث میں انھوں نے اپنی ذہانت اور علمیت کے عجیب گل کھلائے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۱۳۰ ج ۲ (اور طبع سوم کے ص ۱۴۲ ج ۲) پر عوام بن حمزہ پر میزان الاعتدال کے حوالہ سے امام یحییٰ بن معین کی جرح ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ اس کی حدیث محض ہیچ ہے۔ (اور میزان کے الفاظ یہ ہیں۔ لیس حدیثه بشیءٍ میزان الاعتدال ص ۳۰۲ ج ۳) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح لیس حدیثه بشیء کے الفاظ سے نقل کی اور اثری صاحب نے فضول مغز کھپائی کرتے ہوئے بحث لیس بشیء کی چھیڑ دی حالانکہ امام ابن معینؒ کے نزدیک لیس حدیثه بشیءٍ اور لیس بشیءٍ کے درمیان فرق ہے۔

لیس حدیثه بشیءٍ سے ان کی مراد قلیل الحدیث ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد کچھ اور ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے: وقال الدوری عن ابن معین لیس حدیثه بشیء وقال فی موضع آخر لیس بثقة۔ (الرفع والتکمیل ص ۲۱۷) یعنی دوری نے فرمایا کہ رشدین بن کریب کے بارہ میں امام ابن معینؒ نے کہا لیس حدیثه بشیء کہ اس کی حدیث محض ہیچ ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ لیس حدیثه بشیءٍ امام ابن معینؒ کے نزدیک لیس بثقة کے برابر ہے جب کہ لیس بشیءٍ سے ان کے نزدیک مراد قلیل الحدیث ہونا ہے مگر اثری صاحب لیس حدیثه بشیء کو لیس بشیءٍ کے برابر قرار دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اثری

صاحب نے لیس بشیء اور لیس حدیثه بشیءٍ کے درمیان جہالت کی وجہ سے فرق نہیں کیا تو بھی قابلِ افسوس ہے کہ جاہل خود ہیں اور اصطلاح حدیث سے بے خبری کا طعن حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو دے رہے ہیں اور اگر جان بوجھ کر دھوکا دینا چاہتے ہیں تب تو صد ہا افسوس ہے کہ یہ سراسر تعصب ہے اور ایسی بات کسی مذہبی طبقہ کے راہنما کو زیب نہیں دیتی۔

اثری صاحب کی حواس باختگی

ضرورت تو نہ تھی کہ ہم اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام کے بارہ میں کچھ لکھتے ہیں مگر چونکہ انھوں نے اپنی اس کتاب میں اپنی کتاب توضیح الکلام میں تفصیلی بحث کرنے کے ایسے اشارے کیے ہیں جن سے شبہ پڑ سکتا ہے کہ نہ جانے وہ کیسی انوکھی اور علمی تحقیق ہے جس کے بار بار حوالے دیئے جا رہے ہیں اس لیے ہم نے توضیح الکلام کی بعض ان باتوں کو بھی زیر بحث لایا ہے جن کے اشارے انھوں نے اپنی اس کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" دیئے ہیں۔ اثری صاحب ص ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ له مناکیر اور منکر الحدیث کے درمیان فرق کی تفصیل توضیح الکلام ص ۴۹۸ ج ۱ اور ص ۴۹۹ ج ۱ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

ہم نے جب ان کے محولہ صفحات دیکھے تو اثری صاحب کی حواس باختگی ہمارا منہ چڑانے لگی۔ اثری صاحب نے اس مقام پر دو باتیں کی ہیں: ایک یہ کہ مولانا صفدر صاحب نے له مناکیر اور منکر الحدیث کے فرق کو نہیں سمجھا اور دوسری بات یہ کی کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارک پوریؒ پر افتراء باندھا ہے کہ انھوں نے منکر الحدیث کو جرح مفسر قرار دیا ہے۔ (محصلہ)

پہلی بات کہ مولانا صفدر صاحب نے له مناکیر اور منکر الحدیث کے فرق کو نہیں سمجھا۔

الجواب | اثری صاحب نے یہاں بھی اپنی حواس باختگی اور جہالت کا ثبوت دیا ہے،

اثری صاحب نے عنوان قائم کیا ہے لہ مناکیر اور منکر الحدیث کے درمیان فرق کے بارے میں اور ان ہی کے درمیان فرق نہ کرنے کا طعن وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو دے رہے ہیں مگر افسوس کہ خود اثری صاحب نے اپنی پوری بحث اور بیان کردہ دلائل میں لہ مناکیر کی ذرا بھی بحث نہیں کی بلکہ روی المناکیر، او یروی المناکیر او فی حدیثہ نکارۃ کی خارج از بحث سے صفحات سیاہ کر دیئے روی المناکیر او یروی المناکیر او فی حدیثہ نکارۃ کے الفاظ کے مفہوم اور لہ مناکیر کے مفہوم میں واضح فرق ہے۔ روی، یروی فعل ہیں اور فعل میں حدوث ہوتا ہے استمرار اور دوام نہیں ہوتا اس لیے ان صورتوں میں نکارت کا دوام نہ ہونے کی وجہ سے حکم اور ہے جیسا کہ نصب الرایہ کی اس عبارت میں بھی اشارہ موجود ہے جو اثری صاحب نے پیش کی ہے۔ اثری صاحب کی پیش کردہ عبارت ان ہی کے ترجمہ کے ساتھ اس طرح ہے:

لان من یقال منکر الحدیث لیس	کیونکہ جسے منکر الحدیث کہا جائے وہ اس طرح
کمن یقال فیہ روی احادیث	نہیں جیسے روی احادیث منکرہ کہا جائے
منکرۃ لان منکر الحدیث وصف	کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے
فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ	جس سے اسکی حدیث متروک قرار پاتی ہے
والعبارۃ الاخریٰ تقتضی انہ وقع	اور دوسری عبارت میں نکارت کا دوام
لہ فی حین لا دائماً۔ (نصب الرایہ ص ۱۲۹/۱)	نہیں ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۹/۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ منکر الحدیث راوی کے متروک الحدیث ہونے کا سبب ہے جب کہ روی احادیث منکرۃ میں نکارت کا دوام نہ ہونے کی وجہ سے اسکا حکم اور ہے۔

اسی طرح فی حدیثہ نکارۃ میں نکارۃ قلیل ہے۔ نیز اس میں نکارت راوی کی صفت نہیں بلکہ اسکی حدیث کی ہے جبکہ منکر الحدیث وصف فی الرجل ہے

تو دونوں میں فرق ظاہر ہے اور لہ مناکیر میں مناکیر کا ثبوت راوی کے لیے ہے تو یہ اس کا وصف ہے اور لہ مناکیر میں مناکیر کثیر ہیں کیونکہ مناکیر جمع ہے اور صاحب مناکیر کثیر پر منکر الحدیث کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ خود اثری صاحب نے ابکار المنن کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں: حتی تکثر المناکیر فی روایتہ وینتھی الی ان یقال فیہ منکر الحدیث کہ وہ راوی مناکیر کو اس کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے۔ باقی رہا یہ سوال کہ امام احمدؒ نے تو فرمایا لہ مناکیر ثلاثۃ اس سے مناکیر کی کثرت کیسے ثابت ہوتی ہے اور اسی بات کا واویلا اثری صاحب نے کیا کہ ہائے ثلاثہ کا لفظ چھوڑ دیا۔

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک یقیناً ثلاثۃ اس معاملہ میں حد کثرت ہے ورنہ روی یا یروی سے اس کو تعبیر کرتے جب انھوں نے جملہ اسمیہ لایا ہے، تو اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ ثلاثۃ کی حد ان کے نزدیک کثرت کی ہے لہٰذا اس کو منکر الحدیث ہی کہا جاتا ہے جو صاحب مناکیر کثیر ہو۔ اثری صاحب کو چاہیئے تھا کہ دعویٰ کے مطابق دلیل پیش کرتے مگر حواس باختگی کے عالم میں وہ اپنے عجیب علمی شگوفے چھوڑتے چلے گئے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ کی اصطلاح منکر الحدیث کے بارے میں باقی ائمہ جرح و تعدیل سے بالکل جُدا ہے اور اس کا اعتراف خود مولانا صفدر صاحب کو ہے، اس لیے اگر امام احمدؒ نے منکر الحدیث بالفرض کہا بھی ہے تو اس کو جرح مفسر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ منکر الحدیث امام احمدؒ کی اصطلاح میں اس پر بولا جاتا ہے جو غریب حدیث لائے اور غریب حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے۔

(محصلہ توضیح الکلام ص ۵۰۰/۱ اور مولانا سرفراز صفدرؒ اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۴۱)

اثری صاحب اگر حواس باختگی کے عالم سے نکلیں تو کوئی ان سے کہے کہ حضرت

شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ نہیں کہا کہ امام احمدؒ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے تا کہ یہاں امام احمدؒ کی اصطلاح لی جائے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ اس کو صاحب مناکیر کہہ رہے ہیں کہ وہ صاحب مناکیر کثیر ہے جو بالاتفاق ائمہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کے برابر ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا ہے کہ امام احمدؒ منکر الحدیث بتا رہے ہیں۔

محدّث مبارک پوریؒ پر افتراء باندھنے کا الزام،

اثری صاحب نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے مولانا مبارک پوریؒ پر افتراء باندھا کہ انھوں نے منکر الحدیث کو جرح مفسر قرار دیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب

اگر اثری صاحب ابکار المنن کی عبارت جو انھوں نے خود پیش کی ہے اگر وہ عبارت پوری نقل کر دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا مگر انھوں نے عافیت اسی کو ہضم کرنے میں ہی سمجھی۔ عبارت اس طرح ہے: وینتهی الی ان یقال فیه منکر الحدیث لان منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق به الترك لحدیثه۔ (ابکار المنن ص۱۹۹ یعنی بکثرت مناکیر روایت کرے حتّٰی کہ اسکے بارہ میں منکر الحدیث کہا جانے لگے۔ کیونکہ منکر الحدیث آدمی میں ایسا وصف ہے جس سے اس کی حدیث متروک قرار پاتی ہے۔

اگر اثری صاحب اُصولِ حدیث کی کتابوں میں دیکھ لیتے کہ جرح مفسر کس کو کہتے ہیں اور مبارکپوری صاحبؒ کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو دیانتاً فیصلہ وہی کرتے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا ہے حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک جرح مفسر وہ ہوتی ہے جس میں راوی سے روایت نہ لینے کی وجہ اور سبب مذکور ہو اور یہاں بھی راوی کی روایت کو اس لیے ترک کیا جا رہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے جس کی وجہ سے حدیث متروک قرار پائی جا رہی ہے وہ راوی کا وصف منکر الحدیث ہونا ہے تو اب اہلِ علم و انصاف

سے درخواست ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ یہ جرح مفسر ہے یا کہ نہیں؟ اور یہ عبارت ابکار المنن کی ہے یا نہیں؟ اس کے باوجود اگر اثری صاحب اس کو افتراء قرار دیتے ہیں تو نہ جانے ان کے نزدیک حقیقت کس بلا کا نام ہے؟ اثری صاحب حقیقت سے آنکھیں بند کر کے ناحق مسلکی طرف داری کا نام تعصّب ہے جس کا مظاہرہ جابجا آپ نے فرمایا ہے۔

چھٹا طعن

اثری صاحب ص۴۱ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے سعید بن عامر کے بارے حافظ ابنِ حجرؒ کے قول ربما وهم اور امام ابو حاتمؒ کے الفاظ فی حدیثه بعض الغلط نقل کر کے جرح کی ہے اور پھر مُبارک پوری صاحبؒ کے حماد بن سلمہؒ کے بارے میں یہ قول کہ اس کا آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا پس اس حدیث کو صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا کو نقل کیا اور فی حدیثه بعض الغلط کو تغیر کے برابر قرار دے کر اپنے لیے ایک مخلص نکال لیا.... الخ۔ اور یہ بات کہ ربما وهم اور فی حدیثه بعض الغلط کو تغیر کے برابر قرار دینا مولانا صفدر صاحب کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری ہے۔ (محصلہ)

الجواب

کاش کہ اثری صاحب میں عبارت سمجھنے کی کچھ صلاحیت ہوتی۔ ہم قارئین کرام کے لیے اس کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ وہ اثری صاحب کی فہم و فراست کے حدود اربعہ سے آگاہ ہو جائیں۔ ایک مقام پر حضرت محدّث گوندلویؒ نے حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ کے اثر کو صحیح قرار دیا ہے اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ اس کی سند میں سعید بن عامر ہے جس پر علامہ ابن حجرؒ نے ربما وهم ہے اور امام ابو حاتمؒ نے فی حدیثه بعض الغلط سے جرح کی ہے اس کے باوجود اس اثر کو صحیح قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے حالانکہ محدّث مبارک پوری صاحبؒ نے حماد بن سلمہ کے آخر عمر میں حافظہ کے متغیر ہونے کی وجہ سے اس کی مروی روایت کے بارے لکھا ہے کہ اس حدیث کو صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔

یہ بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنی دلیل کے حصّہ کے طور پر بیان فرمائی ہے کہ جب ایک راوی کا حافظ آخر عمر میں متغیر ہوتا ہے اور اس کی مروی روایات کو بقول مبارک پوری صاحبؒ صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا تو جس کے بارہ میں یہ کہا گیا ہو کہ اس کو اکثر وہم ہو جاتا تھا اور اس کی حدیث میں بعض غلطیاں ہیں اور یہ عمر کے کسی حصّہ کے ساتھ بھی مقیّد نہیں تو یہ تو بدرجۂ اولیٰ اس قابل ہے کہ اس کو صحیح کہنا کوئی وزن نہ رکھے۔ اس لیے محدّث گوندلویؒ کا پس یہ حدیث صحیح ہے کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اثری صاحب یا تو اس عبارت کو سمجھ ہی نہیں سکے یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنے لیے کوئی مخلص نہیں نکالا۔ البتہ مبارک پوری صاحبؒ کی کھڑی کی ہوئی دیوار سے محدّث گوندلویؒ کا راستہ بند ہوتے ہوئے ضرور دکھایا ہے۔

اثری صاحب نے یہاں ایک اور دجل کا مظاہرہ کیا کہ ص۴۲ پر لکھا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم نے انہار السکن ص۶۵ میں صراحت کی ہے کہ ربما وهم اور فی حدیثہ بعض الغلط دونوں الفاظ راوی کے ضعف کا باعث نہیں ہوتے۔ (محصلہ)

مگر ہم اثری صاحب سے یہ عرض کرتے ہیں کہ مسلکی حمیت میں آر پار کی مار کر اپنے حواریوں کو بے شک خوش کرتے رہیں مگر ایسا دجل نہ کریں کہ خواہ مخواہ کوئی بات کسی بزرگ کی جانب منسوب کر دیں۔ اگر اثری صاحب کو انہار السکن کی عبارت سمجھ نہیں آئی تھی تو کسی سے دریافت کر لیتے۔ مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ لہ اوهام وغیرہ کی وجہ سے راوی درجہ ثقہ سے گرتا نہیں مگر ان غیرهم ارجح منهم واوثق اذا عارضهم اوخالفهم یعنی معارضہ اور مخالفت کی صورت میں ایسے راوی پر دوسرا راوی جس میں یہ جرح نہ ہو وہ راجح اور اوثق ہوگا۔ (انہار السکن ۶۶)

اور پھر مولانا عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحث وہم یسیر کے بارہ میں کی ہے جبکہ ربما وهم کے اثری صاحب کے کئے ہوئے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کو وهم کثیر سمجھتے ہیں۔

اثری صاحب خود اپنی بے مغز کتاب میں ربما وهم کا معنیٰ بسا اوقات کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: صدوق ربما وهم کہ وہ صدوق ہے بسا اوقات اس سے وہم ہو جاتا تھا۔ (توضیح الکلام ص۴۹۵ ج۱)

اور بسا اوقات کا معنیٰ ہے بہت دفعہ، اکثر مرتبہ (فیروز اللغات ص۲۰۳ و نور اللغات ص۵۹۰)

اگر اثری صاحب بسا اوقات کا معنیٰ نہیں سمجھتے اور اس کو استعمال کیا ہے تو تعجب ہے اور اگر سمجھ کر استعمال کیا ہے اور اس کے باوجود ربما وهم کو وهم یسیر سمجھتے ہیں تو انتہائی تعجب ہے اور یہ صرف مسلکی حمیّت اور تعصّب کا شاخسانہ ہے۔ ربما وهم اور فی حدیثہ بعض الغلط قابلِ اعتبار جرح ہے کہ نہیں۔ اس بارہ میں کاش اثری صاحب مبارک پوری صاحبؒ کو ہی پڑھ لیتے جو اس جرح کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو حاتم تو صحیحین کے بعض راویوں کو بھی ضعیف کہہ دیتے ہیں (ابکار المنن ص۱۵۲ ج۲) تو گویا یہ قابلِ اعتبار جرح ہے اگر نہ ہوتی تو وہ کہہ دیتے کہ یہ تو قابلِ اعتبار جرح ہی نہیں۔

اثری صاحب کی ناسمجھی

اثری صاحب ص۴۲ پر لکھتے ہیں لیکن جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو تغیرِ حفظ کے بعد اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ تدریب الراوی ص۲۷۲ ج۲ اور دیگر اصولِ حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ (بلفظہٖ)

اثری صاحب اس عبارت سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے کہ تغیرِ حفظ کے بعد اس راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ تغیرِ حفظ کے بعد اس کی اس دور کی روایات قابلِ قبول نہیں ہوتیں جس دور میں

اس کو یہ عارضہ لاحق ہے اور یہی اصولِ حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسی پر حضرات محدثین کرامؒ کا عمل ہے اور امام بخاریؒ کا بھی اس پر عمل ہے اسی لیے علامہ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جو روایات ان حضرات سے لی ہیں جن کا آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا تو وہ روایات ان کے اختلاط کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ (انہاء السکن ص۶۸) تغیرِ حفظ کے بعد اس راوی کی تغیر کے دور ہی کی روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں علی الاطلاق ناقابلِ قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ اثری صاحب تاثر دے رہے ہیں۔

ساتواں طعن

اثری صاحب ص۴۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں جب حماد ثقہ ہیں تو ان کی روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ محدثین نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ان کو اختلاط کا عارضہ آخر عمر میں لاحق ہوا تھا اور ابراہیم نخعیؒ کی روایتوں میں وہ خطا نہیں کرتے تھے۔ (احسن الکلام ص۲۲۱ ج۱) اور (طبع سوم کا ص۲۹۶ ج۱) بے اُصولی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ بتلایئے جن ثقات کے بارے میں اختلاط کا حکم ہے ان کی روایات درست ہیں؟ اور پھر اثری صاحب مجمع الزوائد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حمادؒ بن ابی سلیمانؒ سے شعبہ، ثوری اور ہشام دستوائی کی روایات صحیح ہیں ان کے باقی شاگردوں نے اختلاط کے بعد سماع کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ راوی سے روایت کے وقت اس کے شاگرد کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ استاد کو مگر مولانا صفدر صاحب نے یہ کہہ کر کہ امام نخعیؒ سے اس کی روایات صحیح ہیں بے اُصولی کا مظاہرہ کیا ہے اور اُلٹی منطق چلائی ہے۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب نے

ہم دُعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطہ نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت سے ایک لفظ کی ایسی تبدیلی کی کہ پوری عبارت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور ایسا کرنے میں ہم اثری صاحب کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں ایک ایسی شخصیت کا نام آگیا ہے جس سے اثری صاحب اور ان کے طبقہ کو ایسی الرجی ہے کہ وہ نام سامنے آتے ہی ان کی حالت غیر ہو جاتی ہے، ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور واہی تباہی کہنے میں مجبور ہو جاتے ہیں اور وہ شخصیت ہے سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی جو حمادؒ سے روایت کر رہے ہیں۔

اثری صاحب! احسن الکلام کی عبارت میں یہ الفاظ قطعاً نہیں ہیں کہ جب حماد ثقہ ہیں تو ان کی روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ احسن الکلام کی عبارت ہے جب حماد ثقہ ہیں تو اس روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ محدثینؒ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ان کو اختلاط کا عارضہ آخر عمر میں لاحق ہوا تھا اور ابراہیم نخعیؒ کی روایتوں میں وہ خطا نہیں کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ص۱۷ ج۳)۔ یہ روایت بھی امام ابراہیم نخعیؒ سے ہے تو حضرات محدثین کرامؒ کی تصریح کے مطابق اختلاط سے اس روایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ محدثین کرامؒ کی تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روایات انکے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ اور اختلاط کے دور سے پہلے کی روایات میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑتا ورنہ امام بخاریؒ ایسی روایات نہ لیتے جیسا کہ باحوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بے اصولی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بتلایئے جن ثقات کے بارے میں اختلاط کا حکم ہے ان کی روایات درست ہیں؟

اثری صاحب اگر آپ کو اس الرجی حالت سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے تو یہ سوال آپ امام بخاریؒ سے کریں جنھوں نے مختلط راویوں کی ان کے اختلاط کے عارضہ سے قبل کی روایات قبول کی ہیں یا یہ سوال آپ علامہ ابن حجرؒ سے کریں جو امام بخاریؒ کا دفاع کرتے ہوئے ان کی جانب سے جواب دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ روایات ان سے

اختلاط سے پہلے کی لی ہیں ، مطلقاً مختلط کی روایات کو ناقابل قبول نہیں کہہ رہے جیسا کہ اثری صاحب سمجھتے ہیں ۔ اگر اثری صاحب کو اعتراض ہے تو یہ اعتراض ان حضرات محدثین کرامؒ پر کریں ، حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو ان حضرات ہی کی کتابوں سے خوشہ چین ہیں ۔ اور بے اصولی کا فتوٰی بھی ان ہی حضرات پر لگائیں ۔

اثری صاحب کہیں ایسا تو نہیں کہ بیٹی سناؤں تجھے اور کہوں بہو کو ، آپ مخاطب تو حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو کر رہے ہو اور رگڑا لگانا تمام محدثین کرامؒ کو مقصود ہو اور دل کی بھڑاس نکالنا ہو کیونکہ ان میں بھی تو کوئی غیر مقلد نہیں ہے اور اس بات کو اثری صاحب کی یہ کتاب پڑھ کر ہر اہلِ علم سمجھ سکتا ہے ۔

مولانا صفدر صاحبؒ کی الٹی منطق یا اثری صاحب کی حواس باختگی ؟

اثری صاحب لکھتے ہیں : مزید برآں مختلط راوی کے تلامذہ کے بارے میں دیکھا جاتا ہے کہ کن تلامذہ نے اختلاط سے پہلے سُنا ہے اور کن نے اختلاط کے بعد مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب حمادؒ کے شاگردوں کی بات تو نہیں کرتے اس کے برعکس فرماتے ہیں اس کی ابراہیم نخعیؒ سے روایتوں میں خطا نہیں ۔ (بلفظہٖ) اور اس کو اثری صاحب اُلٹی منطق سے تعبیر کرتے ہیں ۔

قارئین کرام ! اثری صاحب کی حواس باختگی ملاحظہ فرمائیں کہ اس بحث میں چند سطریں پہلے سوالیہ لہجہ میں کہہ کر " بتلائیے جن ثقات کے بارے میں اختلاط کا حکم ہے انکی روایات درست ہیں ؟ " مختلط کی روایات کو غیر درست اور ناقابلِ قبول قرار دے رہے ہیں ، کیونکہ سیاق وسباق سے ان کا استفہامِ انکاری ہی ہے تو اثری صاحب ! جب آپ کے نزدیک مختلط کی روایات قابلِ قبول ہی نہیں تو تلامذہ کو دیکھنا یا اس کے اساتذہ کو دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے ؟ اگر یہ بے اُصولی اور اُلٹی منطق ہے تو یہ صرف حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے حصّہ میں نہیں آئی بلکہ اس کے پہلے مرتکب تو علامہ ابن حجرؒ ہیں

جن کے حوالہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ بات کہی ہے ۔ اب اثری صاحب پہلے علامہ ابن حجرؒ کو اس رسی سے باندھیں پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو بھی ان کے ساتھ گھسیٹتے چلے جائیں کسی کو شکوہ نہ ہوگا اور اگر اثری صاحب ایسا نہیں کرتے تو قارئین کرام یقین کرلیں کہ اثری صاحب کے نزدیک پرکھ کے ترازو الگ الگ ہیں یا پھر وہ صرف حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کردارکشی کرکے دلی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں ۔ عجیب بات یہ ہے کہ اثری صاحب نے خود توضیح الکلام ص ۱۴۷/۱ پر یحییٰ ابن بکیرؒ کے بارہ میں بحوالہ حافظ ابن حجرؒ لکھا ہے : ثقة في الليث وتكلموا في سماعه من مالك ۔ کہ لیث کی روایت میں ثقہ ہے اور مالک سے سماع میں کلام کیا ہے مگر یہ روایت امام لیث ہی سے ہے ۔ (بلفظہٖ)

اثری صاحب ! آپ نے یہاں کیوں اُلٹی منطق چلائی ہے ؟ آپ یحییٰ ابن بکیرؒ کے شاگردوں کی بجائے اس کے اساتذہ سے روایت کے معاملہ میں کیوں بات کر رہے ہیں ؟ اور خوش ہو رہے ہیں کہ یہ روایت امام لیثؒ ہی سے ہے ۔ آپ اس کے شاگردوں کو دیکھتے ۔ اگر شاگردوں کی بات نہ کرنا بلکہ راوی کے استاد سے روایت کے معاملہ میں اس کی صفائی بیان کرنا بے اُصولی اور اُلٹی منطق ہے تو اس کے مرتکب خود آپ بھی ہیں جب اس جرم کے دھبے آپ کے دامن پر بھی ہیں تو کسی دوسرے کو طعن دینے میں شرم محسوس کرنی چاہیئے ۔

آٹھواں طعن اور اثری صاحب کی چالاکی !

اثری صاحب ص ۲۳ پر رجاله رجال الصحيح کا عنوان قائم کرکے دجل وتلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے احسن الکلام کی ایک عبارت کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر لولی لنگڑی کرکے پیش کرتے ہیں " علامہ ہیثمیؒ کا رجاله رجال الصحيح کہنا ہی امام بزارؒ کی تردید کے لیے کافی ہے (احسن الکلام ص ۲۳۳/۱) اور (طبع سوم ص ۲۹۰/۱ مرتب) اثری صاحب

اس عبارت کو مدار بنا کر حاشیہ آرائی کرتے ہیں اور اپنی اثریانہ تحقیق کی عمارت بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں: گویا حضرت موصوف باور کرا رہے ہیں کہ جس روایت کے بارے میں رجالہ رجال الصحیح کہا گیا ہو تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے حالانکہ یہ بھی اصول سے بے خبری کی علامت ہے۔ (محصلہ)

الجواب بے بنیاد عمارت پر خوش ہونا کسی عقل مند کا کام تو نہیں ہو سکتا مگر مجذوب اثری صاحب کو کھلی چھٹی ہے جو چاہیں کرتے پھریں۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت دیکھیں اور پھر اثری صاحب کی کانٹ چھانٹ اور حاشیہ آرائی دیکھیں معاملہ صاف ہو جائے گا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حضرت عبداللہ بن بُجینہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے اور اس کے رواۃ کے بارہ میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا رجال احمد رجال الصحیح (کہ مسند احمد کی روایت کے راوی صحیح یعنی بخاری کے راوی ہیں۔ مرتب) اس روایت کے بارہ میں امام بزار رحمہ اللہ کا ایک اعتراض تھا کہ اس روایت میں ابنِ بُجینہ رضی اللہ عنہ کی بجائے اصل میں ابنِ اُکیمہ رحمہ اللہ ہے جس کو امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے نے غلطی سے ابنِ بُجینہ کہہ دیا ہے۔ اس اعتراض کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب دیا کہ ابنِ اُکیمہ رحمہ اللہ تو صحیح بخاری کے راوی ہی نہیں جب کہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں رجالہ رجال الصحیح تو صحیح بات یہی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کے بھتیجے کو غلطی نہیں لگی بلکہ انھوں نے اصل الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ اس لیے کہ ابنِ اُکیمہ رحمہ اللہ تو بخاری کے راوی ہی نہیں تو علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے رجال احمد رجال الصحیح کہنے سے ہی امام بزار رحمہ اللہ کے اعتراض کا جواب ہو گیا۔ یہ تھا احسن الکلام کی عبارت کا مفہوم مگر اثری صاحب نے اپنی اثریانہ دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کانٹ چھانٹ کے فنی کرتب کا ایسا مظاہرہ کیا کہ واقعی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ اس میدان کے چیمپئن ہیں اور غیر متعلق خود کشید مفہوم لے کر اوراق سیاہ کرنے کے بے تاج بادشاہ

ہیں مگر دیانت کی دُنیا میں دیکھا جائے تو ان بے چاروں میں عبارت سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں مگر شوق سوار ہو گیا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی مدلّل کتابوں پر تنقید کا۔ اس جیسے موقع کے لیے ہی عربی کا یہ محاورہ ہے:

اَنْفُہٗ فِی الْمَآءِ وَاِسْتُہٗ فِی السَّمَآءِ۔

نواں طعن اثری صاحب ص۹۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے رجل لم یسم کا معنیٰ مجہول راوی جو کیا ہے وہ نہ لغتاً صحیح ہے نہ ہی اُصول حدیث کے مطابق ہے کیونکہ عن رجل عن ابن فلان وغیرہ الفاظ اگر روایت میں آئیں تو وہ راوی مبہم ہوتا ہے نہ کہ مجہول۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب جیسے محقق پر غیر مقلد حضرات کو خوب ناز کرنا چاہیئے جو ان کے مشن کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ اثری صاحب کی خانہ ساز لغت اور اُصولِ حدیث کی رُو سے رجل لم یسم کا معنیٰ مجہول راوی غلط ہو سکتا ہے مگر صاحبِ بصیرت حضرات کی مدوّنہ لُغت اور اُصولِ حدیث کی کتب کے یہ ترجمہ عین مطابق ہے۔

قارئین کرام! حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں صحابی کے علاوہ کسی اور راوی کے بارہ میں حالات معلوم نہ ہوں تو ایسے مجہول راوی کی تین اقسام ہیں۔ مجہول العین، مجہول الحال اور مبہم۔ یہ تینوں اقسام جہالت غیر الصحابی کی ہیں۔ (دیکھئے انجاز السکن ص۵۱ تیسیر مصطلح الحدیث ص۱۲ اور شرح نخبۃ الفکر ص۸۶) اور یہ بات ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مقسم کی اقسام میں سے ہر ایک قسم پر مقسم کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ کلمہ کو اسم، فعل اور حرف میں تقسیم کرتے ہیں تو ان اقسام میں سے ہر ایک کو کلمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ جب مبہم جہالت راوی کی اقسام میں سے ہے تو اس پر مجہول کا اطلاق کرنے میں کیا قباحت ہے؟ مگر اثری صاحب بے چارے اتنی موٹی سی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فیہ رجل لم یسم فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس راوی کی تعیین نہیں ہو سکی ورنہ وہ اس کا نام لیتے اور اثری صاحب

خود ص۴۵ پر لکھتے ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے (بلفظہٖ) اعتراض کرنے سے قبل اثری صاحب کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس راوی کا معلوم ہونا ثابت کرتے اور اگر وہ راوی معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو ایسے راوی کو اثری صاحب بھی مجہول کہتے ہیں تو اعتراض کس بات پر؟ اثری صاحب نے لکھا کہ اہلِ علم نے مبہمات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور چند ایک کتابوں کے نام بھی گنوائے مگر اثری صاحب یہ جرأت نہ کر سکے کہ ان کتابوں سے اس راوی کی تعیین کر سکیں تاکہ مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا جا سکے ورنہ جس بات کے وہ خود قائل ہیں اس پر اعتراض چہ معنی دارد؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ جس روایت کی سند میں عن رجل کہا گیا ہو راوی کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کو مبہم راوی کہتے ہیں مجہول نہیں۔ (محصلہ) اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ تہذیب و تقریب میں باب المبھمات بترتیب من روی عنھم کا عنوان دیکھا جا سکتا ہے۔

ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ صرف عنوان دیکھنے پر اکتفا نہ کیا کریں عنوان کے تحت بھی دیکھ لیا کریں کہ صاحبِ مضمون کیا لکھتا ہے ہم اسی تقریب کے حوالہ سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقریب علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے بھی عن رجل کو مجہول سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں قیس بن وھب عن رجل من بنی سواءۃ عن عائشۃؓ مجھول۔ (تقریب ص۴۶۲ باب المبھمات) اور اسی طرح لکھتے ہیں موسیٰ بن عبیدۃ عن مولی بن سباع عن ابن ع مر مجھول۔ (تقریب ص۴۶۲) مولیٰ بن سباع کا نام متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ اثری صاحب علامہ ابنِ حجرؒ پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟ نیز اثری صاحب سے عرض ہے کہ اگر رجل لم یسمّ کا معنی مجہول کرنا غلط ہے اور اصول سے بے خبری ہے تو اس کے مرتکب آپ کے استاد محترم محدث گوندلویؒ بھی ہیں وہ بھی اس کا یہی معنی کرتے ہیں ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ رجل لم یسمّ۔ یہ حدیث طبرانی کی ہے اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا یعنی مجہول ہے جس میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔ (خیر الکلام ص۵۶۱)

اثری صاحب دیانت کا مظاہرہ کریں اور محدث گوندلویؒ کو بھی اصول سے بے خبری کی رسّی سے باندھیں اور مولانا صفدر صاحب کے ساتھ ان کو بھی جہاں تک گھسیٹ سکتے ہیں گھسیٹے جائیں اور غیر مقلدانہ حق شاگردی ادا کریں۔

احسن الکلام ص۱۱۱/ج۲ (اور طبع سوم ص۱۴۸/ج۲) کی عبارت میں کتابت کی غلطی سے ہے کی بجائے ہیں لکھ دیا گیا تھا، اور کتابت کی غلطی کا قرینہ بھی موجود ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم آگے لکھتے ہیں یہ قیدی کس حالت میں تھا؟ اور کون تھا؟ الخ۔ پہلی عبارت کے ساتھ متصل اس عبارت میں واحد ہے تو پہلی عبارت میں بھی واحد ہی ہے۔ کتابت کی غلطی سے ہیں لکھا گیا ہے اور احسن الکلام ص۸۴/ج۲ (طبع سوم ص۱۱۱/ج۲) کی عبارت میں ہے کہ اس میں مجہول راوی ہے۔ اس میں کتابت کی کوئی غلطی نہیں مگر اثری صاحب اس عبارت میں ہیں لکھ کر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں حالانکہ یہاں عبارت درست ہے اور اثری صاحب لکھتے ہیں پھر ستم بالائے ستم یہ کہ لکھتے ہیں مجہول راوی ہیں آخر واحد کو یہاں جمع کے معنی میں کس ضرورت کی بنا پر لیا گیا؟ اثری صاحب نہ کوئی ضرورت تھی نہ ہے صرف کتابت کی غلطی ہے جو معقول طریقہ سے بھی بتا کر آپ شکریہ کا موقع دے سکتے تھے۔

دسواں طعن اثری صاحب ص۴۵ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر نے رجالہ کلھم موثقون کا ترجمہ کیا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور رجالہ موثقون کا معنی کیا ہے سب راوی ثقہ ہیں اور بقیۃ رجالہ موثقون کا معنی کیا ہے اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ نہ لغۃً درست ہے، نہ ہی علامہ ہیثمیؒ کے اسلوب کے مطابق ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے فضول خارج از بحث پانچ صفحات سیاہ کیے اور مفت مغز کھپائی کر کے کتاب کا حجم بڑھایا۔ ہم یہاں اختصاراً اثری صاحب کے اپنے کیے ہوئے ترجمہ کی روشنی میں ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین کرام پر

چھوڑتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ اس معنے میں کیا خرابی ہے ؟ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنے میں اثری صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں ؟ اس قاعدہ سے تو میزان الصرف اور علم الصیغہ کے طلبہ بھی واقف ہیں کہ مصدری معنے پہلے ماضی میں لیا جاتا ہے اور پھر اس باب کی تمام گردانوں میں گردانوں کے مطابق لیا جاتا ہے جیسے اَکْرَمَ کا معنے ہے اس نے عزت کی ۔ اور مُکْرَمٌ کا معنے ہوگا عزت کیا ہوا ، عزت دیا ہوا اور بامحاورہ ترجمہ اس کا باعزت بھی کر دیتے ہیں ۔ اسی قاعدہ کی روشنی میں دیکھیں کہ وَثَّقَ کا جو معنے اثری صاحب نے کیا ہے اس کے مطابق موثقون کا ترجمہ جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیا ہے درست ہے یا کہ نہیں ؟ اثری صاحب لکھتے ہیں : وزھیر بن عباد الرواسی وثقہ ابوحاتم ۔ زھیر رواسی کو ابو حاتمؒ نے ثقہ کہا ہے (توضیح الکلام ص ۴۱۱ ج ۲) اسی طرح وہ وثقہ ابن حبان کا معنے کرتے ہیں اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے ۔ (توضیح الکلام ص ۴۱۱ ج ۲) اور وثق کا معنی ثقہ کہا ہے ۔ اثری صاحب کے استادِ محترم محدث گوندلویؒ نے بھی کیا ہے ۔ (خیر الکلام ص ۲۳۲)

موثقون اسی وثق سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جب وثق کا معنے اثری صاحب اور ان کے استاد محترمؒ نے ثقہ کہا ہے کیا ہے تو اس کے مطابق رجالہ موثقون کا معنے ہوگا اس کے رجال کو ثقہ کہا گیا ہے ۔ اس کے رجال ثقہ کہے گئے ہیں اور اگر ان الفاظ کو بامحاورہ ترجمہ میں اس طرح تعبیر کر دیا جائے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں تو کسی صاحب عقل و فراست کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معنے لغت کے خلاف ہیں ۔ اثری صاحب کو اگر اعتراض ہے تو وہ پہلے اعتراض اپنے آپ پر اور اپنے استادِ محترم پر کریں جنھوں نے وثق کا معنے ثقہ کہا ہے کیا ہے پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پہ بے شک کریں اس لیے کہ مصدری معنے پہلے ماضی میں منتقل ہوتا ہے اور

آپکے اُستادِ محترم نے ماضی کا معنی کیا ہے تو پہلے اعتراض آپ پر اور آپکے استادِ محترم پر قائم ہوتا ہے اس لیے اسکا جو جواب آپ دینگے وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں ۔

قاعدہ کے مطابق تو بات مکمل ہو گئی اس سے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں مگر ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر آپ کو اپنا لکھا ہوا یاد نہیں تو ہم یاد دلا دیتے ہیں کہ جناب آپ نے توضیح الکلام میں جو فرمایا ہے اس کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنا کون سی عقل مندی ہے ؟ اثری صاحب دسویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :

علامہ ہیثمیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں : رجالہ موثقون اسکے رجال کی توثیق کی گئی ہے ۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۲ ج ۱) اور آگے اسی بحث سے متعلق لکھتے ہیں : اس حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ہیثمیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے قول سے عیاں ہوتا ہے ۔ (توضیح الکلام ص ۲۹۳ ج ۱) اسی طرح اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۵۱۹ ج ۱ میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے بیان کردہ ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے ۔

اثری صاحب ! یہاں آپ کو علامہ ہیثمیؒ کے الفاظ رجالہ موثقون سے سب راوی صدوق اور ثقہ کیسے عیاں ہو گئے ؟ اور یہاں تمھاری یہ تحقیق کہ علامہ ہیثمیؒ کے ان الفاظ سے مقصود عموماً فی الجملہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کا اظہار ہوتا ہے کہاں چلی گئی ؟ کیا تم نے خود علامہ ہیثمیؒ کی غلط ترجمانی کی ہے ؟ اور ان کے مطلب کو نہیں سمجھا ؟ اور مفہوم غلط بیان نہیں کیا ؟ ورنہ یہ تو بتایا جائے کہ تمھیں رجالہ موثقون سے سب راوی ثقہ عیاں ہو جائیں تو کوئی بات نہیں اور اگر کوئی دوسرا آدمی ان الفاظ کا ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کر دے تو طعن کی توپ کیوں چلائی جاتی ہے ؟

اثری صاحب کا عجیب ترجمہ

اہلِ علم کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ اثری صاحب من قرأ خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب کا ترجمہ کرتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اسے چاہیے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے (ص۴۹ سطر ۱۶) عربی سے واقفیت رکھنے والے حضرات ضرور اثری صاحب کو اس ترجمہ پر داد دیں۔

اثری صاحب نے ص۳۷ پر اعتراض کیا تھا کہ لین الحدیث کا معنیٰ حدیث میں وہ ضعیف ہے درست نہیں اور خود فی توثیق بعضھم لینًا میں لینًا کا معنیٰ کمزوری کر رہے ہیں۔ (حاشیہ ص۴۹) اثری صاحب نے اس عنوان کے تحت بالکل خارج از بحث سے کئی صفحات صرف کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے سیاہ کیے ہیں۔

گیارھواں طعن اور اثری صاحب کی چکر بازی

اثری صاحب ص۵ پر عنوان قائم کرتے ہیں۔ سند جید سے روایت محفوظ ہوتی ہے۔ اس کے تحت سماع الموتیٰ کی ایک عبارت جو فتح الباری کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس طویل عبارت کا ایک ٹکڑا پیش کر کے اور بریکٹ کی عبارت کو بھی بغیر بریکٹ کے ذکر کر کے اپنا خود کشید مفہوم نکالتے ہیں اور پھر تدریب الراوی وغیرہ سے محفوظ روایت کی اصطلاح بیان کر کے اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں مگر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب محدثین کے اس مسلمہ اصول کے برعکس فرماتے ہیں کہ جب سند جید اور حسن ہے تو یہ محفوظ ہی ہے صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ شاذ کا وجود ہی نہیں ہے۔ (محصلہ)

الجواب

ہم اس سے زیادہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ اثری صاحب کو احناف خولیا ہو گیا ہے بعض بیماروں کو مالیخولیا ہوتا ہے مگر اثری صاحب کو احناف خولیا ہے جس کی وجہ سے ان کو کسی حنفی کی صحیح بات بھی قابلِ اعتراض نظر آتی ہے۔

قارئین کرام! سماع الموتیٰ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فتح الباری کی عبارت پیش کی جس میں علامہ ابنِ حجرؒ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت ہے جس کی امام احمدؒ نے جید، اور حسن اسناد کے ساتھ تخریج کی ہے جس میں ہے کہ قلیبِ بدر والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا تھا تو جب آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ کیا یہ سنتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں سنتے ہیں اور اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ما انتم باسمع لما اقول منھم (یعنی جو میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے کوئی زیادہ اس بات کو نہیں سن رہے۔ مرتب) اس پر علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں (یعنی مدرج یا شاذ نہ ہوں۔ مرتب) تو پھر یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سماعِ موتیٰ کے انکار سے رجوع کر لیا تھا۔ اثری صاحب نے بریکٹ کی عبارت کو آگے پیچھے کی عبارت سے جوڑ کر اپنی بھرپور دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے عبارت کو اس طرح ذکر کیا ہے:

(۵) اگر حضرت عائشہؓ کی اس روایت میں سماع کا لفظ محفوظ ہے (اور جب بقول انکے سند جید اور حسن ہے تو قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ محفوظ ہی ہے۔ صفدر) تو پھر یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انکار سماعِ موتیٰ سے رجوع کر لیا تھا ..... الخ۔

قارئینِ کرام! اس عبارت میں واضح ہے کہ علامہ ابنِ حجرؒ اس عبارت کے چند الفاظ کے محفوظ ہونے کے بارہ میں شک کا اظہار کر رہے ہیں تو اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ جب علامہ ابنِ حجرؒ خود اس روایت کی سند کو جید اور حسن کہتے ہیں تو قیاس یہی چاہتا ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہی ہیں۔ اس لیے کہ جید اور صحیح کو بعض محدثینِ کرامؒ نے برابر قرار دیا ہے اور بعض معمولی فرق کرتے

ہیں۔ (تدریب الراوی ص۱۴۸ ج۱) اور حسن وہ ہے جس میں صحیح کی باقی تمام شرائط پائی جائیں صرف ضبط میں کچھ کمی ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۴۰) اور صحیح روایت وہ ہوتی ہے جس کے تمام راوی تام الضبط اور عادل ہوں، سند متصل ہو اور اس میں نہ کوئی علّت ہو اور نہ شذوذ ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۳۰، ص۲۱) جب صحیح کا شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے تو جیّد اور حسن کا بھی شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے اور جب علامہ ابنِ حجرؒ خود سند کو جید اور حسن کہہ رہے ہیں تو پھر ان الفاظ کے شاذ ہونے کا احتمال نہیں رہتا بلکہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہی ہیں۔

یہ تھی اصل بات جس کو اثری صاحب اپنی کم فہمی کی وجہ سے کیا سمجھ بیٹھے اور خواہ مخواہ اعتراض کر دیا ان کو شاید صرف اصولِ حدیث کی کتابوں سے یہ نظر آیا کہ محفوظ کا مقابل شاذ ہوتا ہے مگر یہ نظر نہیں آیا کہ صحیح کا شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے۔ نیز صحیح اور جید اور صحیح اور حسن میں معمولی فرق تو ہے مگر شذوذ سے خالی ہونے کی شرط تینوں کے لیے ہے اور اس کو محدّث گوندلویؒ نے بھی خیر الکلام کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ نیز اثری صاحب کے استادِ محترم محدّث گوندلویؒ لکھتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ واذا قرأ فانصتوا صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص۲۴۷) اثری صاحب یہاں بھی کہہ دیں کہ شاذ کا مقابل تو محفوظ ہوتا ہے اور محدّث گوندلویؒ صاحب شاذ کے مقابل صحیح کہہ کر محدثین کے اس مسلمہ اصول کے برعکس فرماتے ہیں اور اصول سے بے خبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اصولِ حدیث کا فن مشکل ترین فن ہے جس کو سمجھنے کے لیے عقل و ہوش کی ضرورت ہے اور وہ اثری صاحب کے ہاں عنقاء ہے۔ اس لیے ہم اثری صاحب سے کہیں گے کہ ؎

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار — یہ حقائق ہیں تماشائے لبِ بام نہیں

لطیفہ دیواروں پر اوپر نیچے اشتہارات لگا دیئے جاتے ہیں جب وہ پھٹ جاتے ہیں تو کسی اشتہار کا کوئی لفظ اور دوسرے کا کوئی لفظ نظر آتا ہے اور عجیب سا مضمون بن جاتا ہے۔ اسی طرح کی صورت حال ایک دفعہ لاہور ایک دیوار پر دیکھنے میں آئی کسی مدرسہ کی چندہ کی اپیل کا اشتہار، ایک فلمی اشتہار اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے جلسہ کا اشتہار اوپر نیچے لگے ہوئے تھے اتفاقاً پھٹ گئے یا کسی منچلے نے جان بوجھ کر خاص ترتیب سے ان کو پھاڑا تو ان کے حروف یوں دکھائی دینے لگے:

"ڈاکٹر اسرار احمد اور سلطان راہی کو انجمن کے ہمراہ جامع مسجد میں حیرت انگیز کرتب دیکھیں اور ثوابِ دارین حاصل کریں۔"

اسی قسم کی صورت حال جناب اثری صاحب نے بریکٹ کی عبارت کو آگے پیچھے کی عبارت سے جوڑ کر پیدا کر دی مگر اشتہارات کے ساتھ تو کاروائی کسی منچلے نے کی ہوگی مگر حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی عبارت کے ساتھ یہ کاروائی غیر سے ممتاز عالم دین، خدمتِ حدیث اور مسلکِ سلف کی نشر و اشاعت کرنے والے ادارہ کے سربراہ اور مسلکِ اہلِ حدیث کی ممتاز اور مایۂ ناز شخصیّت جناب اثری صاحب کر رہے ہیں۔

اثری صاحب کی جانب سے وارادت میں استعمال کیا جانیوالا ناکارہ ہتھیار

اثری صاحب نے پہلے صحیحین اور اس کے راویوں کے بارہ میں تنقید کرنے کے الزام کی بڑھکیں ماریں اور پھر اصطلاحات محدثین سے بے خبری کے نقلی پستول سے پھوکے فائر کر کے افراتفری مچانا چاہی۔ مگر ناکامی محسوس کرتے ہوئے پھر ان ہی بڑھکوں سے میدان مارنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور ص۵۱ پر عنوان قائم کیا: "صحیحین کے راویوں پر جرح" اور اس کے تحت لکھتے ہیں: آپ پہلے حضرت مولانا صفدر صاحب کے الفاظ پڑھ آئے ہیں کہ بخاری، مسلم کی سب حدیثیں بالاجماع صحیح ہیں۔ پھر اپنے اس مسلّمہ اُصول کی دھجیاں حضرت موصوف نے کس طرح اڑائیں اس کی تفصیل بھی آپ پڑھ آئے ہیں۔ (بلفظہٖ)

الجواب اثری صاحب! بفضلہٖ تعالیٰ حضرت موصوف نے نہ کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور نہ اصول کی دھجیاں اُڑائی ہیں۔ البتہ آپ جیسے حضرات کے ہوش وحواس اور نیندیں ضرور اڑادی ہیں جس کا نمایاں اظہار آپ کی اس کتاب سے ہو رہا ہے اور جس کی وجہ سے آپ حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی صحیح عبارات پیش کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اصل عبارت آپ نے ص۲۴ پر تو پیش کی مگر یہاں ص۵۱ میں گم گشتہ حواس کیوں ہو گئے؟ حضرت دام مجدہم کی اصل عبارت اس طرح ہے: اُصولِ حدیث کی رُو سے بخاری شریف اور مسلم شریف کو صحیحین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (احسان الباری ص۲۴) اُمّت کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ بخاری ومسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔ (احسن الکلام ص۲۲۴ ج۱)

اور ہم نے اُصولِ حدیث ہی کی رُو سے اور محدّث گوندلویؒ کی عبارت سے پہلے بیان کر دیا کہ بخاری ومسلم کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے اس لیے آپ کا اعتراض اصولِ حدیث سے بے خبری کا آئینہ دار ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں اسی طرح ان کا فرمان تو یہ ہے صحیح بخاری کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (کمامر)

الجواب جی ہاں اثری صاحب! حضرت دام مجدہم نے یہ فرمایا ہے مگر آپ جو طعن دے رہے ہیں کہ اس کی مخالفت کی ہے تو حضرت دام مجدہم کی کتابوں میں سے کسی ایک مقام سے ثابت کردیں کہ حضرت دام مجدہم نے بخاری کے راوی کو غیر ثقہ اور ساقط الاعتبار قرار دیا ہو۔ برابر کی احادیث میں ترجیح کے لیے ایک راوی کو بہ نسبت دوسرے کو ضعیف کہنا اور بات ہے اور بالکل ضعیف قرار دے کر ساقط الاعتبار قرار دینا اور بات ہے۔ اگر کسی اور پر اعتبار نہ ہو تو اپنے استاد محترم محدث گوندلویؒ پر ہی اعتبار کرلیں۔ وہ لکھتے ہیں: اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی فی نفسہٖ ثقہ ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کی نسبت کم درجہ ہوتا ہے تو اس درجہ کی کمی کا اظہار ضعیف کہنے سے کر دیتے ہیں۔ (خیر الکلام ص۲۳۲، ص۲۳۳) یہ آپ کی اخلاقی ذمہ داری تھی کہ آپ حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی کتابوں سے کسی ایک مقام سے ثابت کیا ہوتا کہ حضرت دام مجدہم نے بخاری کے کسی راوی کو ساقط الاعتبار ضعیف قرار دیا ہے تاکہ آپ کے دعویٰ کی کچھ تو تصدیق ہو جاتی۔

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں: نیز یہ بھی کہ بخاری ومسلم اور موطا کی سند پر کلام کا کسی کو حق نہیں .... الخ۔

الجواب اثری صاحب! اصولِ حدیث کی رُو سے جھوٹ کی وجہ سے ثقاہت باقی نہیں رہتی اور کسی کی بات کو ایسے بدل کر پیش کرنے والے کی روایت بھی قابلِ اعتبار نہیں رہتی جس سے مفہوم بدل جائے۔ آپ ماشاء اللہ خدمت

حدیث اور مسلکِ سلف کی نشر و اشاعت کرنے کے دعویدار ادارہ کے سربراہ ہیں، اس لیے کچھ تو خیال کرنا چاہیے، کم از کم عبارت تو صحیح پیش کر دینی تھی۔ اس کے بارہ میں ہم نے ص ۲۲۹ پر تفصیلی بحث کر دی ہے۔

اثری صاحب کا فرضی منطقی نتیجہ

اثری صاحب لکھتے ہیں: مزید اس کے ساتھ حضرت مولانا صاحب کا اپنا مسلّمہ اصول بھی پیش نگاہ رہے کہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ (احسن الکلام ص ۴۰،۲۰ ج ۱)، (طبع سوم ص ۶۱،۵۰ ج ۱)

ہم ان کی یہ پوری عبارت پہلے نقل کر آئے ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہی ہے کہ اگر راوی کو جمہور نے ثقہ کہا ہے تو ہم توثیق نقل کریں گے اور اگر جمہور نے ضعیف کہا ہے تو اس کی تضعیف نقل کریں۔ (بلفظہٖ)

الجواب

اثری صاحب، یہاں پوری عبارت نقل کرنے میں کیا قباحت تھی، پہلے تو کر دی کہ کون پیچھے اوراق پلٹ کر دیکھے گا کہ کیا عبارت تھی اب نہیں نقل کی کہ چوری پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی جو عبارت اثری صاحب نے پہلے پیش کی جس کی جانب اب وہ اشارہ کر رہے ہیں وہ عبارت یہ ہے:

ہم نے بعض مقامات پر ائمہ جرح و تعدیل اور جمہور محدثین کرامؒ کے مسلّمہ اور طے شدہ اُصول اور ضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کر دیئے ہیں لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے تو وہ نظر انداز کر دیا ہے اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں کسی امام کا کوئی توثیق کا جملہ ملا ہے تو اس کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا کیونکہ فنِ رجال سے ادنیٰ واقفیت والے حضرات بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی ثقہ جس پر جرح کا کوئی کلمہ منقول نہ ہو یا ایسا

ضعیف جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو کبریت احمر کے مترادف ہے۔ صحابہ کرامؓ کا رتبہ کس سے مخفی ہے اور الصّحابۃ کلّھم عدول کے جملہ سے کون اہلِ علم ناواقف ہے؟ مگر خوارج اور روافض کا نظریہ بھی ان کے بارے میں پوشیدہ نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ (احسن الکلام ص ۴۰ ج ۱) و (طبع سوم ص ۶۱ ج ۱)

ہم نے یہ طویل عبارت پوری ذکر کرنا اس لیے مناسب سمجھا تاکہ قارئین کرام کے سامنے اثری صاحب کا منطقی نتیجہ واضح ہو جائے۔ حضرت دام مجدہم تو اس عبارت میں فرما رہے ہیں کہ ہم نے جمہور محدثین کرام کے مسلّمہ اور طے شدہ اصول اور ضوابط پر عمل کیا ہے اور انفرادی آراء کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور اسی سلسلہ میں فرما رہے ہیں کہ ہم نے جمہور کا دامن اور ساتھ نہیں چھوڑا جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جمہور محدثین کرام اور اکثر ائمہ کے اصول و ضوابط پر عمل کیا ہے ان کی خلاف ورزی نہیں کی مگر اثری صاحب اپنا فرضی منطقی نتیجہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اکثر نے ثقہ کہا ہو تو ثقہ کہیں گے ورنہ نہیں، اور اکثر نے ضعیف کہا ہو تو ضعیف کہیں گے ورنہ نہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ نہ حضرت دام مجدہم نے کیا ہے اور نہ ہی یہ مسلّمہ اصولوں میں سے ہے کہ جرح و تعدیل کرنے والوں کی قلت و کثرت کا لحاظ ہوگا محدث گوندلوی صاحب خود لکھتے ہیں کہ جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو اس میں تین قول ہیں:۔

(۱) جرح مقدم ہے۔ (۲) اگر تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں تو ان کا اعتبار ہوگا، علامہ خطیب فرماتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ (۳) یہ دونوں قول متعارض ہونگے کسی خارجی دلیل سے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی۔ پہلا قول صحیح ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جرح مفسر ہو تو تعدیل پر مقدم ہوگی۔ (خیر الکلام ص ۴۹)

اور اسی نظریہ کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں بیان کیا ہے اور تدریب الراوی ص ۲۳۴ سے اس نظریہ پر حوالہ پیش کیا ہے کہ اگر راوی میں جرح

مفسر اور تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مقدم ہو گی اگرچہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ بھی کیوں نہ ہو فقہاء اور اربابِ اصولِ حدیث کے نزدیک یہی صحیح ہے اور خطیب بغدادیؒ نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۳۸ ج ۲) اس عبارت کے ہوتے ہوئے بھی اثری صاحب اگر اپنا فرضی منطقی نتیجہ نکال رہے ہیں تو یہ توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل کا مصداق ہے جس کی عقل و ہوش کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی۔

اور اگر بالفرض یہی مطلب ہو جو اثری صاحب لے رہے ہیں تو اثری صاحب کو چاہیئے کہ اب تک جتنے بھی ائمہ جرح و تعدیل گزرے ہیں خواہ ان کے اقوال مطبوعہ ہیں یا نہیں ان تمام کے اقوال کو جمع کر کے پھر ان میں سے جمہور اور قلیل کا تعین کر کے پھر اعتراض کریں کہ اتنے جرح کرنے والے ہیں اور اتنے تعدیل کرنے والے ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے جمہور کی مخالفت کی ہے چند ایک کتابوں سے نقل کر کے اعتراض کرنے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

امام محمد بن مُبارکؒ

اثری صاحب ص ۵۱ پر یہی عنوان جو ہم نے قائم کیا ہے، قائم کر کے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن مبارکؒ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے اس کے بارہ میں علامہ ذہبیؒ کے یہ الفاظ احادیثہ تستنکر نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب یہاں یہ بات گول کر گئے کہ جس روایت کے بارہ میں یہ الفاظ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کیے ہیں وہ روایت صحیحین کی نہیں بلکہ دارقطنی وغیرہ کی ہے مگر راوی صحیحین کا ہے۔ حضرات محدثین کرامؒ نے صحیحین کو جو صحیحین قرار دیا ہے اس کی وجہ ان راویوں کے علاوہ حضرات شیخین امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا حدیث لینے میں احتیاط و اہتمام اور ائمت کی

اکثریت کا ان کو سند قبولیت دینا بھی ہے۔ اس لیے صحیحین میں ہوتے ہوئے ان راویوں کی حیثیت اور ہو گی مگر اثری صاحب اور ان کے طبقہ کے لیے صحیحین میں ہوتے ہوئے بھی ان راویوں پر جرح درست ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔) اگر یہ راوی صحیحین کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہوں تو ان کا وہ حکم نہیں ہو گا جو صحیحین میں ان کا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الاسناد محتجا بہ روایۃ فی الصحیح ان یکون الحدیث الذی یروی بہ صحیحا۔ (النکت لابن حجرؒ ص ۲۵)

یعنی صحیح کا راوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے مروی ہر روایت صحیح ہو۔

اور علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الراوی محتجا بہ فی الصحیح انہ اذا وجد فی ای حدیث کان ذلک الحدیث علی شرطہ۔ (نصب الرایہ ص ۲۴۲ ج ۱)

یعنی کسی راوی سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جس حدیث میں بھی ہو گا اس کی حدیث صحیح کی شرط پر ہو گی۔

اور یہ بات نصب الرایہ کے اسی حوالہ سے اثری صاحب نے بھی اپنی اسی تنقیدی کتاب کے ص ۴۳ میں ذکر کی ہے۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحیحین کے راوی جرح سے بالا اور مستثنیٰ نہیں ہیں مگر ایسی جرح ان پر درست نہیں جو ان کو عدالت اور ثقاہت کے درجہ سے ساقط کر دے۔

اور راویوں پر یہ جرحیں اس لیے ہوتی ہیں تاکہ احادیث کے تعارض کے وقت کسی ایک کو ترجیح دی جا سکے۔ اسی لیے تو حضرات محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ صحت کے درجات ہیں اور بعض بعض کی بہ نسبت اصح ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی دیگر صحیح اور مرفوع احادیث کے مقابل ہونے کی وجہ سے اس پر

یہ جرح کی ہے۔ اگر اثری صاحب نے احادیثہ تستنکر کا مفہوم ثقہ کے مقابلہ کا ضعیف سمجھا ہے تو یہ ان کی اپنی غلطی ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امام محمد بن مبارک پر جرح کا انکار تو محدث گوندلوی بھی نہیں کر سکے۔ وہ بھی اس کے بارہ میں لکھتے ہیں: اب اس پر جو جرح غیر مفسر ہے کہ اس کی حدیثیں منکر شمار ہوتی ہیں توثیق کے بعد قابلِ التفات نہیں۔ (خیر الکلام ص۲۲۱) محدث گوندلوی صاحبؒ نے بھی کمال کر دی۔ یہاں فرماتے ہیں کہ جرح غیر مفسر قابل التفات نہیں مگر پہلے فرما چکے ہیں (یہ جرحیں اگرچہ مبہم ہیں مگر ان سے راوی مرتبہ سے گر جاتا ہے اس لیے غلط کی نسبت میں ان کا ذکر کرنا ٹھیک ہے۔)

(خیر الکلام ص۱۸۸، ص۱۸۹)

یاد رہے کہ احادیثہ تستنکر کے الفاظ لہ مناکیر کے درجہ کے نہیں ہیں کیونکہ اگر مناکیر زیادہ ہوتیں تو یہ صحیحین کے راوی ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ الفاظ روی المناکیر اور یروی المناکیر کے درجہ کے ہیں۔ جن کے درمیان اور منکر الحدیث کے درمیان فرق ہے۔ (ملاحظہ ہو الرفع والتکمیل ص۲۱۰) جبکہ لہ مناکیر اور منکر الحدیث ایک درجہ کے ہیں۔ (الرفع والتکمیل ص۱۷۹)

اثری صاحب ص۵۲ پر لکھتے ہیں: ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا جمہور نے اسے ضعیف کہا؟ کہ مولانا اس پر جرح نقل کر رہے ہیں۔

الجواب اثری صاحب کا یہ سوال ان کے اپنے فرضی منطقی نتیجہ کی وجہ سے ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جمہور محدثین کے مسلّمہ اصولوں میں سے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہے؟ کہ آپ طعن دے رہے ہیں۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے تضعیف کہا ہی نہیں ہے۔ اگر تم احادیثہ تستنکر کا مطلب ثقہ کے مقابلہ کا

ضعیف سمجھے ہو تو یہ تمہارا اپنا قصور ہے اپنی اصلاح کریں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کیا یہ بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ کا راوی نہیں؟

الجواب کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دعوٰی کیا ہے یا حضرات محدثین کرام کا مسلّمہ اصول ہے کہ صحیحین کے راوی جرح سے مستثنیٰ ہیں اور کیا یہ ایسی جرح ہے کہ اس کی وجہ سے راوی کو صحیحین کا راوی قرار دینا مشکل ہو جائے جب دونوں باتیں نہیں تو پھر ایسے فضول سوال کا کیا معنی؟ اثری صاحب نے یہاں حوالہ دیا کہ ہم نے اس جملہ کی وضاحت توضیح الکلام ص۳۲۶-۳۲۷ ج۱ میں کر دی ہے، اگر قارئین کرام میں سے کوئی ص۳۲۷ دیکھ لے تو اثری صاحب کے اپنے سوال کا جواب وہاں موجود ہے وہاں لکھا ہے: ثانیاً احادیثہ تستنکر کے الفاظ اہلِ علم کے نزدیک اس درجہ کی جرح نہیں کہ راوی کو ضعیف قرار دیا جائے.... الخ۔

امام مکحول شامیؒ

اثری صاحب ص۵۲ پر یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ امام مکحولؒ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحبؒ نے لیس بالمتین کے الفاظ سے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ) نیز لکھتے ہیں مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا جمہور نے امام مکحولؒ پر کلام کیا؟ کہ حضرت صاحب ان پر جرح نقل کر رہے ہیں۔

الجواب اثری صاحب اپنے فرضی منطقی نتیجہ پر مدار رکھتے ہوئے ہی یہ اعتراض کر رہے ہیں جس کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ دارمی وغیرہ کی ہے جس کے بارہ میں حضرت دام مجدہم نے جرح کی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ اگر جمہور کی جرح مفسر نہ ہو تو لیس بالمتین سے عدالت ساقط نہیں ہوتی۔

الجواب اثری صاحب کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام مکحولؒ

کے بارہ میں کہا ہے کہ لیس بالمتین کی وجہ سے اس کی عدالت ساقط ہوگئی ہے کہ آپ تسکین الصدور کی عبارت پیش کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے ایسا کہا ہی نہیں تو تسکین الصدور کی عبارت پیش کرکے تو آپ نے خود اپنے اعتراض کا جواب حضرت دام مجدہم کی جانب سے دے دیا ہے۔ نیز حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارکپوری کی ابکار المنن کے حوالہ سے امام مکحولؒ کا مدلس ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز مبارکپوری صاحبؒ مکحولؒ کو کثیر الارسال لکھتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ص۲۵۳ ج۱) اور آپ لوگ تو قتادہ جیسے ثقہ، حافظ اور ثبت راویوں کی صحیحین میں ہوتے ہوئے بھی مدلس روایت تسلیم نہیں کرتے تو یہاں امام مکحولؒ کی مدلس غیر صحیحین کی روایت میں ان کی صفائی کیوں دے رہے ہیں؟ کیا اس کو احناف خولیا قرار نہ دیا جائے؟

عبدالرحمٰن بن ثروانؒ

اثری صاحب ص۵۳ پر لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ثروانؒ صحیح بخاری اور سنن کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس سے احتجاج درست نہیں۔ (محصلہ)

الجواب

جس روایت کے بارہ میں یہ جرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کی ہے یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ کتاب القراءۃ وغیرہ کی ہے اور عبدالرحمٰن بن ثروانؒ پر جرح تو محدث گوندلویؒ نے بھی تسلیم کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں یہ پانچ آثار ہیں ان کی اسانید کے مندرجہ ذیل رواۃ پر جرح کی جاتی ہے۔ لیث بن سلیم، عبدالرحمٰن بن ثروان اور شریک۔ (خیر الکلام ص۳۲۹) پھر آگے محدث گوندلویؒ نے ان کے بارہ میں تعدیلی کلمات بھی نقل کیے ہیں مگر یہ قطعاً نہیں کہا کہ بخاری کا راوی ہونے کی وجہ سے وہ جرح سے مستثنیٰ ہے بلکہ انھوں نے تو یہاں تک فرما دیا کہ ان آثار میں اگرچہ کچھ ضعف ہے مگر مجموعی طور پر ان سے احتجاج درست ہے۔ (خیر الکلام ص۳۳۱)

اثری صاحب! ذرا اپنے استاد محترمؒ کو بھی اپنی مخصوص غیر مقلدانہ زبان سے نوازیں کہ انھوں نے کیوں تسلیم کر لیا کہ اس پر جرح ہے اور اسکے اثر میں ضعف ہے۔ اور محدث مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ثروان صدوق ربما خالف (تحفۃ الاحوذی ص۲۲۲ ج۳) یہاں بھی اثری صاحب نے اپنے اسی فرضی منطقی نتیجہ کے پیش نظر مجذوبانہ بڑھک ماری غور فرمائیے جمہور کیا فرماتے ہیں اور حضرت صاحب امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہوگی؟ —— اثری صاحب یہ بے انصافی ہے یا نہیں مگر اس سے بڑھ کر کوئی بے انصافی نہیں ہو سکتی کہ کسی کی عبارت سے خود فرضی منطقی نتیجہ نکال کر طعن و اعتراض کرنا، اور نہ یہ اعتراض عقل و ہوش کی دنیا میں کوئی وقعت رکھتا ہے۔ آپ اور آپکا طبقہ بیشک اس پر خوش ہوتے رہیں —— یہاں بھی بحث آثار اور روایات میں ترجیح دینے کی ہے اس لیے اس کے بارہ میں اس کے مناسب جرحی الفاظ نقل کیے ہیں مگر اثر کے ضعف کا مدار اس پر نہیں بلکہ شریک پر ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے خود لکھا ہے لیکن اس روایت کا مرکزی راوی شریک ہے۔ (احسن الکلام ص۱۴۱ ج۲) امام احمدؒ سے جرحی الفاظ نقل کرنے میں یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ راوی بالاتفاق غیر مجروح نہیں بلکہ اس پر جرح موجود ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے ثقہ راویوں کی بہ نسبت اس کا درجہ صحت میں گر گیا اور یہ بات ائمہ جرح و تعدیل کے مسلمہ اصول کے مطابق اور محدث گوندلوی صاحبؒ کے اقرار کے مطابق ہے مخالف نہیں۔

علاء بن عبدالرحمٰنؒ

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علاء بن عبدالرحمٰن صحیح مسلم، موطا امام مالکؒ اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے ان کو ضعیف اور ان کی روایت کو منکر قرار دیا ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ (محصلہ)

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے امام عبدالبرؒ سے نقل کیا کہ علاء اس روایت میں متفرد ہے اور پھر لکھا پس یہ روایت بلاشبہ شاذ ہے کہ ضعیف راوی تمام ثقات کی روایت کے

خلاف کرتا ہے (احسن الکلام ص۵۳ ج۲) اگر مسلم کے راوی پر جرح اور اسکی روایت کو شاذ قرار دینا ظلم کی انتہا ہے تو براہِ کرم حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ ساتھ اثری صاحب اپنے آپکو اور اپنے استادِ محترم کو اس کٹہرے میں کھڑا کرکے فردِ جرم عائد کرکے یکساں سزا دیں کیونکہ آپکے استادِ محترم اور آپ نے مسلم کی روایت واذا قرأ فانصتو (جو سلیمان تیمی حضرت قتادہؒ سے روایت کرتے ہیں) کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ شاذ ہے۔ (گو حوالہ ابو داؤد کا دیا ہے مگر یہ روایت مسلم میں بھی ہے اور آپ نے خود اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ مسلم ص۱۷۴ ج۱ میں امام مسلمؒ نے اس کی تصحیح کی۔ (توضیح الکلام ص۲۴۶ ج۲) اب مسلم اور ابو داؤد کی روایت کو غیر صحیح اور شاذ قرار دینا بھی کیا تمھارے ہاں جرم ہے یا نہیں؟

اثری صاحب! میرے استادِ محترم نے تو امام مسلمؒ کا دامن بچا دیا اور لکھ دیا کہ امام مسلمؒ نے مقدمہ میں یہ بتلایا ہے کہ وہ استشہاد میں متکلم فیہ راوی کو لے لیتے ہیں لہٰذا ان کا مسلم میں آجانا جبکہ ان پر تنقید بھی ہوئی ہے، ثقاہت کا ثبوت نہیں ہے۔ (احسن الکلام ص۲۹۹ ج۱) مگر آپ نے اور آپ کے استادِ محترم محدّث گوندلوی صاحبؒ نے تو صاف اور واضح لکھا کہ صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ کیا آپ لوگ مسلم شریف کو صحیح نہیں مانتے؟ اگر مانتے ہیں تو صحیح ماننے کے باوجود اس کی روایت کو غیر صحیح اور شاذ قرار دینا کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا یہ دوغلاپن نہیں؟

اثری صاحب جو آپ کے ہاں ظلم کی انتہا ہے اس میں آپ اور آپ کے استادِ محترم زیادہ مجرم ثابت ہو رہے ہیں اس لیے ذرا روایتی انداز میں ان کی اور اپنی بھی خاطر کریں تاکہ كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ ۔ الآیۃ پر عمل ہو جائے اور ظلم کے خلاف آپ انصاف کا پرچار کرنے کے ہیرو بن جائیں۔ ورنہ ہیرو کے بروزن لفظ سے زیادہ آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ولید بن مسلمؒ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ولید بن مسلمؒ بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ کے معروف راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے اس پر جرح کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب ولید بن مسلمؒ پر جرح تو محدث مبارکپوریؒ نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں: ثقة لكنه كثير التدليس والتسوية۔ (تحفۃ الاحوذی ص۳۶ ج۱) حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جس روایت کے بارہ میں جرح کی ہے وہ صحیحین کی نہیں بلکہ دارقطنی وغیرہ کی ہے اور اسکے بارہ میں جو جرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کی ہے وہ جرح محدث گوندلویؒ نے خیر الکلام ص۲۱۵ میں اور خود اثری صاحب نے توضیح الکلام ص۳۰۶ ج۱ میں نقل کرکے آگے تعدیلی کلمات بھی نقل کیے ہیں مگر اثری صاحب پر افسوس ہے کہ اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ ایسے بالاتفاق ثقہ اور بخاری و مسلم کے راوی پر حضرت مولانا صفدر صاحب جرح کرتے ہیں جب ائمہ جرح و تعدیل سے جرح نقل کی ہے تو بالاتفاق ثقہ کیسے ہو گئے؟ حالانکہ امام احمدؒ نے فرمایا: اختلطت عليه احاديث ما سمع وما لم يسمع۔ (تہذیب التہذیب ص۱۵۵ ج۱۱) تو امام احمدؒ نے تصریح فرما دی کہ اس کی روایتیں خلط ملط ہو چکی تھیں مسموع و غیر مسموع میں کوئی تمیز نہیں۔ تو اس تصریح کے بعد کیسے اس کی روایت پر مدار رکھ کر قرآنی آیات و مرفوع احادیث کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے؟

یہاں بھی اثری صاحب نے اپنے فرضی منطقی نتیجہ کی بدولت کہہ دیا کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنے مسلّمہ اصول (کہ ہم نے جرح و تعدیل میں جمہور کا دامن نہیں چھوڑا) کے خلاف ولید بن مسلم پر جرح کی ہے۔ اثری صاحب جرأت کرکے اور بتاتے کہ کس اصول اور ضابطے کی خلاف ورزی کی ہے جو اصول و ضوابط حضرات محدثین کرامؒ نے فرمائے ہیں اپنے فرضی منطقی نتیجہ پر مدار رکھ کر بیشک جو چاہیں کہتے پھریں۔

عبید اللہ بن عمرو الرقی اثری صاحب ص۵۴ پر لکھتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمرو الرقیؒ صحیح بخاری و مسلم کے معروف راوی ہیں اور مولانا

صفدر صاحب نے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ کتاب القراءۃ وغیرہ کی ہے اور اس میں بھی دو راویوں کے تقابل کی صورت ہے ایک جانب یوسف بن عدیؒ ہیں اور دوسری جانب عبید اللہ بن عمرو الرقیؒ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ یوسف بن عدیؒ تو ثقہ ہیں جبکہ عبید اللہ بن عمرو الرقیؒ کے بارہ میں ائمہ محدثینؒ سے جرح منقول ہے اس لیے روایت کے الفاظ میں کمی بیشی کا الزام یوسف بن عدی پر لگانے کی بجائے عبید اللہ بن عمرو الرقیؒ پر لگایا جائے اور پہلے محدث گوندلویؒ کے حوالہ سے گزر چکا کہ یہ جرحیں اگرچہ مبہم ہیں مگر ان سے راوی مرتبہ سے گر جاتا ہے اس لیے غلط کی نسبت میں ان کا ذکر کرنا ٹھیک ہے۔ (خیر الکلام ص۱۸۹) ترجیح کے لیے ثقہ راویوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کا یہی اصول ہے کہ غیر مجروح اور کم جرح والے کو شدید جرح والے پر ترجیح دی جاتی ہے اور اس سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کسی اصول اور ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کی۔

سعید بن عامر الضبعی اثری صاحب لکھتے ہیں کہ سعید بن عامر الضبعی صحیحین کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ سنن الکبریٰ وغیرہ کی ہے اور یہاں بھی تقابل کی صورت ہے کہ ایک راوی سعید بن عامرؒ خلف الامام کا جملہ نقل کرتے ہیں جب کہ یہی اثر دوسرے راوی یحییٰ بن سعیدؒ اور معاویہ بن ہشامؒ جب نقل کرتے ہیں تو خلف الامام کا جملہ نقل نہیں کرتے تو اب اس کمی بیشی کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ سعید بن عامر کے بارے

جرح موجود ہے جسکو خود اثری صاحب نے بھی تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے بیان کر دیا کہ فی حدیثہ بعض الغلط۔ اور محدث مبارکپوریؒ اس راوی کے بارہ میں فرماتے ہیں وقال ابوحاتم ربما وھم (تحفۃ الاحوذی ج۲ ص۱۵) اب ثقہ ہونے کے باوجود ترجیح کیلیے یہ جرح ہے جس سے انکی عدالت اور ثقاہت تو باطل نہیں ہوتی مگر انکی روایت کا درجہ صحت میں کم ہو جاتا ہے اسلیے اسکے مقابل دوسرے راویوں کی روایت کو ترجیح ہوگی ـــــ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ لکھتے ہیں پھر ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثقہ ہونے میں سب برابر ہوں۔ (خیر الکلام ص۲۴۰)

اثری صاحب نے بعض اور نام بھی گنوائے ہیں کہ ان ان حضرات پر بھی مولانا صفدر صاحب نے جرح نقل کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحب دام مجدہم نے ائمہ محدثینؒ کے کسی بھی اصول اور ضابطہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ان کے اصول ہی کی روشنی میں سب کچھ کیا ہے۔

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام اوزاعیؒ کی زہریؒ سے تمام روایتیں ضعیف ہیں۔ (محصلہ)

الجواب پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض دفعہ کوئی راوی کسی شیخ سے روایت لینے میں متکلم فیہ ہوتا ہے۔ باقی کے معاملہ میں ثقہ ہوتا ہے جیسا کہ اثری صاحب کی توضیح الکلام ج۱ ص۱۴۷ کے حوالہ سے گزرا کہ یحییٰ بن بکیرؒ جب لیث سے روایت کرے تو ثقہ ہے مگر امام مالکؒ سے اس کے سماع میں حضرات ائمہ کرامؒ نے کلام کیا ہے۔ الخ۔ اس سے اس کی حیثیت صرف اسی معاملہ میں متاثر ہوتی ہے یہاں بھی امام اوزاعیؒ کی امام زہریؒ سے لی گئی روایات کے بارہ میں ہے کہ وہ روایات ضعیف ہیں اور اس بات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ائمہ محدثینؒ سے نقل کیا ہے کیا وہ ائمہ کرامؒ امام اوزاعیؒ کی شان کو نہیں سمجھتے تھے؟ کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ مسلم میں ان کی روایت موجود ہے؟ ہم تو صاف کہتے ہیں کہ وہ حضرات آج کے علماء کی بہ نسبت

کہیں زیادہ حضرات محدثین کرامؒ کو جانتے بھی تھے ان کی عظمت کے بھی قائل تھے، اور یہ بھی جانتے تھے کہ کون کس درجہ کا اور کس کتاب کا راوی ہے اس کے باوجود جب انھوں نے یہ الفاظ فرمائے ہیں تو اس سے راوی کی شان میں گستاخی نہ ان حضرات نے کی اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کی۔ بلکہ ان حضرات نے حفاظت حدیث کے طریق کار اور اصول کو پیش نظر رکھ کر سب کچھ کیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان کی اتباع اور پیروی کی ہے۔

اثری صاحب کی عجیب تربات

اثری صاحب کے استادِ محترم محدثؒ گوندلویؒ نے عطاء خراسانیؒ کو بخاری کا راوی ماننے سے انکار کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب دیا کہ اس وجہ سے انکار غلط ہے اس لیے کہ یہ اس قدر ضعیف نہیں کہ بخاری کا راوی نہ بن سکے کیونکہ اس سے بھی ضعیف راوی بخاری میں موجود ہیں۔ اس پر اثری صاحب لکھتے ہیں: اس سے بھی عجیب تربات جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر آئے ہیں... الخ اور پھر آگے احسن الکلام کی عبارت پیش کی۔ کیونکہ اس سے بھی ضعیف تر راوی صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ ہم انشاء اللہ عرض کر سکتے ہیں۔ (احسن الکلام ص ۱۷۷ ج ۱ (طبع سوم ص ۲۲۱ ج ۱)۔

اثری صاحب لکھتے ہیں ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ چاہیں تو حضرت مولانا صفدر صاحب صحیحین کے راویوں پر کلام کریں اور عطاء خراسانیؒ سے ضعیف تر راوی بھی بخاری میں انھیں مل جائیں مگر دوسرے مقامات پر اصول یہ بیان فرمائیں کہ صحیح بخاری میں کوئی راوی ایسا نہیں جو ضعیف ہو.... الخ (محصلہ ص ۵۶)

الجواب اگر اثری صاحب پر بدحواسی نہ چھائی ہوتی تو ان کو کم از کم اپنا لکھا ہوا تو یاد رہتا انھوں نے خود لکھا ہے: صحیح بخاری میں ضعیف راویوں کا

ہونا اور بات ہے اور جیسے امام بخاریؒ ضعیف اور اس کی احادیث کو مقلوب کہیں اس سے روایت لینا دونوں میں بڑا فرق ہے.... الخ۔ (توضیح الکلام ص ۱۲۳ ج ۲)

اثری صاحب کی عبارت سے واضح ہے کہ بخاری میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ عطاء خراسانیؒ سے کمزور راوی صحیح بخاری میں ہیں کہ نہیں؟ تو ہم اثری صاحب سے عرض کریں گے کہ یہ بات علامہ ابن حجرؒ سے ہی دریافت کر لیں جن کے حوالہ سے آپ لوگ عطاء خراسانیؒ کو صحیح بخاری کا راوی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ان کا مقدمہ فتح الباری پڑھ لیں جہاں وہ بخاری کے روات پر تنقید کا جواب دیتے ہیں اور بعض مقامات پر اپنی بے لبسی کا بھی اظہار کر دیتے ہیں اور اگر یہ نہ کر سکیں تو پھر ورقاء بن عمر یشکریؒ اور فلیح بن سلیمانؒ جو بخاری کے راوی ہیں اور عطاء خراسانیؒ کے تراجم میزان الاعتدال، کتاب الجرح والتعدیل اور تہذیب التہذیب سے پڑھ کر تقابل کر لیں۔ انشاء اللہ العزیز آنکھیں کھل جائیں گی۔

اثری صاحب کا یہ کہنا مگر دوسرے مقامات پر اصول یہ بیان فرمائیں کہ صحیح بخاری میں کوئی راوی ایسا نہیں جو ضعیف ہو اور بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں.... الخ۔

تو اثری صاحب کی ان تلبیسات کے جوابات ص ۳۹ اور ص ۴۰ میں دیئے جا چکے ہیں۔

ائمہ دینؒ و ثقہ محدثینؒ کی شان میں استخفاف کے الزامات

اثری صاحب ص۵۷ پر عنوان قائم کرتے ہیں "ائمہ دینؒ و ثقہ محدثینؒ پر نوازشات" اسکے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر کی تصنیفات میں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ ان کے موقف کے برعکس اگر کسی کا قول ہے تو اس کا استخفاف کرنے سے اجتناب نہیں کرتے ..... اور حدیہ ہے کہ ان کے نشترِ قلم سے نہ صحابہؓ محفوظ ہیں نہ تابعین اور نہ ہی محدثین ... الخ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب آپ یہ بات اس شخصیت کے بارہ میں کہہ رہے ہیں، جس نے ہمیشہ صحابہ کرامؓ، ائمہ عظامؒ، محدثینؒ اور فقہاء امتؒ کی عظمت اور ان کے طریقۂ کار پر وابستہ رہنے کا سبق لیا ہے انھوں نے تو آپ کی کتاب کا جواب لکھنے کے میرے ارادہ سے آگاہ ہوتے وقت اور کتاب کی تیاری کے دوران سختی سے مجھے تلقین کی کہ لہجہ سخت نہ ہو۔ حالانکہ آپ نے اپنی کتاب میں گالیوں کی جو بوچھاڑ کی ہے اس کا اندازہ آپ کی کتاب پڑھنے پر ہر آدمی کر سکتا ہے۔ جب آپ کے بارہ میں سخت لفظ وہ برداشت نہیں کرتے تو ان بڑی شخصیتوں کے بارہ میں گستاخی یا ان کا استخفاف کرنا ان سے کیسے متصوّر ہو سکتا ہے؟ الزامات لگاتے وقت کچھ تو خیال کرنا چاہیئے تھا۔ الزامات کی حقیقت کیا ہے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلا الزام اثری صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے الامامۃ والسیاسۃ

کا حوالہ دے کر حضرت حسنؓ کا قول انکے بارہ میں نقل کیا جو انھوں نے جنگِ جمل کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے کہا تھا اور تم جانتے ہو کہ بے شک عورتیں کمزور اور انکی رائے بھی ضعیف و مضمحل ہوتی ہے یہ قول کر کے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں استخفاف کیا ہے۔ (محصلہ) اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ "الامامۃ والسیاسۃ" ابن قتیبہ کی کتاب نہیں ہے۔ (محصلہ)

الجواب ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ یہ کتاب ابنِ قتیبہ کی ہے یا نہیں۔ یہ جنگ اثری صاحب ان سے لڑیں جو اس کتاب کو بار بار ابنِ قتیبہ کے نام سے شائع کر رہے ہیں ابن قتیبہ کی ہو یا کسی اور مؤرخ کی تاریخی بات کو جبکہ وہ خلافِ شرع اور خلافِ عقل نہ ہو تو اس کو لینے اور نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاریخ کی دیگر کتابوں بالخصوص البدایہ والنہایہ میں اس کی صراحت ہے کہ جنگِ جمل کے موقع پر حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کو میدانِ جنگ میں جانے سے روکا تھا اور صلح کی کوشش کی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص۲۴۱ ج۷) مگر حضرت علیؓ اور حضرت اُمّ المومنینؓ دونوں کے طرفداروں میں کچھ شدّت پسند ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ واقعہ پیش آیا، اور امّ المؤمنینؓ آخر عمر تک اس اقدام پر افسوس کا اظہار کرتی رہیں اور روتی رہیں۔ حضرت حسنؓ کا اس موقع پر مصالحانہ انداز یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ الفاظ انھوں نے جذبات رَو میں بہہ کر توہین کے لیے نہیں کہے تھے بلکہ حضرت امّ المؤمنینؓ کے میدان جنگ میں آجاتے ہیں ان کی جانب سے عذر پیش کرتے ہوئے فرمائے، جب کہ اجل صحابہؓ کے برخلاف وہ اپنی رائے پر قائم تھیں۔ ان کا مقصد قطعاً امّ المؤمنینؓ کا استخفاف نہ تھا اور نہ ان کی جانب سے اس کا تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی صرف اس لحاظ سے کہ اجل صحابہؓ کے برخلاف وہ اپنی رائے پر قائم ہیں یہ قول نقل کیا ہے۔ اجل صحابہؓ جو واقعہ میں موجود تھے انھوں نے خود قلیبِ بدر والوں سے خطاب کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

سُنا اور وہ واقعہ کو بیان کر رہے ہیں جب کہ امّ المؤمنینؓ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے ان کی روایت کو تسلیم نہیں کر رہیں تو ان کی رائے کو کیسے لیا جا سکتا ہے۔ اجل صحابہؓ اپنی آنکھوں کے مشاہدہ اور کانوں سے سُنے ہوئے واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور امّ المؤمنینؓ کی اس کے برعکس اپنی رائے ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس عبارت سے چند سطور قبل اسی صفحہ میں لکھا ہے (جس سے اثری صاحب نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں۔) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ کا علمی مقام اور شان اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن ان کی رائے کے برخلاف حضرت عمرؓ کی روایت جو مسلم میں اور حضرت ابو طلحہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت جو بخاری اور مسلم میں ہے اور دیگر جلیل القدر حضرات صحابہ کرامؓ کی صحیح روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ (سماع الموتیٰ ص۲۸۲ محصلہ) عبارت کا مطلب صاف اور بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب اپنی ٹیڑھی سوچ کی وجہ سے اس کے مفہوم کو ٹیڑھا ثابت کرنے پر تُلے ہُوئے ہیں حالانکہ ان کے اُستادِ محترم محدّث گوندلویؒ تو یہ سبق دیتے ہیں (شاید یہ صرف دوسروں کو سمجھانے کے لیے ہو) مگر یاد رکھنا چاہیے حتی الامکان اگر کوئی کلام کسی توجیہ سے صحیح بن سکتا ہو تو اس کو صحیح ہی سمجھنا چاہیے۔ (خیر الکلام ص۲۲۲)

اثری صاحب ص۵۸ پر لکھتے ہیں کہ انھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف کا حق ہے مگر "الامامۃ والسیاستہ" کے بے سند حوالہ کی بنیاد پر ان کی رائے کا عورت کی کمزور رائے کہہ کر استخفاف کرنا قطعاً درست نہیں۔

الجواب ہم نے عبارت کی وضاحت کر کے بات واضح کر دی کہ یہ مفہوم اور استخفاف صرف اور صرف اثری صاحب کی ٹیڑھی سوچ کا نتیجہ ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہ استخفاف کیا اور نہ ہی یہ انکی عبارت

سے مترشح ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہ امّت ہیں.... مگر ہمارے مہربان فرماتے ہیں ان کی رائے عورتوں کی رائے کی طرح کمزور ہوتی تھی.... الخ۔

الجواب اثری صاحب اگر اجل صحابہؓ کی صحیح روایات کے برخلاف امّ المؤمنینؓ کی رائے کو کمزور کہنا استخفاف ہے اور ان کی فقیہ اُمّت کی شان کے خلاف ہے تو جو امّ المؤمنینؓ کے واضح فقہی مسئلہ سے متعلق فعل کے بارہ میں کہہ دے کہ ہم نہیں مانتے یہ حجّت نہیں ہے یہ استخفاف تو رائے کمزور قرار دینے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور فقیہ امّت کی شان میں کھلی گستاخی ہے تو اس کے بارہ میں اثری طبقہ کا کیا نظریہ ہے؟

اثری صاحب آپ کا اور آپ کے طبقہ کا یہ نظریہ تو واضح ہے کہ قول صحابی حجّت نیست اور فعل کے بارہ میں بھی محدّث مبارک پوری صاحبؒ نے فرما دیا: وانما کانت تفعله عائشة ولا حجة فی فعلها الّا اذا ثبت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم علم بفعلها واقرها۔ (ابکار المنن ص۲۴۲) یعنی حضرت امّ المؤمنینؓ کپڑے سے جو مَنی کو دھوتی تھیں وہ خود کرتی تھیں اور ان کا فعل حجت نہیں ہے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے فعل کو معلوم کر کے ان کو اس پر برقرار رکھا۔ اجل صحابہؓ کی صحیح روایات کے خلاف حضرت عائشہؓ کی رائے کو کمزور کہنے کو ان کا استخفاف اور فقیہ اُمّت کی شان کے خلاف کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اثری صاحب یہاں بھی فتوی لگائیں ورنہ قارئین کرام سمجھ لیں کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح چور اپنی جان بچانے اور لوگوں کی توجّہ اپنی جانب سے ہٹانے کیلیے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شور سے چور چور کی آواز لگاتا ہے بعینہٖ اسی طرح اثری طبقہ اپنی گستاخیاں چھپانے کے لیے یہ واویلا مچا رہا ہے۔

دُوسرا الزام

اثری صاحب ص۵۸ پر عنوان قائم کرتے ہیں: "حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ" اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابومحذورہؓ جو اذان ترجیع کے ساتھ کہتے تھے انھوں نے یہ اپنے طور پر سمجھ رکھا تھا حالانکہ ان کو تعلیم نہ تھی۔ اثری صاحب لکھتے ہیں مگر ان حضرات نے قطعاً غور نہیں فرمایا کہ اس سے بلا دلیل صحابی رسول کی نسبت سُوءِ ظن کا پہلو نکلتا ہے۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب نے یہ احتمال محدّث مبارکپوری صاحبؒ کی ابکار المنن ص۸۶ سے لیا ہے۔

اثری صاحب، اگر اس قسم کے احتمالات لے کر الزامات لگائے جائیں تو بات بہت دُور تک جاسکتی ہے۔ اور اس سے بھی شدید قسم کے احتمالات پیدا ہوسکتے ہیں جن سے بچنے کے لیے یہی تاویل بہتر ہے اس میں حضرت ابومحذورہؓ کے بارے سُوءِ ظن کا پہلو نہیں نکلتا بلکہ ان کا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات کی یادداشت باقی رکھنے کے لحاظ سے عقیدت کا اظہار ہے کہ پہلی دفعہ جب آپ کی موجودگی میں انھوں نے اذان کہی تو شہادتین کو آہستہ کہا جب آپؐ نے دوبارہ کہنے کی تلقین فرمائی تو اس کو تعلیم سمجھ کر مُدّۃ العمر اس پر کاربند رہے اور اسی واقعہ کی یاد باقی رکھنے اور برکت کے لیے مُدّۃ العمر سر کے بال نہیں مُنڈوائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا۔ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ معجم اوسط طبرانی میں حضرت ابومحذورہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھایا اور اس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔ (عینی ص۱۰۸ ج۵)

اثری صاحب! حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے حالانکہ ان کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حکم دیا تھا کہ خواب میں فرشتے کے بتلائے ہوئے کلمات حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ جس طرح تجھے بتلائیں اسی کے مطابق کہتے جاؤ۔ (ابوداؤد ص۷۱ ج۱،

ابن ماجہ ص۵۱ ج۱، مسند احمد ص۴۳ ج۴ وغیرہ) اور حضرت بلالؓ اور مدینہ میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی موجودگی میں اذان کہنے والے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ مُدّۃ العمر بغیر ترجیع کے اذان کہتے رہے تو اب کوئی اور اثری اُٹھ کر یہ اعتراض کردے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرت ابومحذورہؓ کو تعلیم ترجیع کے ساتھ اذان کی دی اور اپنے مؤذنوں سے بغیر ترجیع کے کہلواتے رہے۔ یہ تعلیم متضاد کیوں؟ یا یوں سوال کردے کہ ترجیع والی اذان بہتر اور اولیٰ یا بغیر ترجیع کے؟ اگر ترجیع والی بہتر ہے تو مدینہ منورہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مؤذنین غیر اولیٰ پر مُدّۃ العمر کاربند کیوں رہے؟ اگر دونوں بہتر اور آپؐ کی تعلیم کے لحاظ سے برابر تھیں تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ منوّرہ کے مؤذنین سے ایک دفعہ بھی عمر میں ترجیع والی اذان کیوں نہیں کہلوائی؟ اگر بغیر ترجیع والی بہتر ہے تو حضرت ابومحذورہؓ کو جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے بقول ان کے جو تعلیم دی تھی اس تعلیم کی کیا حیثیت تھی؟ اگر مدینہ میں بغیر ترجیع اور مکّہ میں ترجیع والی اذان کی تعلیم تھی تو کیا عمومی شرعی مسئلہ میں جگہ کے لحاظ سے فرق ہوسکتا ہے؟ احناف کثّر اللہ سوادہم نے تو تمام احتمالات کو پیش نظر رکھ کر اور معجم طبرانی کی حضرت ابومحذورہؓ کی بغیر ترجیع والی اذان کی روایت کو پیش نظر رکھ کر کہا کہ ترجیع مشروع تو ہے مگر بلا ترجیع اذان بہتر اور اولیٰ ہے، حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جانب سے ترجیع کی تعلیم نہ تھی مگر حضرت ابومحذورہؓ نے اس کو تعلیم سمجھا اور ان کے تعلیم سمجھنے کا عُذر بھی موجود ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان کو کلمات دُہرانے کا فرمایا تھا۔ اس میں تو حضرت ابومحذورہؓ کی جانب سُوءِ ظن ہے اور نہ اس کا احتمال ہے اور نہ ہی اس سے ان کی شان میں کوئی تخفیف کا پہلو نکلتا ہے۔ اگر اثری صاحب محدّث مبارکپوریؒ کی تقلید کرتے ہوئے اس کو سُوءِ ظن قرار دیتے ہیں تو یہی بات علامہ ابن جوزیؒ نے بھی فرمائی ہے جس کا حوالہ محدّث مبارکپوریؒ نے ابکار المنن ص۸۵ ج۱ میں دیا ہے:

فلما کررھا علیہ ظنھا من اذان ... الخ۔ یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہؓ پر ان کلمات کا تکرار فرمایا تو انھوں نے ان کلمات کو اذان حصہ خیال کرلیا۔ علامہ ابن جوزیؒ کے ان کلمات کی وجہ سے محدثین کرامؒ اور فقہاء امتؒ میں سے کسی نے بھی علامہ ابنِ جوزیؒ کے بارے یہ نہیں فرمایا کہ انھوں نے حضرت ابومحذورہؓ کی جانب سوءِ ظن کی نسبت کی ہے۔ کیا کسی کو بھی حضرت ابومحذورہؓ کی عزت کا خیال نہیں آیا؟ اگر یہ خیال آیا تو محدث مبارک پوریؒ اور ان کی مکھی پر مکھی مارنے والے اثری صاحب کو۔ حاشا وکلّا۔ باقی رہیں ابوداؤد وغیرہ کی وہ روایات جن میں علّمنی کے الفاظ ہیں تو ان کو اسناد کے لحاظ سے محدثین کرام نے کمزور قرار دیا ہے۔

تیسرا الزام اثری صاحب صفحہ ۵۹ پر امام قتادہؒ کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت قتادہؒ کو قدری قرار دے کر انکے قول سے گلوخلاصی کرائی ہے۔ (محصلہ)

الجواب حضرت قتادہؒ قدری تھے کہ نہیں۔ اس کا اقرار خود اثری صاحب نے اپنی بحث میں کیا ہے کہ بلاشبہ حضرت قتادہؒ کو قدریہ سے تعلق تھا۔ (بلفظہٖ) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ قدریہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے اور معتزلہ کا حیاۃ فی القبر کے بارے میں اہلِ سنّت سے پہلے ہی اختلاف ہے تو پھر قتادہؒ کی یہ تفسیر اور توجیہ اہل السنّت پر کیسے حجّت ہوسکتی ہے؟

اثری صاحب! کیا یہ اصول حدیث کا مسئلہ نہیں کہ جب راوی بدعتی نظریہ کا ہو اور اس کی روایت سے اس کے بدعتی نظریہ کو تقویت پہنچتی ہو تو وہ روایت مختار مذہب کے مطابق مردود ہوگی۔ (تدریب الراوی صفحہ ۲۲۵، شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۹)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اسی قاعدہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ کہ قتادہؒ قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے اور معتزلہ کا حیات فی القبر کے بارے اہل السنّت سے اختلاف ہے اس لیے قاعدہ کے مطابق ان کی اس معاملہ میں

روایت بھی مردود ہے چہ جائیکہ ان کی اپنی تفسیر کا اس بارہ میں اعتبار کیا جائے۔

یہ یاد رہے کہ جو بدعت موجب کفر نہ ہو ایسی بدعت کی وجہ سے راوی کی عدالت اور ثقاہت تو ساقط نہیں ہوتی مگر تقابل کی صورت میں اس کی روایت درجۂ صحت میں گر جائے گی اور صحیحین میں ایسے راویوں کی روایات موجود ہیں صرف بدعتی نظریہ کو تقویت پہنچانے والی روایات مردود ہوں گی خواہ وہ راوی از خود اس بدعت کی جانب داعی نہ ہو۔

اثری صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ حضرت قتادہؒ کو قدریہ سے تعلق تھا مگر یہ بتلائیے کہ معتزلہ کی جتنی شاخیں ہیں وہ تمام معتزلہ سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اتنی کھینچا تانی کی ضرورت ہی کیا ہے؟

الجواب اثری صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ جرأت کرکے یہ بات ثابت کرتے کہ حضرت قتادہؒ قدریہ سے تعلق رکھنے کے باوجود معتزلہ کے حیات فی القبر کے نظریہ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں پھر تو ان کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض ہوسکتا تھا جب یہ ثابت ہی اثری صاحب نہیں کرسکے اور نہ ہی ان شاء اللہ ثابت کرسکتے ہیں تو پھر اعتراض عقل مندی نہیں ہیں صرف تعصب کا مظاہرہ ہے۔

اثری صاحب کا بے ڈھنگا سوال اثری صاحب صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں ہمارا سیدھا اور آسان سوال ہے کہ جب قتادہؒ قدری بدعتی ہیں جن کی رائے کا اعتبار نہیں تو اہل السنّت کے برعکس انکے قول کے مطابق شراح حدیث کی یہ تفسیر چہ معنی دارد؟ کیا یہ سب بدعتی تھے؟ الخ۔ (بلفظہٖ)

الجواب اثری صاحب انبیاء کرام علیہم السّلام کی حیات فی القبور کا مسئلہ موجودہ دور کے چند غالیوں کے علاوہ امتِ مسلمہ کا متفقہ مسئلہ رہا ہے مگر مسئلہ سماع الموتی میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک اختلاف چلا آرہا ہے

یہ اختلاف حق اور باطل کا نہیں بلکہ راجح اور مرجوح کا ہے۔

راجح میں اس کے راجح ہونے کی وجہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ حضرات محدثین کرامؒ وشراح حدیثؒ کی مباحث کو پیش نظر رکھ کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلیبِ بدر والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطاب فرمایا تھا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ معاملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلیب بدر والوں کے ساتھ مخصوص تھا عام قاعدہ نہیں تھا اس لیے عام مُردوں کا یہ حکم نہیں ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خصوصیت نہ تھی بلکہ عام مُردوں کا بھی حکم یہی ہے۔ خصوصیت ماننے والوں نے حضرت قتادہؒ کے قول پر مدار رکھا کیونکہ قتادہؒ فی نفسہٖ ثقہ ہیں۔ اور خصوصیت نہ ماننے والوں نے اس لحاظ سے کہ قتادہؒ فی نفسہٖ ثقہ ہونے کے باوجود قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے اور معتزلہ کا اہل السنّت کے ساتھ حیات فی القبر کے معاملہ میں اختلاف واضح بات ہے تو راجح بات یہی ہے کہ اس معاملہ میں ان کا قول تسلیم نہ کیا جائے۔ تو جن حضرات نے حضرت قتادہؒ کے محض ثقہ ہونے کا لحاظ رکھا انھوں نے ان کی بات کو اس معاملہ میں قبول کر لیا اور جن حضرات نے ان کے قدری ہونے کے پہلو کو بھی پیش نظر رکھا انھوں نے اس معاملہ میں ان کے قول کو ردّ کر دیا۔ اس لیے نہ حضرات شراح حدیث کو مطعون کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے قول کے مطابق تشریح کیوں کی ؟ کیا یہ سب بدعتی تھے ؟ اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر قتادہؒ پر الزام لگانے کا طعن درست ہے۔ ایسی باتیں اصولِ حدیث سے ناواقف سطحی ذہن کا آدمی تو کہہ سکتا ہے۔ اصول وضوابط سے واقفیت رکھنے والے سے ایسی توقع ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اثری صاحب کا ایک اور غلط بیانی کا الزام

اثری صاحب ص ۹۶ پر ایک اور غلط بیانی کا عنوان قائم

کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام یحییٰ بن سعیدؒ حضرت قتادہؒ کو چوٹی کا بدعتی کہتے ہیں اور یہ ان کی غلط بیانی ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب اگر آپ اپنی پیش کردہ تہذیب کی عبارت کا مطلب ہی سمجھ جاتے تو دیانت کی دُنیا میں آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر غلط بیانی کا الزام لگانے کی جرأت نہ کرتے۔

ہم یہاں اس عبارت کا اثری صاحب کا ہی کیا ہوا ترجمہ نقل کرتے ہیں اور اہلِ علم وانصاف سے فیصلہ چاہتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ غلط بیانی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کی ہے یا اثری صاحب تعصّب اور حسد کا شکار ہو کر بے بنیاد الزامات لگانے پر اُتر آئے ہیں۔ اثری صاحب اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

علی بن مدینی فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے کہا کہ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں جو بڑا بدعتی ہے اور اس کی دعوت دیتا ہے اسے ترک کر دو۔ انھوں نے کہا قتادہؒ، ابن ابی روادؒ اور عمر بن ذرؒ سے کیا معاملہ کرو گے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں کا بھی نام لیا۔ پھر امام یحییٰ نے کہا اگر ایسے لوگوں کی حدیث چھوڑ دو گے تو بہت سے لوگوں کی حدیث چھوڑ دو گے۔ (بلفظہٖ)

اس عبارت پر قارئین کرام غور فرمائیں کہ یحییٰ بن سعید سے جب کہا گیا کہ بڑے بدعتی کی حدیث ترک کر دو تو انھوں نے کہا کہ قتادہؒ وغیرہ سے کیا معاملہ کرو گے؟ یعنی وہ بڑا بدعتی تو ہے مگر اس کی حدیث چھوڑی نہیں جا سکتی۔ حدیث چھوڑنے کی تردید تو کر دی مگر قتادہؒ وغیرہ کا نام لے کر ان کو بڑا بدعتی تو کہہ ہی دیا۔ یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کہی ہے جس کو اثری صاحب غلط بیانی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ یہ غلط بیانی نہیں بلکہ یحییٰ بن سعید کی ترجمانی ہے۔ اثری صاحب کا اسکو غلط بیانی قرار دینا ان کی انتہائی جہالت یا دجل کا واضح ثبوت ہے۔

چوتھا الزام

اثری صاحب ص۶۱ پر امام ابن جریجؒ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے طائفہ منصورہ ص۱۲۶ میں امام ابن جریجؒ کو شیعہ محدثین کے تحت لکھا ہے صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے نوّے عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب نے ایک غلطی سے آگاہ کیا ہے۔ اگر معقول طریقہ پر آگاہ کر دیتے تو ہم احسان مندی کے ساتھ شکر گزار ہوتے مگر پھر بھی ہم ان کے مشکور ہیں۔ یہ عبارت اس سے قبل عنوان اصحاب حدیث سے کیا مراد ہے کے تحت کی ہے جو شیعہ محدثین کے عنوان سے پہلے ہے۔ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ عبارت جعفر بن زیاد کوفی کے ترجمہ کے تحت درج ہے اور اس کا وہاں کوئی مقام نہیں ہے مگر ــــــــــــ کسی نے اس جانب توجہ نہ دلائی۔ انشاء اللہ اس کی درستگی کر لی جائے گی۔ اثری صاحب نے ص۶۲ پر اس کے متعلق جو حاشیہ آرائی کی ہے اس کا دار و مدار اسی پر ہے جب کہ وہ عبارت موجودہ مقام کی ہو۔ اور جب وہ عبارت اس مقام کی ہے ہی نہیں تو اس حاشیہ آرائی اور طعن کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

امام ابن جریجؒ پر جرح نقل کرنے پر اثری صاحب کی برہمی

اثری صاحب ص۶۳ پر راہ سنت کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس میں فتاوی سمرقندی کی اس روایت پر جرح کی گئی ہے جو روایت میّت کے لیے دوران قرآن جائز کہنے والے پیش کرتے ہیں۔ یہ روایت چونکہ امّت کے اجماعی نظریہ کے خلاف ہے اور بعض علاقوں میں پائی جانے والی دوران قرآن کی بدعت کا دار و مدار بھی اسی روایت پر ہے اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اصولِ حدیث اور ائمہ محدثینؒ کے ضوابط کے مطابق کسی رد رعایت کے

بغیر اس پر جرح نقل کی ہے اور یہ روایت ترغیبات سے متعلق نہیں بلکہ عقائد سے متعلق ہے اور اُمّتِ مسلمہ کے اجماعی نظریہ سے متصادم ہونے کی وجہ سے سخت جرح ہی کے لائق ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا یہ فرمان ہے کہ جس وقت حلال و حرام کے بارے میں ہم سے کوئی روایت کی جاتی ہے تو ہم اس پر شدّت اختیار کرتے ہیں۔ (شرح مختصر الباعث الحثیث للعلامہ احمد شاکر ص۱۰۱) اس روایت کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ یہ روایت اوّلاً اس لیے ناقابلِ قبول ہے کہ یہ روایت واقدی کے حوالہ سے بیان کی ہے اور واقدی قابلِ اعتبار ہی نہیں۔ ثانیاً اس لیے کہ اس کی سند میں ابن جریجؒ ہے جو اگرچہ ثقہ ہے مگر تکمیلِ خواہش کے لیے حیلہ کے قائل تھے ... الخ۔ پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ائمہ محدثینؒ سے اس پر جرح نقل کی ہے۔ اور آگے لکھا ہے کہ:

ثالثاً اس لیے کہ یہ روایت ابنِ جریجؒ کی زہریؒ سے ہے اور امام ابنِ معینؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج فی الزھری لیس بشیء۔ اور پھر آگے لکھا ہے کہ ابنِ جریجؒ مشہور مدلس ہیں اور یہ روایت مدلّس ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے اس روایت کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی دجل کا مظاہرہ کیا ہے۔ عبارت میں ہے کہ ثالثاً یہ روایت ابنِ جریجؒ کی محمد بن شہاب زہری سے ہے اور امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریج فی الزھری لیس بشیء۔ اثری صاحب اس عبارت کا پہلا حصّہ بالکل ہضم کر گئے نیز اثری صاحب نے یہ تو نقل کر دیا کہ ابن جریج مشہور مدلّس تھے مگر آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ روایت مدلّس ہے اس کو بھی صرف مغالطہ دینے کے لیے ہضم کر گئے۔

میت کے لیے دوران قرآن والوں کی وکالت

اثری صاحب سرفراز دشمنی میں اس حد تک چلے گئے کہ وہ باطل گروہوں کی بھی وکالت کرنے پر اُتر آئے۔ اس پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔

؎ غضب کا پردہ نشین ہے وہ شوخ ہرجائی
ہر انجمن میں ہے ہر انجمن کے پردہ میں

اثری صاحب دورانِ قرآن والوں کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: غور فرمائیے یہاں ایک روایت کو ضعیف قرار دینے میں امام ابن جریجؒ کو کیسے مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے .... الخ۔

مگر اہلِ علم اس بات کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس روایت کو ضعیف قرار دینے کے لیے امام ابنِ جریجؒ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے یا ائمہ محدثینؒ کے اصول کے مطابق اس روایت کی حیثیت واضح کرنے کے تقاضا کو پورا کیا ہے؟ کسی محدث کے بارہ میں امام جرح و تعدیل فرمادیں کہ اس کی روایت فلاں محدث سے لیس بشئ ہے اور روایت بھی اسی سے ہو اور راوی مدلس مشہور ہو اور اس کی روایت بھی مدلس ہو تو کیا اس روایت کو آنکھیں بند کرکے لے لینا چاہیئے یا اس کے لیے ان ضابطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا جو ائمہ محدثین کرامؒ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ہمارے ہاں تو اصول کا لحاظ ہوگا، اثری صاحب کے ہاں کوئی اور طریقہ، کار ہو تو ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔

پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ان جروح کا اعتبار ہے تو پھر وہ ثقہ کیسے ہیں افسوس کہ ایک ہی سانس میں مولانا صاحب نے متضاد باتیں کہہ دیں۔ (محصلہ ص۶۳)

الجواب اثری صاحب یا تو اصول حدیث سے بالکل ہی نابلد ہیں یا عوام الناس کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے

کہ بعض دفعہ جزوی باتوں میں شدید جرح کے باوجود راوی مجموعی حیثیت سے ثقہ رہتا ہے جیسا کہ ثقہ ہونے کی شرائط پائی جانے والے بدعتی راوی کی صرف وہ روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں جو بدعت کی تقویت کا باعث بنیں۔ اس سلسلہ میں اس پر جرح ہوگی مگر باقی روایات میں اس کی ثقاہت باقی رہتی ہے۔ علامہ ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: وھٰذا المذھب ھو الاعدل وصارت الیہ طوائف من الائمۃ (انہاء السکن ص۵۸) اور اسی کے مطابق علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ (تدریب الراوی ص۲۲۵ ج۱)

تو کیا اثری صاحب یہاں بھی یہ کہیں گے کہ جب وہ راوی ثقہ ہے تو اس کی روایت مردود کیوں؟ اور اگر اس کی روایت مردود ہے تو اس کی ثقاہت کیوں؟ یہ متضاد باتیں حضرات ائمہ محدثین نے کیوں کہی ہیں؟ اگر یہ متضاد باتیں نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا امام ابنِ جریجؒ کو باقی روایات میں ثقہ کہنا اور امام زہریؒ سے اس کی روایات کو لیس بشئ کہنا بھی متضاد باتیں نہیں ہیں یہ اثری صاحب کی ناسمجھی اور اصولِ حدیث سے ناواقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اثری صاحب کی دیانت سرپیٹ کر رہ گئی

اثری صاحب لکھتے ہیں: پھر میزان الاعتدال کے حوالہ سے امام احمدؒ کا جو کلام ذکر کیا اس کے نقل کرنے میں انھوں نے ایسا کردار ادا کیا کہ دیانت سرپیٹ کر رہ گئی۔ امام احمدؒ کے اصل الفاظ یوں ہیں (صرف اثری کا کیا ہوا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ مرتب) یعنی یہ بعض احادیث جنھیں ابن جریج مرسلاً بیان کرتے ہیں موضوع ہیں ... الخ۔

الجواب صحیح دیانت کو تو کچھ نہیں ہوا البتہ اثری صاحب کی دیانت ضرور سرپیٹ کر رہ گئی کہ ہائے میں کس کے حصہ میں آگئی جو میرا یہ حشر کر رہا ہے۔

اثری صاحب، کیا مُرسل کو روایت نہیں کہتے ؟ اگر مُرسل کو روایت کہتے ہیں اور یقیناً کہتے ہیں تو پھر چند مُرسلات موضوع ہیں یا چند روایات موضوع ہیں کی تعبیر میں کونسا ایسا فرق ہے کہ آپ کی دیانت سر پیٹ کر رہ گئی ۔

اثری صاحب کے اعتراض کا جواب ان کے استاد محترمؒ سے

اثری صاحب نے اعتراض کیا تھا کہ جب امام ابن جریجؒ پر جرح ہے تو پھر وہ ثقہ کیسے ؟ اور اثری صاحب صـ۶۴ پر لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ نے ابن جریجؒ کو اصحاب الحدیث کہا ہے اور یہ حوالہ مولانا صفدر صاحب نے طائفہ منصورہ میں دیا ہے مگر امام ابن معینؒ ہی کا قول تہذیب کے حوالے سے المنہاج میں نقل کیا کہ زہریؒ سے روایت میں محض ہیچ ہے ۔ حالانکہ امام زہریؒ سے ان کی وہی روایات محض ہیچ ہیں جو معنعن ہیں یا زہری کی کتاب میں سے نہیں .... الخ ۔ اور اثری صاحب صـ۶۵ پر لکھتے ہیں اس لیے ان کی معنعن روایت درست نہیں ہوتی ۔ الخ ۔

اثری صاحب، جب آپ سب کچھ تسلیم کر رہے ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا ہے تو اعتراض کیا ہے ؟ اگر اعتراض یہ ہے کہ امام ابن معینؒ نے ایک جگہ ان کو فی الزهری لیس بشیء کہا ہے اور دوسری جگہ اصحاب حدیث کہا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے ایک کتاب میں ایک کو اور دوسری کتاب میں دوسری بات کو لیا ہے تو اس کا جواب اثری صاحب کے استادِ محترم محدّث گوندلوی سے ہی سُن لیں وہ فرماتے ہیں کہ جرح و تعدیل کے اماموں کے کلام میں جو اکثر اختلاف واقع ہوتا ہے ۔ ایک آدمی کو ایک وقت ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک وقت ضعیف کہہ دیتے ہیں اس کا محل یہی ہے کہ ان کا مطلب ثقہ اور ضعیف کہنے سے مختلف وجوہ کا لحاظ کرنا ہوتا ہے ۔ (خیر الکلام صـ۲۳۲)

اثری صاحب صـ۶۵ پر لکھتے ہیں : مگر دیکھا آپ نے کہ مولانا صفدر صاحب

نے امام ابن جریجؒ پر کلام تدلیس کی بنا پر ہی نہیں کیا بلکہ پہلے انھیں "حیلہ ساز" قرار دیا جاتا ہے ..... الخ ۔

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام ابن جریجؒ کے بارہ میں کوئی گستاخی نہیں کی بلکہ انتہائی احوط الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ امام ابن جریجؒ متعہ کے جواز کے بھی قائل تھے اور امام ذہبیؒ عبد الرزاقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن جریجؒ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے ۔ (تذکرۃ الحفاظ صـ۱۷۱ ج۱) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ لکھا ہے کہ ابن جریجؒ اگرچہ ثقہ تھے مگر تکمیلِ خواہش کے لیے حیلہ کے قائل تھے ۔ متعہ کی حُرمت پر اجماع ہے جیسا کہ علامہ وحید الزمانؒ نے کتاب النکاح بخاری کی روایت کی شرح میں لکھا ہے اور صحیح روایات سے حُرمت ثابت ہے اسی طرح سیاہ خضاب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ۔ (ابوداؤد صـ۲۲۶ ج۲) اب امام ابن جریجؒ متعہ کے جواز کے قائل ہی نہیں بلکہ انھوں نے نوّے عورتوں سے متعہ کیا ۔ اور سیاہ خضاب بھی استعمال کرتے رہے تو کیا کہا جائے کہ ان کو صریح اور صحیح روایات نہیں پہنچی تھیں یا ان کے پاس ان روایات کے مقابل ایسی دلیلیں موجود تھیں جن کی وجہ سے انھوں نے جواز کے پہلو کو ترجیح دی یا کہہ دیا جائے کہ وہ واضح حرام کے مرتکب تھے ۔ یہ اشد قسم کی باتوں میں سے کوئی بات کہنے سے توہم رہے اس لیے ہم نے احوط الفاظ استعمال کیے کہ وہ حیلہ کے قائل تھے ۔ علامہ ابن حجرؒ مباح حیلہ کی تعریف کرتے ہیں ۔ ما یتوصل به الی مقصود بطریق خفی مباح ۔ (فتح الباری صـ۲۶۹ ج۱۲)

یعنی : جس مخفی مباح طریقہ سے مقصود تک پہنچا جائے اس کو حیلہ کہتے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو احتیاط سے کام لیا مگر اسی کو اثری صاحب طعن کا نشانہ بنا کر نہ جانے امام ابن جریجؒ کے بارہ میں کیا کہلوانا چاہتے ہیں ۔ اثری

صاحب کا یہ کہنا کہ وہ رجوع کر گئے تھے تو چلو جتنا عرصہ وہ یہ کام کرتے رہے، اس عرصہ میں ان کے بارہ میں کیا کہا جائے گا ؟

پانچواں الزام
شیعوں اور بریلویوں کی وکالت

اثری صاحب ص۶۵ پر امام عبد الرزاقؒ کا عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت تین باتیں بطور اعتراض لکھتے ہیں :

۱۔ مولانا صفدر صاحب تنقید متین میں ایک جگہ سایہ والی روایت میں امام عبد الرزاقؒ کو الحافظ الکبیر کہتے ہیں اور دوسری جگہ حضور علیہ السلام کو نور ثابت کرنے والی حضرت جابرؓ کی روایت میں امام عبد الرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر ان کی روایت کو ردّ کرتے ہیں۔

۲۔ امام عبد الرزاق شیعہ تو تھے مگر متقدمین میں سے ہیں اور متقدمین کے عرف میں شیعہ اس کو کہتے ہیں جو صرف حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دے تو جب امام عبد الرزاق میں شیعہ کے دیگر عقائد نہیں ہیں تو ان کی روایت کیوں ردّ کی گئی ؟

۳۔ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید متین میں شیعہ کی اصولِ کافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے اور تنقید متین میں لکھتے ہیں کہ اصول کافی میں ہے کہ نور سے مراد رُوح ہے اور مولانا صفدر صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نور سے مراد رُوح ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب میں بھی نُور سے مُراد رُوح لی گئی ہے تو اس اعتراف کے بعد شیعہ کا عقیدہ اسکے برعکس لکھنا اور اسی بنیاد پر امام عبد الرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورۃ الصدر روایت کو ردّ کرنا عجیب تضاد بیانی ہے۔ (محصلہ ص۶۵ تا ص۶۹)

قارئین کرام اثری صاحب کے ان تمام اعتراضات کا جواب بالترتیب ملاحظہ فرمائیں :

پہلی بات : کہ نور والی روایت میں امام عبد الرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر اس کی روایت کو ردّ کیا ہے اور سایہ والی روایت میں اسکی روایت کو قبول کیا ہے۔

الجواب نور والی روایت میں امام عبد الرزاق پر جرح کے علاوہ دیگر ردّ کے وجوہ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بیان کیے ہیں کہ یہ روایت زرقانی شرح مواہب کی ہے جس کی سند ہی منقول نہیں ہے اور یہ روایت امام عبد الرزاقؒ سے ہے چونکہ شیعہ تھے تو ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ روایت ردّ تو نہیں ہوتی مگر صحیح روایت کے تقابل میں بھی نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ بدعتی راوی داعی الی البدعت ہو تب بھی اس کی روایت نہیں لی جاتی اور جب اس کی روایت داعیہ الی البدعت ہو تب بھی وہ روایت نہیں لی جاتی۔ جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے شرح نخبۃ الفکر اور تدریب الراوی کے حوالہ سے اتمام البرھان ص۱۳۶ پر لکھا۔ یہاں امام عبد الرزاقؒ بے شک داعی الی البدعت نہ ہوں مگر ان کی روایت داعیہ الی البدعت ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تنقید متین ص۸۸ طبع چہارم میں لکھا ہے کہ امام عبد الرزاق کے بھانجے نے ان کی کتابوں میں باطل روایتیں بھی داخل کر دی تھیں جن کی وجہ سے وہ کاذب مشہور ہو گئے تھے اور خود شیعہ مبتدع ہونا ایک قسم کی جرح ہے جیسا کہ مولانا عبد الحی صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں : صدوق لکنہ مبتدع (الرفع والتکمیل ص۱۴۴) اس کے حاشیہ پر ابو غدہ عبد الفتاح لکھتے ہیں کہ مبتدع کو مراتب جرح میں سے پانچویں مرتبہ میں شمار کیا ہے۔ تو نور والی زرقانی کی روایت بے سند اور شیعہ راوی پر مدار ہونے کے ساتھ ساتھ امام عبد الرزاق کے بھانجے کی کارستانی کا احتمال اور ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد کی صحیح روایت کے مقابل ہونے کی وجہ سے حضرات ائمہ محدثینؒ کے اصول کے مطابق ردّ ہی ہو گی۔ بے شک اثری صاحب بریلویوں کی وکالت کرتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس کے ضعف کو دُور کرنا چاہیں اس کا ضعف دُور نہیں ہو گا البتہ اس وکالت کا یہ فائدہ ضرور ہو گا کہ بریلوی حضرات کو موقع مل جائے گا کہ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

سمجھ کر اثری صاحب کی اس عبارت کو بطور سند پیش کریں گے کہ اثری صاحب جیسی شخصیت جب یوں کہتی ہے۔ غور فرمائیے کہ اس روایت پر مولانا صفدر صاحب نے تنقید کرتے ہوئے کس طرح بلا جواز امام عبد الرزاقؒ کے تشیع کو آڑ بنا کر کلام کیا ہے۔ (ص۶۸) تو اس سہارا کی وجہ سے بریلوی مذہب کے پرچار کے ثواب میں اثری صاحب کا حصّہ بھی وافر ہوگا۔

زرقانی کی روایت تو ان وجوہ کی بنا پر مردود ہے بخلاف سایہ والی روایت کے کہ وہ مسند احمد اور مجمع الزوائد کی بسند متصل ہے اس میں مدار امام عبد الرزاق پر نہیں بلکہ وہ اس روایت میں ایک راوی کی حیثیت سے ہیں اور اس کے مقابل اس پایہ کی کوئی روایت بھی موجود نہیں بلکہ یہ روایت باقی صحیح روایات کے ساتھ موافق ہے اور یہ روایت داعیہ الی البدعت بھی نہیں اس لیے یہ روایت محدثینِ کرامؒ کے ضابطہ اور اصول کے مطابق قابلِ قبول ہے۔ باقی رہا یہ کہ نور والی روایت میں امام عبد الرزاق کو شیعہ ظاہر کیا ہے اور سایہ والی روایت میں ان کا شیعہ ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ الحافظ الکبیر کہا ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جس روایت میں راوی کا بدعتی ہونا روایت کے لیے مضر ہو وہاں اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور جہاں مضر نہ ہو وہاں اس کا اظہار کوئی ضروری نہیں اس لیے اس میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

دوسری بات کہ امام عبد الرزاق متقدمین شیعہ میں سے ہیں اس لیے ان میں شیعہ کے دیگر عقائد نہیں پائے جاتے صرف حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینا پایا جاتا ہے تو اس وجہ سے ان کی روایت کو کیوں ردّ کیا گیا؟

الجواب پہلے گزر چکا کہ محض امام عبد الرزاقؒ کے شیعہ ہونے کی وجہ سے روایت کو ردّ نہیں کیا گیا بلکہ دیگر وجوہ کو ساتھ ملا کر ردّ کیا گیا ہے اور شیعہ

مبتدع ہونا خود ایک قسم کی جرح ہے جس سے روایت مرتبہ میں گر جاتی ہے۔ جیسا کہ الرفع والتکمیل کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ ہے کہ متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کہ شیعہ اس کو کہتے ہیں اور رافضی اس کو کہتے ہیں یہ بالکل بجا ہیں اور اسی کی وجہ سے شیعہ پر علی الاطلاق کسی قسم کا حکم لگانے میں وہ معذور تھے مگر یہ بات کہ شیعہ میں حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینے کے علاوہ کوئی اور عقیدہ نہیں پایا جاتا تھا یہ محل نظر ہے۔ اسی کی جانب تو حضراتِ محدثینِ کرام شیعہ غالی اور شیعہ غیر غالی کہہ کر اشارہ فرماتے ہیں۔

تیسری بات کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید متین میں شیعہ کی اصول کافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے اور تنقید متین میں لکھتے ہیں کہ اصول کافی میں ہے کہ نور سے مُراد رُوح ہے اور مولانا صفدر صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ نور سے مراد رُوح ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب میں بھی نور سے مُراد رُوح لی گئی ہے تو اس اعتراف کے بعد شیعہ کا عقیدہ اس کے برعکس لکھنا اور اسی بُنیاد پر امام عبد الرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورۃ الصّدر روایت کو ردّ کرنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب اثری صاحب نے وکالت کا حق ادا کر دیا اور جو سُنا کرتے تھے کہ پیشہ ور وکیل زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اپنے مؤکل کو خوش کرنے اور مقدمہ جیتنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اس کا عملی مظاہرہ اثری صاحب کی اس وکالت سے خوب دیکھنے میں آیا۔ اور تنقیدِ متین، اتمام البرہان اور نور البشر کی عبارات کو اس انداز سے گڈمڈ کیا اور کئی کئی صفحات کی عبارات کو (بغیر نشان دہی کیے کہ یہ عبارت تسلسل سے نہیں) یکجا تسلسل سے پیش کر کے اپنا من مانی نتیجہ اور مفروضے نکال کر اعتراضات قائم کر کے حق وکالت ادا کر دیا۔

اثری صاحب کا پہلا مفروضہ کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید متین ص ۱۳۱ میں شیعہ کی مشہور و معروف کتاب اصول کافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تنقید متین ص ۱۳۱ (طبع چہارم ص ۹۱) پر لکھا ہے ہماری تحقیق کی رُو سے مسئلہ حاضر و ناظر، علم غیب اور نور وغیرہ اہلِ بدعت نے شیعہ سے لیا ہے مگر خود شیعہ کی معتبر و مستند کتاب اصولِ کافی میں تصریح ہے کہ نور سے مُراد رُوح ہے ..... الخ۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ اہلِ بدعت اور شیعہ ان مسائل میں متفق ہیں مگر شیعہ کی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ نور سے مُراد روح ہے تو شیعہ اپنے کتابی نظریہ کے خلاف چل رہے ہیں جو نور سے روح مراد لینے کی بجائے ذوات مراد لے رہے ہیں۔ اثری صاحب کو اس عبارت پر بار بار غور کرنا چاہیئے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھی ہے۔ اہل بدعت نے شیعہ سے لیا ہے مگر خود شیعہ کی معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے .... الخ۔

شیعہ حضرات باوجود اپنی مراد لینے کے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور حضرت علیؓ کے نور ہونے کے نظریہ کو جن دلائل سے ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک اُصولِ کافی کا یہی حوالہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے پیش کیا۔ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ ہم نے اُصول کافی کے حوالہ سے لکھا کہ حضور علیہ السّلام اور حضرت علیؓ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔

اثری صاحب کا دوسرا مفروضہ کہ اُصولِ کافی میں نور سے مُراد رُوح ہے اور حضرت مولانا صاحب بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نور سے مُراد رُوح ہے تو اس اعتراف کے بعد شیعہ کا عقیدہ اس کے برعکس لکھنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب اُصولِ کافی میں تو نُور سے مُراد رُوح لکھا ہُوا ہے مگر شیعہ رُوح مراد نہیں لیتے

بلکہ ذوات مراد لیتے ہیں جیسا کہ شیعہ کے عقائد ردّ روافض میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بیان کیے اور خود شیعہ کی کتاب حیوٰۃ القلوب فارسی ص ۴ ج ۲ اور کئی دیگر کتابوں میں بھی اسی کے مطابق لکھا ہُوا ہے لہٰذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ شیعہ کا عقیدہ برعکس لکھنا عجیب تضاد بیانی ہے۔ یہ تضاد بیانی نہیں بلکہ اثری صاحب کی اپنی ناسمجھی اور وکالت میں ہاتھ پاؤں مارنے کی علامت ہے۔

اثری صاحب کا تیسرا مفروضہ، اسی بنیاد پر امام عبدالرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورۃ الصدر روایت کو ردّ کرنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب پہلے یہ بات وضاحت سے گزر چکی کہ محض امام عبدالرزاقؒ کے شیعہ ہونے کی وجہ سے روایت کو ردّ نہیں کیا گیا بلکہ دیگر وجوہ کو ساتھ ملا کر رد کیا گیا ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ پانی میں مدھانی مار کر مکھن نکالنے کی لاحاصل سعی کر رہے ہیں۔ مکھن تو نکلنے سے رہا۔ اُلٹا اپنے آپ کو چھینٹوں سے آلودہ کر لیا ہے۔

اثری صاحب کا حاشیہ اثری صاحب ص ۶۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ساری تفصیل تو حضرت مولانا صفدر کے مسلمات کی روشنی میں ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ امام عبدالرزاقؒ تشیع سے بھی رجوع کر چکے تھے۔

الجواب یہ صرف مولانا صفدر صاحب کے مسلمات کی روشنی میں نہیں بلکہ دیگر ائمہ متقدمین کے مسلمات کی روشنی بھی یہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ امام عبدالرزاقؒ نے امام ثعلبیؒ کی تفسیر میں ذکر کردہ موضوع روایات کو ذکر نہیں کیا۔ مع ان عبدالرزاق کان یمیل الی التشیع ویروی کثیرًا من فضائل علیؓ وان کانت ضعیفۃ لکنہ اجل قدرا من ان یروی مثل ھذا الکذب الظاھر (المنھاج السنۃ ص ۴ ج ۲)

یعنی باوجود اس کے کہ وہ تشیع کی جانب مائل تھے اور انھوں نے حضرت علیؓ کے فضائل میں بہت سی روایات نقل کی ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن وہ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ اس جیسی ظاہر جھوٹی روایات کو نقل کریں۔

اگر امام عبد الرزاقؒ کا رجوع کرنا واضح بات ہوتی تو امام ابن تیمیہؒ کی نظر سے ان کا رجوع اوجھل نہ ہوتا۔ نیز جس بات سے اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر برہم ہیں کہ انھوں نے امام عبد الرزاقؒ کی روایت کو ضعیف کہہ کر رد کر دیا ہے۔ وہی بات علامہ ابن تیمیہؒ بھی فرما رہے ہیں کہ امام عبد الرزاقؒ کی فضائلِ علیؓ میں روایات ضعیف ہیں۔ دیکھئے اثری صاحب ان کے بارہ میں کیا کہتے ہیں؟

دفاع یا جرح اثری صاحب اسی حاشیہ میں امام عبد الرزاقؒ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام عبد الرزاقؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابو مسلمؒ بغدادی کے الفاظ ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ من المتروکین ترکہ احمد لتشیعہ وقد عوتب احمد علی روایتہ عن عبد الرزاق فذکر ان عبد الرزاق رجع۔ (تہذیب ص۵۳ ج۷)۔ اثری صاحب کی پیش کردہ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک الحدیث ہیں امام احمدؒ نے ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے روایت کو ترک کیا تھا اور جب امام احمدؒ سے اعتراضاً کہا گیا کہ عبد الرزاق سے روایت کیوں لیتے ہو تو انھوں نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے رجوع کر لیا ہے۔ اس عبارت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ رجوع سے پہلے وہ امام احمدؒ کے نزدیک عبید اللہ بن موسیٰ کی طرح متروک الحدیث ہی تھے مگر رجوع کی وجہ سے اس سے روایات لینی شروع کر دیں۔ اثری صاحب نے امام عبد الرزاقؒ کا عجیب دفاع کیا کہ چھوٹے گڑھے سے نکالتے نکالتے بڑے کنویں میں دھکا دے دیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر

تنقید کے شوق نے ان کی سوچ بھی سلب کر دی اور وہ سوچ بھی نہیں پاتے کہ وہ کیا لکھ اور کیا کہہ رہے ہیں کسی کا دفاع کر رہے یا اس پر جرح کر رہے ہیں؟

چھٹا الزام اثری صاحب ص۶۹ پر شیخ ابوبکر بن خویز منداد کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ آپ چوتھی صدی کے مشہور مالکیؒ فقیہ ہیں۔ اُصولِ فقہ، احکام القرآن کے علاوہ ایک بہت ضخیم کتاب فقہاء کے مابین اختلاف کے بارے میں بھی ہے اور یہ تقلید واتباع میں فرق کے قائل ہیں اور مولانا صفدر صاحب کو یہ فرق گوارا نہیں اس لیے ان پر جرح نقل کر دی کہ ان کی رائے عمدہ نہ تھی۔ وغیرہ (محصلہ)

الجواب یہ بات تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ کسی لفظ کا معنیٰ یا اصطلاح اس شخصیت کی جانب سے مسلّم ہوگی جو شخصیت متفقہ طور پر مسلّمہ ہو، یا کم از کم قابلِ تسلیم ہو اور جو شخصیت اس حیثیت کی نہ ہو اس کے معنے یا اصطلاح کو رد کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے تقلید کا معنیٰ شیخ ابوبکر بن خویز منداؒد سے نقل کیا۔ اس معنیٰ سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جوابات دیئے جن میں ایک جواب یہ ہے کہ یہ معنیٰ شیخ ابوبکر بن خویز منداد نے کیا ہے جو متفقہ طور پر مسلّمہ شخصیت نہیں بلکہ ان کے بارہ میں تو یہ نقل کیا گیا ہے اور ان کے بارہ میں جو علامہ ابن فرحونؒ نے نقل کیا اس کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کر دیا اس میں نہ تو ان کی توہین مقصود ہے اور نہ ان کی شان میں گستاخی، بلکہ قانونی دائرہ میں رہتے ہوئے بات کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ شیخ ابوبکر بن خویز منداؒد متکلمین سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے سب حضرات پر اہل اہواء ہونے کا حکم لگاتے تھے اور ان کے فتویٰ کا حکم تمام ائمہ متکلمین امام ابو الحسن اشعریؒ

اور امام الحرمینؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ سب پر چسپاں ہوتا ہے تو ایسے سطحی ذہن کی بات کا شرعاً وعقلاً کیا اعتبار ہوسکتا ہے ؟

اس پر جناب اثری صاحب لکھتے ہیں : قارئین کرام غور فرمائیں کیا اصولِ فقہ، احکام القرآن اور اختلاف فقہاء پر کتابیں لکھنے والا سطحی ذہن کا آدمی ہوسکتا ہے ؟

الجواب

اثری صاحب کے ہاں تو ایسا آدمی سطحی ذہن کا نہیں بلکہ کسی اور ہی درجہ کا ہوگا۔ کیونکہ وہ صرف مقلد ہی نہیں بلکہ مشہور فقیہ بھی ہے اور ہمارے ہاں فتویٰ کی گہرائی تک نہ پہنچنے والے مفتی کے ساتھ اس کے سطحی ذہن کا ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ اس کے سطحی ذہن کا ہونے کی وجہ سے اس کی منفرد رائے تو رد کی جاسکتی ہے مگر اس کی نقل، یا دوسروں کے ساتھ متفقہ اقوال قابلِ اعتبار ہوں گے۔ اصولِ فقہ، احکام القرآن یا ان کی دیگر کتابوں میں منقول اقوال یا متفقہ اقوال تو معتبر ہیں ان کے اپنے منفرد اقوال سے اختلاف ہوسکتا ہے۔

اثری صاحب کی نرالی منطق

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ شیخ ابوبکر بن خویز منداد کے فتویٰ کا حکم امام ابوالحسن اشعریؒ اور امام الحرمینؒ اور امام غزالیؒ وغیرہ پر چسپاں ہوتا ہے۔ اس پر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابن خویز منداد ۳۹۹ھ میں فوت ہوئے جبکہ امام الحرمینؒ ۴۷۸ھ اور امام غزالیؒ ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے تو بعد والوں پر ان کے فتویٰ کا حکم کس طرح چسپاں ہوسکتا ہے۔ (محصلہ)

اثری صاحب نے یہ لکھ تو دیا مگر یہ انکی نرالی منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے کیا پہلے لوگوں کے فتوے بعد والوں پر چسپاں نہیں ہوسکتے ؟ کیا جس دور کا فتویٰ ہوگا اسی دور کے لیے ہوگا ؟ اس کے بعد والے دور والوں کے لیے نہیں ہوگا ؟

عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھانا

اثری صاحب ص۷ پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت جو کچھ انھوں نے لکھا وہ سب راہِ سنّت کی ایک عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھا کر لکھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے راہ سنّت ص۳۲ پر ایک غلطی اور اس کا ازالہ کا عنوان قائم کیا اور اس کے تحت غیر مقلدین کے ایک نظریہ کی تردید کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کی سنّت وہی ہوسکتی ہے جو بعینہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو اور جو چیز آپ سے مروی نہ ہو بے شک خلفاء راشدینؓ نے اس پر عمل کیا ہو اس کو سنت نہیں کہیں گے۔ اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دلائل پیش کیے اور ص۳۵ پر امیر یمانی کی علامہ برماویؒ پر تردید نقل کی اور بعد میں نواب صدیق حسن خان کا حوالہ پیش کیا۔ ان دونوں حوالوں کے درمیان کی عبارت میں یہ الفاظ بھی تھے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔ اس عبارت کا مقصد یہ تھا کہ جن حضرات کے حوالے دیئے جارہے ہیں ان کے ہاں طے شدہ بات ہے۔ مگر عبارت میں ابہام تھا۔ اسی ابہام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اثری صاحب نے تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے حاشیہ آرائی کی۔ اس لیے اب راہ سنّت کی عبارت سے ابہام دور کر کے اس کو واضح کر دیا گیا ہے اور عبارت اس طرح ہے۔

ہمارے نزدیک اقتداء، اتباع اور تقلید ایک ہی شئے ہے غیر مقلدین کے ہاں اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے۔ (راہ سنّت ص۳۵)

ساتواں الزام

اثری صاحب ص۷۲ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جانب یہ کہا ہے کہ اکثر اہلِ بدعت ان کی رفیع شان میں گستاخی کرتے ہیں اور دوسری جانب

خود علامہ کشمیریؒ اور علامہ ذہبیؒ وغیرہ سے ان پر جرح نقل کی ہے اور تسکین الصدور میں یہ لکھا ہے کہ وہ بخاری و مسلم کی صحیح روایت سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سب کچھ کہہ لینے کے بعد بھی فرما دیتے ہیں ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہؒ کی توہین و تنقیص نہیں۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا صاحب نے ایک جانب یہ کہا کہ اہل بدعت ان کی رفیع شان میں گستاخی کرتے ہیں اور دوسری جانب ان پر جرح نقل کی ہے تو شاید اثری صاحب گستاخی اور جرح کے مفہوم ہی سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ علامہ لکھنویؒ کی الرفع والتکمیل کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے جس کے وہ حوالے بھی دیتے ہیں تو ان کو ان دونوں چیزوں میں فرق نظر آجاتا۔

یہ بات تو واضح ہے کہ کسی میں کوئی نقص پایا جائے اور اس کو کوئی آدمی اس کے پس پشت کسی دوسرے کے سامنے بیان کرے تو وہ غیبت ہے اس سے شریعت منع کرتی ہے مگر کسی کے اندر کے عیب کو بعض صورتوں میں بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ ان میں سے ایک رواۃِ حدیث پر جرح ہے۔ علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں:
وهو جائز بالاجماع بل واجب للحاجة (الرفع والتکمیل ص۵۴) یعنی رواۃِ حدیث پر جرح بالاجماع جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت واجب ہے۔ اب لازمی بات ہے کہ اس جرح کو نہ غیبت کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس سے راوی کی شان میں گستاخی مقصود ہوتی ہے اس لیے گستاخی کا مفہوم اور ہے اور جرح کا نقل کرنا اور بات ہے۔

اثری صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ یا تو پوری عبارات نقل کرتے یا خلاصہ اس انداز سے بیان کرتے کہ مفہوم نہ بدلتا مگر انھوں نے ایسا انداز اختیار کیا جس سے عبارات کا مفہوم ہی باقی نہیں رہا۔

اثری صاحب لکھتے ہیں (کہ مولانا صاحب) فرماتے ہیں: ان کی طبیعت میں شدت و حدت تھی۔

اثری صاحب نے یہ عبارت سماع الموتی ص۱۳۴ سے لی ہے مکمل عبارت اس طرح ہے "اللہ تعالیٰ نے حافظ ابن تیمیہؒ کو اپنے دور میں علم و اصلاح اور جہاد وغیرہ بہت نعمتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ اپنے زمانہ میں اپنا نظیر اور مثال خود تھے مگر فطری طور پر ان کی طبیعت میں بے حد حدت اور شدت تھی" اس ساری عبارت میں سے اثری صاحب نے صرف اتنا حصہ لے لیا کہ انکی طبیعت میں شدت و حدت تھی۔

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں: کاشمیری صاحب نے کہا ہے کہ ان کی نقل میں تردد ہے اور یہ عبارت انھوں نے ص۱۳۵ سے لی ہے۔ یہ عبارت بھی کاٹ کر اثری صاحب نے مفہوم بگاڑ دیا۔ حضرت کاشمیریؒ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی جانب ایمان میں کمی اور زیادتی کی نسبت کی ہے لیکن امام ابن تیمیہؒ کی طبیعت میں شدت تھی جب کسی طرف جھکتے تو اسی کے ہو کر رہ جاتے اور جب کسی کے درپے ہوتے تو درپے ہی رہتے۔ سو ایسی شخصیت سے افراط و تفریط غیر متوقع نہیں ہوتی اس لیے ان کی نقل میں تردد ہے۔

علامہ کاشمیری ایک مخصوص مسئلہ میں فرما رہے ہیں کہ اس معاملہ میں انکی نقل میں تردد ہے۔ جبکہ اثری صاحب عبارت کا یہ حصہ کاٹ کر کہ ان کی نقل میں تردد ہے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مطلقاً ان کی نقل میں تردد ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح نقل کرنے کے بعد واضح طور پر لکھا ہے کہ:

"یہ بڑوں کی آپس میں معاصرانہ یا ناقدانہ باتیں ہیں۔ ہمارے لیے سبھی حضرات قابل قدر ہیں اور معاذ اللہ تعالیٰ ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہؒ کی توہین و تنقیص نہیں ہے۔ بتانا صرف یہ ہے کہ کئی مسائل میں وہ متفرد ہیں" (سماع الموتی ص۱۳۶)

اس عبارت کو کاٹ کر اثری صاحب نے صرف یہ حصہ نقل کر دیا کہ ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابنِ تیمیہؒ کی توہین و تنقیص نہیں۔

اثری صاحب نے سماع الموتیٰ کی عبارات نقل کر کے حوالہ دیا (سماع الموتی ص۱۳۲، ۱۷۳) حالانکہ ص۱۷۳ پر قطعاً ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت نہیں ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اثری صاحب مولانا صفدر صاحب کی کتابوں پر تنقید کے شوق میں اپنے حواس بھی کھو بیٹھے ہیں۔

اثری صاحب نے تسکین الصدور کی ایک عبارت بھی پیش کی وہ بخاری و مسلم کی صحیح روایت سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص۲۵۸) مگر یہاں بھی اثری صاحب اگر پوری عبارت نقل کر دیتے تو معاملہ صاف ہو جاتا۔ اصل عبارت اس طرح ہے: حافظ ابنِ تیمیہؒ بلاشبہ علمی طور پر بڑی شخصیت کے مالک ہیں مگر ان کی طبیعت میں شدّت اور حدّت بھی بے پناہ تھی جب وہ اپنی شدّت پر اُتر آتے ہیں تو انھیں بخاری و مسلم کی صحیح روایت حسبت علیّ بتطلیقۃ بھی نظر نہیں آتی اور وہ حالت حیض میں دی گئی طلاق سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اس عبارت میں ان کی علمی حیثیت کا اعتراف کرنے کے ساتھ ان کی فطری کمزوری کو بیان کیا گیا ہے اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنا محاورہ ہے اور یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کہ کوئی آدمی کسی چیز کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ ایسا انداز اختیار کرے گویا کہ اس نے دیکھا ہی نہیں۔ اس محاورہ کے استعمال میں بھی ان کی شان میں کوئی تنقیص یا ان کی شان میں گستاخی مقصود نہیں ہے۔

آٹھواں الزام

اثری صاحب نے ص۷۳ پر سلمہ بن کہیل کا عنوان قائم کر کے بالکل اسی طرح کی بحث کی جس طرح کی بحث انھوں نے امام عبدالرزاقؒ کے عنوان کے تحت کی تھی۔ وہاں ہم نے تفصیل سے بحث کر دی ہے اور اس کا جواب

بھی اسی بحث کی روشنی میں دیکھ لیا جائے۔

نواں الزام

اثری صاحب ص۷۵ پر ابراہیم بن منذر کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ وہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی اکثریت نے انھیں ثقہ اور صدوق کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے اس پر امام ساجی کی جرح نقل کی ہے کہ وہ صاحب مناکیر تھے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ عندہ مناکیر قابلِ اعتبار جرح ہی نہیں۔ (محصلہ)

الجواب

امام ساجی ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں ان کی کی ہوئی جرح نقل کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور یہ اثر غیر اللہ کو غائبانہ طور پر پکارنے جیسے باطل عقیدہ کے لیے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے اور عقیدہ اور حلال و حرام کے بارہ میں ائمہ جرح و تعدیل کا اُصول ہے کہ سخت رویہ اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے تو اسی اُصول کے پیش نظر ان پر جرح نقل کی گئی ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ عندہ مناکیر قابلِ اعتبار جرح ہی نہیں۔ تو یہ بات ٹھیک ہے کہ اس کی وجہ سے روایت ردّ تو نہیں ہوتی مگر روایت کا درجہ صحت ضرور گر جاتا ہے اس لیے جرح بے فائدہ نہیں ہے جیسا کہ اثری صاحب تاثر دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس جرح کو عصبیت مذہبی کا شاخسانہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ اثری صاحب یہ عصبیت کا شاخسانہ قطعاً نہیں بلکہ اُصول کے مطابق بات ہے البتہ آپ کا یہ اعتراض کرنے کا انداز آپ کی اُصولِ حدیث سے ناواقفیت اور بریلوی وکالت کا شاخسانہ ضرور ہے۔

دسواں الزام

اثری صاحب ص۷۵ پر امام زرقانیؒ اور امام قسطلانیؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ شراح حدیث میں سے ہیں۔ اور امام قسطلانیؒ کی بخاری کی شرح ارشاد الساری، مسلم کی شرح منہاج الابتہاج

اورشمائل ترمذی کی شرح موجود ہے۔ اسی طرح امام زرقانیؒ کی مؤطا امام مالکؒ کی شرح موجود ہے۔ مگر مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں محققین شراح حدیث و ارباب تاریخ میں سے نہیں بلکہ سیرت نگار ہیں اور اپنے موافق بات میں خود مولانا صفدر صاحب علامہ زرقانیؒ پر تساہل کے الزام کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان کا تساہل ثابت نہیں۔ (محصلہ)

الجواب بلاشبہ ان حضرات کی دینی خدمات بالخصوص حدیث میں قابل فخر اور عظیم سرمایہ ہیں یہ شارح ضرور ہیں مگر محقق نہیں ہیں۔ امام قسطلانیؒ کی شرح بخاری دراصل فتح الباری اور کرمانی کا اختصار ہے اور الشمائل کی شرح المواہب اللدنیہ کے بارہ میں تو علامہ سیوطیؒ کو ان سے شکایت تھی کہ انھوں نے میرا حوالہ دیئے بغیر میری کتابوں سے مدد لی ہے۔ (بستان المحدثین صـ۲۰۲)

اسی طرح زرقانی شرح مؤطا میں بھی اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ ہے (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے صـ۸۹)

اگر کسی میں کوئی وصف نہ پائی جائے تو اس سے اس وصف کے انکار کی وجہ سے نہ تو اس کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے اور نہ توہین۔ جیسا کہ کوئی عالم و فاضل ہو مگر حافظِ قرآن نہ ہو تو یہ کہہ دینا کہ وہ حافظِ قرآن نہیں یہ اس کی شان میں کیسے گستاخی بن سکتا ہے؟ اسی طرح یہ حضرات شارح ضرور ہیں مگر محقق نہیں ہیں شرح کرنا اور بات ہے اور تحقیق کا مفہوم اور ہے۔ ایک مقام پر امام ابن تیمیہؒ امام ثعلبیؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر میں موضوع روایات بھی لائی ہیں۔

مع ان الثعلبیؒ فیہ خیر و دین ولکنہ لا خبرۃ لہ فی الصحیح والسقیم من

الاحادیث ولا یمیز بین السنۃ و البدعۃ فی کثیر من الاقوال۔

باوجود اسکے کہ ثعلبیؒ میں بھلائی اور دینداری ہے لیکن ان کو حدیث کی صحت اور سقم جاننے میں مہارت نہیں اور نہ ہی وہ اکثر اقوال میں سنت اور بدعت کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔

(المنہاج السنۃ صـ۱۴۹/۴)

کیا امام ابن تیمیہؒ کے اس فرمان کے بعد آسمان سر پر اٹھالیا جائے کہ انھوں نے امام ثعلبیؒ جیسے مفسر قرآن کے بارہ میں کہہ دیا کہ ان کو حدیث کی صحت و سقم میں مہارت نہیں۔ یا یہ پروپیگنڈہ کیا جائے کہ امام ابن تیمیہؒ نے تضاد بیانی سے کام لیا ہے ادھر امام ثعلبیؒ کے بارہ میں فیہ خیر و دین کہتے ہیں اور دوسری طرف لا خبرۃ لہ فی الصحیح والسقیم من الاحادیث کہتے ہیں۔ اس قسم کی سوچ اثری سوچ تو ہو سکتی ہے ہوش و حواس کی دنیا میں رہنے والا اس قسم کی سوچ نہیں رکھ سکتا۔

بعینہ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا ہے کہ امام قسطلانیؒ اور امام زرقانیؒ شراح حدیث ضرور ہیں مگر محقق نہیں تو اس سے ان کی شان میں گستاخی نہیں ہے خواہ مخواہ اثری صاحب واویلا مچارہے ہیں کہ بتلایئے اگر یہ بھی محقق نہیں تو اور کون ہے جسے محققین میں شمار کیا جائے۔ الخ (صـ۶۶) اثری صاحب کو اس کے بعد چاہیئے کہ انھوں نے بریلوی حضرات کی وکالت تو کر ہی دی اب ان بزرگوں کی تحقیق کو بھی قبول کرلیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خود مولانا صفدر صاحب نے علامہ زرقانی پر تساہل کے جواب میں کہا کہ ان کا تساہل ثابت نہیں ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کب امام زرقانیؒ کے حدیث میں مقام یا ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہونے کا انکار کیا ہے؟ وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں اور ان کا تساہل ثابت نہیں یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے اس کا احادیث کی تحقیق یا غیر تحقیق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

گیارہواں الزام

اثری صاحب ص۸۷ پر علامہ ہیثمیؒ کا عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب ایک جگہ علامہ ہیثمیؒ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ علامہ ہیثمی نرے ناقل اور جامع نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح اور ضعیف حدیثوں کے پرکھنے کا قوی ملکہ عطا فرمایا ہے اور اسی طرح لکھتے ہیں اگر علامہ ہیثمیؒ کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی اور دوسری جگہ وہ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں جس کے بارہ میں علامہ ہیثمیؒ نے فرمایا رواتہ ثقات اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (محصلہ)

الجواب

کاش اثری صاحب ہوش و حواس قائم رکھ کر حوصلہ کے ساتھ اس کتاب کو لکھتے مگر اوّل سے لے کر آخر تک گم گشتہ حواس کا ثبوت دیتے ہوئے عجیب بہکی بہکی باتیں کہتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو کچھ یہاں فرمایا دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں نہ تو ان باتوں میں تعارض ہے اور نہ ہی انھوں نے علامہ ہیثمیؒ کی تردید کی ہے۔

قارئین کرام! محدث مبارک پوری صاحبؒ نے لکھا کہ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں رواتہ ثقات (مجمع الزوائد ص۱۱ ج۲) اس لیے یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ (تحقیق الکلام ص۹ ج۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارک پوریؒ کو جواب میں فرمایا کہ اگر محض بلا دلیل کہنے سے روایت صحیح ہو سکتی ہے تو یہ صحیح ہوگی ورنہ اس کی صحت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ص۱۲۷ ج۲ طبع چہارم) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب محدث مبارک پوریؒ کو دیا مگر اثری صاحب اپنی ناسمجھی یا دجل کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے اس جواب کو علامہ ہیثمیؒ کی تردید میں قرار دے رہے ہیں حالانکہ حضرت

نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ رہا علامہ ہیثمیؒ کا رواتہ ثقات کہنا تو اپنے موقع پر صحیح ہے۔ (احسن الکلام ص۱۲۸ ج۲ طبع چہارم) اس تصریح کے باوجود حضرت شیخ صاحب دام مجدہم کے کلام کو علامہ ہیثمیؒ کی تردید میں سمجھنا یا قرار دینا دجل نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ ہیثمیؒ نے رواتہ ثقات کہا یہ اپنی جگہ درست ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے روایت کو ضعیف کہا یہ اپنی جگہ درست ہے اس لیے کہ خود محدث مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں:

قلت کون رجال الحدیث ثقات لا یستلزم صحته۔ (ابکار المنن ص۵۷ ج۱) میں کہتا ہوں کہ حدیث کے رجال کا ثقہ ہونا اس حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں ہے۔

اسی طرح اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ روایت پر جرح کبھی رواۃ کے لحاظ سے ہوتی ہے اور کبھی رواۃ کے لحاظ سے نہیں بلکہ روایت کے تسلسل یا انقطاع وغیرہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اگر روایت پر جرح روایت کے تسلسل یا انقطاع کے لحاظ سے ہو تو بے شک اس کے راوی ثقہ ہوں وہ روایت ضعیف ہوتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں دوسرے طریق میں (یعنی جب جرح روایت کے تسلسل یا انقطاع کے لحاظ سے ہو مرتب) راویوں کی تضعیف سے چنداں بحث نہیں ہوتی اگر کوئی حدیث دوسرے طریق کے اعتبار سے ضعیف ہو تو اس صورت میں اگر راوی سب ثقہ ہوں پھر بھی وہ روایت ضعیف ہی ٹھہرتی ہے۔ (خیر الکلام ص۱۸۳) اور یہاں بھی راوی کا مدلس ہونا اور روایت میں سنداً متناً اضطراب وغیرہ کا ہونا پایا جا رہا ہے تو اس لحاظ سے ضعیف ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا اگر کوئی اور روایت پیش کرے اور علامہ ہیثمیؒ سے اس کی توثیق نقل کرے تو ان کی یہ توثیق بلا دلیل قرار پائے۔ اس کے بارہ میں ہم یہی کہتے ہیں۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارک پوریؒ کے روایت صحیح قرار

دینے کو بلا دلیل کہا ہے۔ علامہ ہیثمیؒ کی توثیق کو بلا دلیل نہیں کہا بلکہ انھوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے موقع پر صحیح ہے اسکے باوجود اگر اثری صاحب دھوکہ دہی سے کام لیں تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔

بارھواں الزام

اثری صاحب ص۹۷ پر امام الساجیؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ وہ الامام اور حافظ حدیث ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور جرح کرتے وقت اسی عبارت سے ان کے بارے توثیق کے کلمات ذکر نہیں کیے اور امام ابن قطانؒ نے ان پر جو جرح کی ہے اس کا تعاقب علامہ ابن حجرؒ نے کیا ہے مگر مولانا صاحب نے اس تعاقب کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ نیز جب ان کو خود ضرورت محسوس ہوتی ہے تو محدث ساجی کہتے ہیں اور جب مقصد کے برعکس بات ہو تو حرف گیری سے اجتناب نہیں کرتے۔ (محصلہ)

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام ساجیؒ پر دو لحاظ سے بحث کی ہے ایک یہ کہ ان پر جرح موجود ہے اور دوسری بحث اس لحاظ سے کہ ان کا احناف کے خلاف تعصب واضح ہے اور یہ بحث بھی امام ابوحنیفہؒ کی جانب ایک غلط بات منسوب کرنے کے متعلق ہے اس لیے انکی اس بارہ میں بات کا اعتبار نہیں ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے ابن قطانؒ کی جرح تو نقل کر دی مگر علامہ ذہبیؒ نے خود جو یہ فرمایا کہ احد الاثبات ما علمت فیہ جرحًا اصلا اس کو نقل نہیں کیا۔ اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے امام ابن قطانؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ میزان الاعتدال میں ہے یا کہ نہیں ؟ کیا اس قول میں کمی بیشی کی ہے ؟ جس طرح آپ نے عبارات میں کمی بیشی کی قطعًا اس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہیں کیا۔ علامہ ذہبیؒ اپنے علم کی بدولت فرما رہے ہیں کہ میرے

علم کے مطابق اس پر کوئی جرح نہیں اگر فی الواقع اس پر جرح نہ ہوتی تو قطعًا امام ابن قطانؒ کا قول نقل نہ کرتے اور پھر اثری صاحب کا یہ تاثر دینا کہ علامہ ابن حجرؒ نے ابن قطان کا تعاقب کیا ہے مگر حضرت مولانا صاحب نے اس کی پرواہ نہیں کی تو اثری صاحب کا یہ تاثر دینا بھی غلط ہے اس لیے کہ حضرت نے خود لکھا ہے۔ اگر ہم ان کی تضعیف سے صرف نظر بھی کر لیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو لسان المیزان ص۴۸۸/ج۲) تب بھی ان کا تعصب خصوصیت سے احناف کے بارے میں ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ص۲۲۳)

اثری صاحب لکھتے ہیں رہا تعصب کا الزام تو یہ محض کوثری کی کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔ ...... الخ۔

اثری صاحب تعصب اس کو کہتے ہیں جس کا مظاہرہ آپ کر رہے ہیں کہ علامہ کوثریؒ کا نام بھی سلجھے ہوئے انداز میں لینے پر بھی آمادہ نہیں۔ یہ محض ان بزرگوں پر الزام نہیں بلکہ ان کا تعصب بالکل آشکارا ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ جیسا کوئی اثری حقیقت سے آنکھیں بند کر لے تو اس سے حقیقت مٹ نہیں جاتی۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خود مولانا صاحب کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو محدث ساجی کہتے ہیں اور مقصد کے برعکس بات ہو تو حرف گیری سے اجتناب نہیں کرتے... الخ۔

اثری صاحب پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ جس معاملہ میں کسی محدث پر گرفت ہو اسی میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے باقی معاملات میں اس کا اثر نہیں پڑتا جب وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں اور وہ جرح تعصب کی بناء پر نہ کریں تو قاعدہ کے مطابق ان کی جرح و تعدیل قابل قبول ہے اور جب یہ نہیں بلکہ کوئی بھی امام تعصب کی بناء پر جرح کرے تو اس کی جرح کا اصول کے مطابق کوئی اعتبار نہیں ہے اس کے لیے آپ اپنے استاد محترم کی خیر الکلام کا ص۵۰ ہی پڑھ لیتے تو آنکھیں کھل جاتیں یہ اصول کی

بات ہے۔ اس کی وجہ سے الزام عائد کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔

اثری صاحب کا کیا ہُوا ترجمہ غلط یا ان کی ترجمانی غلط ؟

اثری صاحب صـ۸۰ پر علامہ ابنِ حجرؒ کا قول نقل کر کے ترجمانی یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ابنِ قطان نے امام ساجیؒ کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے تضعیف کی ہے ان کی اس بات سے کوئی آدمی دھوکا نہ کھائے اس لیے کہ امام ساجیؒ کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔ مگر علامہ ابنِ حجرؒ کی بات نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :

"کہ ابنِ قطان کے قول سے کوئی دھوکا نہ کھائے یہ بات انھوں نے بے تکی کی ہے کہ زکریا ساجیؒ کو کسی نے کبھی ضعیف نہیں کہا" صـ۸۰

اس ترجمہ سے واضح ہے کہ یہ بات بے تکی ہے کہ کسی نے کبھی ان کو ضعیف نہیں کہا، حالانکہ ترجمانی اس کے برعکس کر رہے ہیں۔ اب اس کا فیصلہ خود کر لیں کہ ترجمہ غلط کیا ہے یا ترجمانی غلط کر رہے ہیں ؟ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ علامہ کوثریؒ کا نام آجانے کی وجہ سے نہ جانے اثری صاحب کا بلڈ پریشر کس قدر ہائی ہو چکا ہوگا اور بیچارے کس ہمت سے اپنی بات کو مکمل کر سکے ہونگے یہ الگ بات ہے کہ صحیح مکمل کی یا غلط۔

تیرھواں الزام

اثری صاحب صـ۸۰ پر امام احمد بن عمیر بن جوصاءؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ان کا شمار حفاظ اور مشہور محدثین میں ہوتا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور کہا ہے کہ احمد بن عمیر بن جوصاء کمزور اور ضعیف ہے، اور مولانا صفدر صاحب نے علامہ ذہبیؒ کا کلام نقل کرنے میں انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے نیز لیس بالقوی کو تسکین الصدور میں جرح مبہم کہہ کر اس کا اعتبار نہیں کرتے اور احسن الکلام میں اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ نیز امام دارقطنی کا قول ابن جوصاء کے بارہ میں ابو عبد الرحمٰن السلمی کے واسطہ سے ہے جب کہ مولانا صفدر صاحب نے خود

لکھا ہے کہ وہ صوفیوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اور وہ قابل اعتماد نہیں۔ (محصلہ)

الجواب

احمد بن عمیرؒ پر جرح کا انکار تو اثری صاحب کے استاد محترم محدّث گوندلویؒ بھی نہیں کر سکے انھوں نے بھی لکھ دیا کہ جو جرحیں ذکر ہُوئی ہیں ان میں سے کوئی جرح مفسر نہیں۔ (خیر الکلام صـ۲۱۶) اور محدّث گوندلویؒ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جرح مبہم کی وجہ سے روایت کا درجہ صحت گر جاتا ہے اس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں اب ظاہر ہے کہ علماء مذکورہ بالا کی توثیق کے بعد جرح مذکور کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مبہم ہے ہاں اعلیٰ درجہ کا نہیں ہوگا۔ اس کی حدیث کم از کم حسن ہوگی۔ (خیر الکلام صـ۲۰۳) بات واضح ہے کہ جرح مبہم کا اثر ضرور پڑتا ہے اور جب روایات کے تقابل کی صورت ہو تو ان چیزوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس لیے احسن الکلام میں احمد بن عمیر پر اس مبہم جرح کا اعتبار ہوگا کیونکہ اس کی روایات کے مقابلہ میں صحیح روایات موجود ہیں۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا صفدر صاحب نے احمد بن عمیرؒ کو ضعیف اور کمزور کہا ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جو جرحیں نقل کی گئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وہ اس درجہ کے نہیں کہ ان پر مختلف فیہ بات میں مدار رکھ کر فیصلہ کیا جا سکے۔ امام مکحولؒ کا محمودؓ سے سماع ثابت ہے یا نہیں اس بارہ میں اختلاف ہے اور سماع ثابت کرنے کا مدار احمد بن عمیرؒ پر ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ وہ کمزور ہے اس کی سند کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔ اثری صاحب ضعیف اور کمزور کے لفظ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا وہ ان کے نزدیک بالکل ساقط الاعتبار ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ضعیف اور کمزور سے مراد یہ ہے کہ اس پر مدار نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح محدّث گوندلویؒ عثمان دارمیؒ کا امام ابن معینؒ سے سوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"میں نے پوچھا آپ کے نزدیک علاء بن عبد الرحمٰن اچھا ہے یا سعید؟ تو فرمایا سعید زیادہ ثقہ ہے اور علاء ضعیف ہے۔ (خیر الکلام صـ۵)

محدّث گوندلوی اس ضعیف کی تعبیر یہ کرتے ہیں یعنی سعید جیسا ثقہ نہیں۔ یہاں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو فرمایا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اس درجہ کا نہیں کہ اس کی بات اختلاف رکھنے والوں پر حجت بن سکے اور ان کے الفاظ پر غور کرنے والا اس مفہوم کو بخوبی سمجھ سکتا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں: "کیونکہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ احمد بن عمیر بن جوصا کمزور اور ضعیف ہے اس کی سند کیونکر حجت ہو سکتی ہے" (احسن الکلام ص۹۸ طبع سوم)

اثری صاحب کا بد دیانتی کا الزام

اثری صاحب ص۸۱ پر صفدر صاحب کی بد دیانتی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبیؒ کا کلام نقل کرنے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے انتہائی بد دیانتی کا مظاہرہ کیا۔ انکے الفاظ ہیں: الحافظ ابوالحسن صدوق له غرائب۔ (میزان ج۱ ص۱۲۵) اندازہ کیجئے کہ صدوق کا لفظ کس طرح شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں.... الخ۔

الجواب

جو چیز مسلّم ہو اس کے ذکر نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس راوی کے صدوق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بحث یہ ہے کہ صرف صدوق ہے یا صدوق کے ساتھ اس میں نقص بھی پایا جاتا ہے اگر صدوق ہے اس پر جرح نہ ہو تو اس کو علامہ ابن حجرؒ نے تقریب کے مقدمہ میں چوتھے درجہ میں ذکر کیا ہے اور اگر صدوق ہونے کے ساتھ اس میں نقص پایا جاتا ہے تو اس کو پانچویں درجہ میں ذکر کیا ہے۔ (تقریب ص۹) احمد بن عمیرؒ کا صدوق ہونا مسلّم ہے مگر ثابت یہ کرنا ہے کہ صدوق ہونے کے ساتھ له غرائب ہے اس لیے اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے صدوق کا لفظ اس کے ساتھ ذکر نہیں کیا تو اتنا برہم ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر اثری صاحب کے ہاں واقعی یہ بد دیانتی ہے تو اس کے مرتکب اثری صاحب کے استادِ محترم محدث گوندلویؒ بھی ہیں وہ یحییٰ بن ابی اسحٰق کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں صدوق ہے۔ تقریب ص۲۸۳۔

اب تقریب کے اس صفحہ میں اس راوی کے ترجمہ کو دیکھیں وہاں الفاظ یہ ہیں:

صدوق ربما اخطأ۔ تو محدّث گوندلویؒ صاحب نے ربما اخطأ کے الفاظ ترک کر دیئے اور صرف صدوق لکھ دیا۔

اسی طرح وہ عبدالعزیزؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔ اسی واسطے حافظ ابن حجرؒ نے اس کے متعلق کہا ہے "صدوق" یہ سچا ہے۔ (تقریب ص۱۶۲)۔ (یہ حوالہ تقریب ص۲۱۶ کا ہے شاید غلطی سے ص۱۶۲ لکھ دیا گیا ہے یا ان کے پاس نسخہ کوئی اور ہو۔ مرتّب)

اب اس عبدالعزیز بن محمد کے ترجمہ کو تقریب سے دیکھیں تو وہاں یہ لکھا ہوا ہے:

صدوق کان یحدث من کتب غیرہ۔ محدّث گوندلوی صاحبؒ نے صرف صدوق لکھ دیا اور کان یحدث من کتب غیرہ کو لکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

اثری صاحب! اگر له غرائب کے ساتھ صدوق کا لفظ ذکر نہ کرنا بد دیانتی ہے حالانکہ صدوق کے بارہ میں اختلاف ہی نہیں تو صدوق کے ساتھ ربما اخطأ اور صدوق کے ساتھ کان یحدث من کتب غیرہ نہ لکھنا تو بدترین قسم کی بد دیانتی ہے۔ کیا آپ کلمۂ حق بلند کریں گے؟ اور کیا اپنے استادِ محترمؒ کے بارہ میں بھی کہیں گے کہ وہ بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں؟ اثری صاحب اگر له غرائب کے ساتھ صدوق کو ذکر نہ کر کے بقول آپ کے مولانا صفدر صاحب اسکو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں، تو کیا آپ کے استادِ محترم ان الفاظ کو لے پی ہلک سمجھ کر فیڈر میں ڈال کر چڑھا گئے تھے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ سعید بن ابی ہلالؒ کے بارے میں حافظ ابن حزم نے کہا ہے: لیس بالقوی۔ مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں یہ جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں۔ (تسکین الصدور ص۳۱۸) مگر یہاں اس کا اعتبار کیوں؟

الجواب تسکین الصدور میں راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت کے مقابل روایت بھی نہیں ۔صرف راوی پر اس جرح کی وجہ سے اعتراض ہے تو ایسی حالت میں راوی ثقہ ہو تو جرح مبہم قابلِ اعتبار نہیں ہوتی جیسا کہ اثری صاحب کے استاد محترم محدّث گوندلوی لکھتے ہیں اور مبہم جرح توثیق کے بعد مقبول نہیں ہوتی ۔ (خیر الکلام ص۱۰۲) اور احسن الکلام میں روایت کے تقابل کی صورت ہے جہاں ترجیح کا عمل ہوگا تو اس کے بارہ میں بھی محدّث گوندلوی کو ہی دیکھ لیں وہ کہتے ہیں کہ جرح مبہم کی وجہ سے درجہ اعلیٰ نہیں ہوگا ۔ (خیر الکلام ص۲۰۴) جب اس سے فرق پڑ جاتا ہے تو اپنے سے اعلیٰ کے مقابلہ میں روایت مرجوح ہوگی ۔اس لیے احسن الکلام میں اس کا اعتبار ہے اور تسکین الصدور میں اعتبار نہیں ۔یہ قاعدے اور اثری صاحب کے استاد محترم کے مسلمات کے مطابق بات ہے ۔اثری صاحب خواہ مخواہ خبط کا شکار ہو کر اعتراض کر رہے ہیں ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابنِ جوصاء کے بارہ میں امام دارقطنی کا قول ابو عبدالرحمٰن السلمی کے واسطہ سے ہے اور مولانا صفدر صاحب نے خود ابو عبدالرحمٰن السلمی کو صوفیوں کے لیے حدیثیں وضع کرنے کی وجہ سے ناقابلِ اعتماد کہا ہے ۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب بات کو خلط ملط کرنے کے ماہر ہیں یہاں بھی اپنے اسی فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں مگر اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ راوی جب روایت کرتا ہے تو اس کی روایت قابلِ قبول ہونے اور نہ ہونے کا حکم ائمہ جرح و تعدیل لگاتے ہیں اور جب کسی بات کو ائمہ جرح و تعدیل خود نقل کریں تو وہ بات ان کی تحقیق کے مطابق ہوتی ہے ۔یہاں امام دارقطنی کے قول کو خود علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں نقل کر رہے ہیں ۔ اور احادیث کے بارے میں ابو عبدالرحمٰن السلمی پر جرح بھی علامہ ذہبی کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام دارقطنی

کا قول ان کے نزدیک محقق اور مسلّم ہے اسی لیے اس کو نقل کر رہے ہیں ۔اگر ایسی باتیں اثری صاحب کی سمجھ میں نہیں آتیں تو وہ پہلے اپنی سمجھ کا علاج کروائیں اور پھر اعتراض کریں ۔

اثری صاحب کا جھوٹ اثری صاحب ص۸۲ پر لکھتے ہیں کہ حافظ ابو علی کے ہاں جب بعض لوگوں نے ان کی کچھ روایات پر اعتراض کیا اور حافظ ابنِ جوصاء پر ناراضگی کا اظہار کیا تو انھوں نے ان کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا: کان رکنا من ارکان الحدیث ھو امام من ائمۃ المسلمین قد جاوز القنطرۃ (التذکرۃ)....الخ ۔

جواب اہل علم التذکرہ کی یہ بحث دیکھیں اور اثری صاحب کی عبارت دیکھیں قطعاً ان لوگوں کے جواب میں ان کے الفاظ کان رکنا من ارکان الحدیث کے نہیں ہیں بلکہ ان کے جواب میں ان کے الفاظ ھو امام من ائمۃ المسلمین قد جاوز القنطرۃ کے ہیں اور کان رکنا من ارکان الحدیث اس جواب میں نہیں بلکہ وہ الگ ہیں مگر اثری صاحب اس جواب میں ان کو شامل کر کے بددیانتی اور جھوٹ کا مظاہرہ کر رہے ہیں ۔

چودھواں الزام اور بریلویوں کی وکالت اثری صاحب ص۸۳ پر امام احمد بن صالح المصری کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت بریلویوں کی خوب وکالت کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ چنانچہ غزوۂ خیبر کے موقع پر سورج لوٹنے کی معروف روایت (جو حضرت اسماءؓ سے مروی ہے)....الخ ۔

اس روایت کو معروف کہنے کی جرأت بریلوی حضرات تو نہ کر سکے مگر ان کے وکیل جناب اثری صاحب اس روایت کو معروف کہہ رہے ہیں ۔اسی کو کہتے ہیں

مدعی سست گواہ چست ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام احمد بن صالحؒ کو ثقہ کہا گیا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے قانون الموضوعات کے حوالے سے ان پر جرح نقل کی ہے اور کہا ہے کہ محدثین نے اس میں طعن کیا ہے۔ (دل کا سرور ص۱۵۹، طبع نہم ص۱۴۲ مرتب)

الجواب اثری صاحب نے خود قانون الموضوعات کی جو عبارت پیش کی اس کا پہلا جملہ ہی یہ ہے: احمد بن صالح مطعون فیہ اور اثری صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے یعنی احمد بن صالحؒ میں کلام کیا گیا ہے ... الخ۔ جب حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے قانون الموضوعات کے حوالہ سے جو بات لکھی ہے وہ اس میں موجود ہے اور خود اثری صاحب اس کو نقل بھی کر رہے ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیا بددیانتی کی ہے؟ اگر قانون الموضوعات میں یہ بات نہ ہوتی تب تو حضرت کی بددیانتی تھی۔ جب اس میں وہ بات موجود ہے اور اثری صاحب خود نقل بھی کر رہے ہیں تو پھر بھی اگر یہ حضرت کی بددیانتی ہے تو نہ جانے اثری طبقہ کے ہاں دیانت کس چیز کا نام ہے؟ اثری صاحب نے مقدمہ فتح الباری کی عبارت بحوالہ قانون الموضوعات جو لکھی ہے تو اس کے بارہ میں سوال علامہ فتنیؒ سے کریں کہ علامہ ابن حجرؒ کے ان الفاظ کے باوجود انھوں نے مطعون فیہ کیوں کہا ہے؟ اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو بددیانت کہنا صرف تعصّب اور حسد ہے اس کے سوا کچھ نہیں ۔

غلط ترجمہ اثری صاحب قانون الموضوعات کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کر سکے۔ عبارت اور اثری صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

(قانون الموضوعات کی عبارت)	(اثری صاحب کا کیا ہوا ترجمہ)
وَقَالَ النَّسَائِیُّ لیس بثقة	اور امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ لیس

ولا مامون ونقل عن ابن معین تکذیبہ وھو وھم منہ فقد قال ابن حبان ان الذی تکلم فیہ ھو غیر ابن الطبری وھو الاشمومی المشھور بالوضع واما ابن الطبری فیقارب ابن معین فی الضبط والاتقان ۔	بثقة ولا مامون ہیں اور ابن معین سے ان کی تکذیب نقل کی ہے حالانکہ یہ ان کا وہم ہے امام ابن حبان نے کہا ہے کہ امام نسائی نے جس پر جرح کی ہے وہ احمد بن صالح الاشمومی ہے احمد بن صالح بن الطبری نہیں اور اشمومی حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے اور ابن الطبری تو ضبط و اتقان میں امام ابن معینؒ کے قریب ہے ۔

اثری صاحب کا کیا ہوا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اصل ترجمہ یوں ہے:

"اور امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ وہ لیس بثقة ولا مامون ہیں اور انھوں نے امام ابن معینؒ سے ان کی تکذیب نقل کی ہے حالانکہ یہ ان (امام نسائیؒ) کا وہم ہے۔ امام ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ امام ابن معینؒ نے جن کے بارہ میں کلام کیا ہے وہ احمد بن صالح الطبری نہیں بلکہ وہ الاشمومی ہے جو حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے اور باقی رہا ابن طبری وہ ضبط و اتقان میں امام ابن معینؒ کے قریب ہے"

دونوں ترجموں میں فرق نمایاں ہے اور اصل ترجمہ کی تائید علامہ ابن حجرؒ کی اس عبارت سے ہو جاتی ہے جو انھوں نے احمد بن صالح الطبری کے ترجمہ کے تحت تقریب ص۱۳ میں تحریر فرمائی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں بتلائیے یہ طعن کیا ہے اور کیسا ہے؟

الجواب اثری صاحب اگر عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو خود اپنا لکھا ہوا نظر آ جائے گا کہ امام نسائیؒ نے کہا ہے: لیس بثقة ولا مامون۔ علامہ

ابنِ حبانؒ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ امام نسائیؒ نے جو یہ فرمایا کہ امام ابنِ معینؒ نے ان کی تکذیب کی ہے یہ ان کا وہم ہے یہ بات درست نہیں ہے۔ باقی امام نسائی کا لیس بثقة ولا مامون کہنا اپنی جگہ موجود ہے اور پہلے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی کہ عقائد اور حلال وحرام کے معاملہ میں ہم رواۃ پر شدت اختیار کرتے ہیں اور یہ روایت بھی حضور علیہ السّلام کو مختارِ کل ثابت کرنے جیسے باطل عقیدہ کی دلیل کے طور پر پیش کی جا رہی ہے۔

یہاں بھی اثری صاحب قواعد کی ناسمجھی کی بنا پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں مولانا صفدر صاحب نے احمد بن صالح پر جرح کی ہے، اور الکلام المفید میں ان کی توثیق نقل کی ہے۔

تو اس کا جواب پہلے بھی گزر چکا ہے کہ عقائد اور حلال وحرام کے بارہ میں ائمہ جرح وتعدیل شدت اختیار کرتے ہیں اس لیے دل کا سرور میں ان پر جرح قاعدہ کے مطابق ہے جبکہ الکلام المفید میں جس روایت کا یہ راوی ہے وہ روایت حضرات صحابہ کرامؓ کے نظریہ کے مطابق ہے اور اس کے مقابل بھی کوئی ایسی روایت نہیں جو اس درجہ کی ہو اور ترجیح کے عمل کی ضرورت ہو تو قاعدہ کے مطابق وہاں جرح کی ضرورت ہی نہیں۔ خواہ مخواہ اثری صاحب اعتراضات کی پٹاری کھولے بیٹھے ہیں۔

پندرھواں الزام اور بریلویوں کی وکالت

اثری صاحب ص۸۵ پر امام داؤد بن ابی ہندؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور امام احمدؒ نے ان کو ثقة ثقة کہا اور یعقوب بن شیبہ نے ثقة ثبت کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب

اثری صاحب نے یہاں بھی بریلویوں کی خوب وکالت کی اور مختارِ کل جیسے باطل عقیدہ کو تقویت پہنچانے کے لیے ان کی پیش کردہ دلیل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اثری صاحب نے خود یہ لکھا ہے کہ صرف امام اثرم کی روایت میں امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ کثیر الاضطراب والخلاف ہیں اور علامہ ابن حجرؒ کا تقریب سے قول نقل کیا کہ وہ ثقہ متقن ہیں آخری عمر میں انھیں وہم ہو جاتا تھا۔ اثری صاحب کے اس اعتراف کے باوجود ان کے اعتراض کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کیونکہ یہ روایت نصِ قرآنی اور پانچ وقتی نمازوں کو فرض ثابت کرنے والی صحیح احادیث کے برخلاف ہے اور اس سے مختارِ کل جیسے باطل عقیدہ کو ثابت کیا جا رہا ہے تو ائمہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں اس راوی پر کیسے مدار رکھا جا سکتا ہے؟ اور اس جرح کے اعتراف کے باوجود اثری صاحب اس کو صحیح کیسے قرار دے رہے ہیں؟ اور کسی کی نہیں تو کم ازکم اپنے استاد محترم محدث گوندلویؒ کی بات کی لاج ہی رکھ لیجئے وہ صحیح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"محدثین کے ہاں صحیح حدیث وہ ہے جس کے راویوں میں عدالت اور تام ضبط پایا جائے۔ شروع سے آخر تک کہیں سند کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے یعنی سند متصل ہو شاذ نہ ہو۔ اس میں کوئی مخفی علّت نہ ہو۔" (خیر الکلام ص۳۵)

اب اس روایت میں راوی ایسا ہے جو کثیر الاضطراب والخلاف ہے اور اس کو آخر عمر میں وہم ہو جاتا تھا جو تام ضبط کی شرط کے منافی ہے تو یہ خبر صحیح بھی نہیں حالانکہ اگر خبر واحد صحیح بھی ہوتی تو اس سے اثباتِ عقیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بحث میں بھی اثری صاحب تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے اپنا وہی چکر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کو بارہا پہلے آزما چکے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں داؤد بن ابی ہندؒ پر جرح نقل کی ہے اور احسن الکلام میں ان کی توثیق نقل کی ہے۔ (محصلہ)

اس کا جواب واضح ہے کہ دل کا سرور میں معاملہ عقیدہ کا ہے جبکہ احسن الکلام

میں عمل کا ہے اور اسکے مقابل اس درجہ کی روایت بھی نہیں ہے ۔ دونوں جگہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے قاعدہ کے مطابق عمل کیا ہے ۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے جو روایت حضرت سلمان فارسیؓ کی نقل کی گئی اور کہا ہے کہ حاکم اور علامہ ذہبی نے اسے شرط مسلم پر کہا ہے وہ امام داؤد بن ابی ہند سے ہے لہٰذا یہ صحیح کیسے ؟

الجواب یہ روایت نہ تو کسی نصِ قرآنی کے خلاف ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث کے اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کا درجہ بیان فرمایا ہے : قال الحاکم والذھبی علی شرط مسلم نقل کیا ہے تو جب مسلم میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی روایات موجود ہیں تو اس روایت کو بھی حسن درجہ میں مان کر علی شرط مسلم قرار دیا جاسکتا ہے ۔ اربابِ علم کو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ۔ اثری صاحب خواہ مخواہ اشکال کریں تو یہ ان کے حسد اور تعصّب کے ہاتھوں مجبور رہونے کی واضح علامت ہے ۔

سولھواں الزام اور بریلویوں کی وکالت اثری صاحب صـ۸۷ پر امام ابواحمد الزبیری کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت بھی بریلوی حضرات کی خوب وکالت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام ابواحمد الزبیری صحاح ستّہ کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور پھر صـ۸۸ پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید اور طائفہ منصورہ میں ان کو ثقہ ثبت لکھا ہے ۔ (محصلہ)

الجواب ازالۃ الریب میں جس روایت پر جرح کی گئی ہے وہ روایت عمدۃ القاری اور تفسیر ابنِ کثیر وغیرہ کی ہے جس کو اہلِ بدعت علم غیب ثابت کرنے کے لیے بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس روایت پر جرح نقل کرتے ہوئے امام ابو احمد الزبیری کے بارہ میں بھی حضرات محدثین کرام کی جرح نقل کی ہے اور جرح کا مقصد حضرات محدثین کرامؒ کا وہ قاعدہ پورا کرنا ہے جو انھوں نے فرمایا کہ عقائد اور حلال وحرام کے بارے میں شدّت اختیار کی جاتی ہے اور اس جرح سے روایت کا درجہ گر جاتا ہے لہٰذا یہ جرح بے فائدہ نہیں ۔ باقی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ شیعہ متقدمین میں سے ہے تو اس بحث کا جواب امام عبدالرزاقؒ کے بارہ میں کی گئی بحث کے ضمن میں گزر چکا ہے ۔

اور الکلام المفید اور طائفہ منصورہ میں جو ان کے بارے توثیق کے کلمات نقل کیے ہیں تو طائفہ منصورہ میں تو صرف ان کا ترجمہ نقل کیا ہے اور الکلام المفید میں جس روایت کے وہ راوی ہیں وہ روایت عمل کے بارہ میں ہے اور اس کے مقابل اس درجہ کی کوئی روایت بھی موجود نہیں اس لیے وہاں جرح نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی ۔

سترھواں الزام اثری صاحب صـ۸۹ پر امام ہیثم بن حمید دمشقی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ حضرات محدثین کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان کو متکلّم فیہ راوی کہا ہے ۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے حضرات محدثین کرام کے قول کو نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے انھوں نے اپنی اس کتاب میں اشارہ دیا ہے کہ ہماری کتاب توضیح الکلام میں اس بحث کو دیکھا جائے اور وہاں انھوں نے تقریب کے حوالہ سے لکھا کہ حافظ ابنِ حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ صدوق ہے ۔ (توضیح الکلام صـ $\frac{۳۲۵}{۱ج}$) حالانکہ حافظ ابنِ حجرؒ نے صدوق رمی بالقدر فرمایا ہے اور دونوں باتوں میں حافظ ابنِ حجرؒ کے نزدیک فرق ہے اس لیے کہ وہ مقدمہ میں صدوق کو چوتھے درجہ میں اور صدوق رمی بالقدر وغیرہ کو پانچویں درجہ میں شمار کرتے

ہیں۔ اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ صرف ان کے معاصر ابو مسہر نے ان کو ضعیف کہا ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ اگر ان کا یہ کہنا صرف معاصرت کی وجہ سے ہوتا تو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ اس پر خاموشی اختیار نہ کرتے۔ اس لیے ان کو متکلم فیہ راوی کہنے میں کسی قاعدہ کی خلاف ورزی تو نہیں ہوئی البتہ اثری صاحب کو حسد کی آگ کے شعلے بلند کرنے کا موقع ضرور مل گیا ہے۔

اٹھارھواں الزام

اثری صاحب ص۸۹ پر محمد بن حمیر الحمصی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح بخاری وغیرہ کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جس روایت پر جرح نقل کی ہے وہ کتاب القراءۃ وغیرہ کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام یعقوب بن سفیان نے لیس بالقوی کہا ہے اور یہ جرح مفسر نہیں ہے اثری صاحب کا یہ کہنا ٹھیک ہے مگر جرح مبہم سے روایت کا درجہ صحت گر جاتا ہے جیسا کہ محدث گوندلویؒ کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبیؒ کے یہ کلمات مولانا صفدر صاحب نے نقل کیے کہ صاحب غرائب وافراد ہیں حالانکہ مولانا صفدر صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ صاحب غرائب و افراد ہونا کوئی جرح نہیں ہے۔ اثری صاحب بے شک یہ الفاظ قابلِ اعتبار جرح کے الفاظ نہیں مگر ترجیح کے موقع پر ان کا لحاظ رکھا جا سکتا ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتم کے الفاظ مولانا صفدر صاحب نے پورے نقل نہیں کیے۔ اصل الفاظ ہیں: یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔ مگر مولانا صفدر صاحب نے صرف ولا یحتج بہ نقل کر دیئے اور یکتب حدیثہ کے الفاظ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔۔۔۔۔ الخ۔

اثری صاحب سے عرض ہے کہ جب آپ خود لا یحتج بہ کو جرح تسلیم کر رہے ہیں بے شک غیر قادح تسلیم کر رہے ہیں تو اس جرح سے روایت کا درجہ ضرور کم ہو جائے گا اور بحث یکتب حدیثہ میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ اس کی روایت کا درجہ کیا ہے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں فصاعدًا کی زیادت امام اوزاعیؒ اور شعیبؒ سے بھی مروی ہے۔ (کتاب القراءۃ) حالانکہ یہ روایت اسی محمد بن حمیر نے امام اوزاعیؒ اور شعیب سے بیان کی ہے۔ یہاں اس پر خاموشی کیوں؟

اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس روایت کو تقویت کے لیے ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ علاوہ ازیں فصاعدًا کی زیادت امام اوزاعیؒ اور شعیب بن ابی حمزہؒ سے بھی مروی ہے اور اس جیسی روایت کو تقویت کے لیے لیا جا سکتا ہے۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اپنی جہالت کے ثبوت فراہم کیے ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَار۔

ثقہ محدثین سے بے خبری کا طعن

اثری صاحب نے ص۹۱ پر ثقہ محدثین سے بے خبری کا عنوان قائم کرکے اس بات کو شدّ و مد سے ذکر کیا ہے کہ مولانا صفدر کو بعض راویوں کا علم نہیں ہے۔ تو عرض ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کب ہمہ دانی کا دعویٰ کیا ہے؟ اگر بعض رواۃ کا علم ان کو نہیں ہوسکا تو اس میں تعجب اور اعتراض کی کونسی بات ہے؟ ایسا معاملہ تو حضرات محدثینِ کرام میں ہوتا چلا آرہا ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

جھل جماعۃ من الحفاظ قوما من الرواۃ لعدم علمھم بھم۔ (تدریب الراوی ص۳۲۰ ج۱)

یعنی حفاظ حدیث کی ایک جماعت بہت سے راویوں کے بارہ میں علم نہ ہونے کی وجہ سے ان سے ناواقف رہی (یا ان کو مجہول قرار دیا)۔

اور علامہ ابنِ حزمؒ جیسے وسیع النظر محدّث اگر امام ترمذیؒ کو مجہول کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ص۳۸۸ ج۹) اور وہ ان کے حالات سے بے خبر تھے۔ اسی طرح محدث مبارکپوریؒ صاحب بھی لکھتے ہیں: قلت انی لم اقف علی ترجمۃ سھل بن بحر الجندیسابوری ولا علی ترجمۃ عبد اللہ بن رشید۔ (ابکار المنن ص۱۶ ج۱) یعنی میں سہل بن بحر اور عبداللہ بن رشید کے حالات سے واقف نہیں۔ جب حفاظ حدیث کے بعض رواۃ کو نہ جاننے کی وجہ سے ان کے حفاظ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اور علامہ ابنِ حزمؒ کے اس قدر جلیل القدر محدث کو نہ جاننے سے ان کی شان میں فرق نہیں آتا اور محدّث مبارک پوریؒ کے ان راویوں کے حالات نہ جاننے سے ان

ان کی محدثانہ شان میں فرق نہیں آتا تو یقین جانئے حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو اگر بعض رواۃ کا علم نہیں تو اس سے ان کے چالیس سالہ درس و تدریس میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ اثری صاحب کی بھینگی آنکھ کا نتیجہ ہے کہ ان کو ان محدثین کی شان میں فرق نظر نہیں آتا مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی شان میں اسی کی وجہ سے فرق نظر آرہا ہے اور وہ اس کی وجہ سے طعن کررہے ہیں۔ یہ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی دیانت داری ہے کہ جن راویوں کے بارہ میں ان کو علم نہیں ہوسکا ان کے بارہ میں صاف لکھ دیا کہ ان کے بارہ میں علم نہیں ہوسکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً چالیس، پچاس سال قبل اکثر کتابیں نایاب تھیں اور تلاش بسیار کے باوجود بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں اور اس ہی زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اکثر کتابیں لکھی ہیں تو کتابیں میسّر نہ آنے کی وجہ سے کسی راوی کے حالات معلوم نہیں ہوسکے یا کسی راوی کے نام یا کنیت میں اگر وہم ہوگیا تو اس میں طعن کی توپ چلانا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔

علم حدیث میں فنِ اسماء الرجال سب سے مشکل شعبہ ہے اور بڑے بڑے حضرات کو اس میں دقّت اور مشکل پیش آتی رہی ہے۔ خود امام بخاریؒ کے بارہ میں بھی لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے اہلِ شام سے اکثر روایات ان راویوں سے براہِ راست نہیں لیں بلکہ ان کی کتابوں سے لی ہیں اس لیے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہوجاتی ہے۔ ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ (بستان المحدثین ص۱۷۸، ص۱۷۹)

اور خود اثری صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ راویوں کے ناموں میں شبہ پیدا ہوجانا کوئی بعید بات نہیں۔ چنانچہ وہ اسی کتاب کے ص۹۱ پر ہی لکھتے ہیں کہ بلاشبہ نام کی تعیین میں وہم کا پیش آجانا مستبعد نہیں ..... الخ۔ اس کے باوجود

اثری صاحب نے اس بارہ میں جو طعن و تشنیع کی ہے اس کا مقصد وہ خود ہی بتا سکتے ہیں ہمیں تو سوائے حسد اور مسلکی عصبیت کے اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا ۔

پہلے تو کتابیں نایاب تھیں اب قریب کے سالوں میں سعودیہ، مصر، بیروت اور دمشق وغیرہ کے کثیر مطابع کی وجہ سے کتابوں کی فراوانی ہو گئی ہے اور بیشتر نایاب کتابیں اب میسر ہیں اس لیے کتابوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے اگر کسی بات کا علم نہیں ہو سکا تو عقل مند لوگوں کو تو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ البتہ اثری صاحب اور ان کے طبقہ کا معاملہ جُدا ہے ۔

اثری صاحب کا نرالا انداز

اثری صاحب نے ثقہ محدثین سے بے خبری کے تحت بعض ایسے راویوں کا ذکر بھی کیا ہے جن کے بارہ میں حضرات محدثینِ کرامؒ میں اختلاف ہے کہ راوی کون سا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنی تحقیق کے مطابق جس پہلو کو راجح سمجھا اس کا ذکر کیا۔ اثری صاحب ان کے مخالف پہلو کا لحاظ رکھ کر اس کو بے خبری سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اس کا بے خبری سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ الگ بحث ہے اور پھر اثری صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ دلیل کے ساتھ اپنے مؤقف کو مبرھن کرتے مگر وہ اپنی اس کتاب میں بھی اور اپنی کتاب توضیح الکلام میں بھی کوئی دلیل تو نہ دے سکے اگر مگر کے ساتھ لمبی بحث سے اوراق سیاہ کیے۔ اثری صاحب نے اپنی اس کتاب کے ص۹۴ میں اس بات پر کہ راوی حمصی ہے یا الرقی الکلابی ہے قرینہ پیش کیا کہ اس راوی سے روایت کرنے والا راوی بھی چونکہ حمصی ہے اس لیے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ حمصی ہے۔ اثری طبقہ کو اثری صاحب کے اس نرالے انداز اور انوکھی تحقیق پر داد دینی چاہیے ۔

اثری صاحب کا گلہ

اثری صاحب ص۹۹ پر اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے محدّث مبارک پوریؒ کا شکریہ ادا

نہیں کیا۔ کیونکہ علامہ نیمویؒ نے جب لکھا کہ ابو سنان کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا تو اس کے بعد محدّث مبارک پوریؒ نے لکھا کہ اس کا نام ضرار بن مرہ تھا اور مولانا صفدر صاحب نے محدّث مبارک پوریؒ سے اس نام کو معلوم کر کے لکھا مگر ان کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ اور یہ انداز من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ کے زمرہ میں آتا ہے..... الخ۔

اثری صاحب کیا آپ نے اپنی توضیح الکلام میں محدّث گوندلویؒ اور محدّث مبارکپوریؒ کا شکریہ ادا کیا ہے جن کی کتابوں سے آپ نے مواد لے کر کتاب لکھی اور ان کے مضامین کا اپنی اثریانہ تحقیق میں بیڑا غرق کیا ہے؟ اور کیا آپ نے صاحب آئینہ تسکین الصدور کا شکریہ ادا کیا ہے جن کا مارا ہوا شکار پیش کر کے آپ تیس مار خاں بننے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا آپ من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ کے زمرہ میں نہیں آتے؟ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ نیز یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ محدّث مبارک پوریؒ نے تو صرف نام بتایا ہے جب کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تہذیب ص۶۲ ج۶ کے حوالہ سے لکھا ہے تو یہ محدّث مبارک پوریؒ کی محنت کو اپنی محنت سمجھنا نہیں بلکہ بذاتِ خود اپنی محنت کا اظہار ہے۔ وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ اثری صاحب خواہ مخواہ سیخ پا ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں ۔

اثری صاحب کی تصویر کا دوسرا رُخ

اثری صاحب نے ص۱۰۰ پر تصویر کا دوسرا رُخ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے بعض ضعیف راویوں کے ساتھ امام کا لفظ لکھا ہے حالانکہ ان کو امام کہنا درست نہیں۔ انھوں نے گلدستۂ توحید کے حوالہ سے لکھا کہ ہشام بن محمد کو مولانا صفدر صاحب امام ہشام لکھا ہے حالانکہ محدثین نے اس کو لیس بثقة اور متروك الحديث تک کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب امام اور شیخ کا اطلاق ماہر فی الفن پر کیا جاتا ہے۔ اثری صاحب کو خود اعتراف ہے کہ ہشام مشہور مؤرخ ہیں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس کی بات بھی تاریخی حوالہ سے لکھی ہے اور تاریخ کا وہ امام ہے۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس کی بات حدیث کے بارہ میں لکھی ہوتی تب تو اس کا متروک الحدیث اور لیس بثقة ہونے کی وجہ سے اعتراض ہو سکتا تھا جب حدیث کے بارہ میں بحث نہیں تاریخی واقعہ کے متعلق ہے جس کا وہ امام ہے تو اس کو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟ اثری صاحب بات کو خلط ملط کر کے چکر میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ قرہ بن عبدالرحمٰن کو مولانا صفدر صاحب نے امام قرہ کہا ہے حالانکہ بعض محدثین نے اس پر جرح بھی کی ہے اور امام احمدؒ نے اسکو منکر الحدیث جدا کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے خود اعتراف کر کے کہ وہ سُنَنِ اربعہ کے راوی ہیں اور امام مسلمؒ نے بھی مقروناً ان سے روایت لی ہے، اپنے اعتراض کا جواب دے دیا ہے۔ جب وہ سُنَنِ اربعہ اور مسلم کے راوی ہیں تو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابو جعفر عیسیٰ بن ماہان پر مولانا صفدر صاحب نے جرح بھی نقل کی ہے اور ان کو امام عیسیٰ بھی کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی اپنے ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً اس بات کو جانتے ہوں گے کہ کسی راوی پر حدیث کا مدار رکھ کر اس بارہ میں بحث کرنا اور شعبہ ہے اور احادیث کو بیان کرنا اور پڑھنا پڑھانا اور شعبہ ہے۔ ان پر جو جرح نقل کی گئی ہے وہ حدیث کے راوی اور ان کے سند میں آجانے کے لحاظ سے ہے اور احادیث اور فقہ کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اس بارہ میں امام ہیں اسی لیے باحوالہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کیا کہ وہ حدیث اور فقہ میں اہل ری کے امام تھے۔ (ملاحظہ ہو مقام ابی حنیفہؒ ص۱۱۱ طبع چہارم)۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ بات کو خلط ملط کر کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے زور صرف کیا ہے مگر حق شبہات کے پردوں کو پھاڑ کر بھی اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا ہے۔

اثری صاحب ص۱۰۲ پر لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق المدنی کو مولانا صفدر صاحب نے امام کہا ہے حالانکہ وہ قدری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (صدوق رمی بالقدر) اہلِ علم ایمانداری سے بتلائیں کیا وہ حقیقتاً امام اور جلیل القدر ائمہ و حفاظ میں شمار ہوتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

الجواب رمی بالقدر کی وجہ سے امام کہنا درست ہے یا نہیں؟ اثری صاحب کے استادِ محترم محدث گوندلویؒ سے ہی پوچھ لیں وہ خود حضرت قتادہؒ کو امام قتادہ لکھتے ہیں۔ (خیر الکلام ص۵۲) حالانکہ وہ بھی رمی بالقدر ہیں۔ (میزان الاعتدال ص۳۸۵ ج۲) اثری صاحب صرف چکر ڈالنے کے لیے یہ اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ وہ خود محدث عبدالرزاق کو امام عبدالرزاق لکھتے ہیں۔ (توضیح الکلام ص۴۴۳ ج۲)

حالانکہ ان میں تشیع تھا۔ (بستان المحدثین ص۱۲۷)

اثری صاحب ص۱۰۳ پر حسن بن زیادؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ان پر محدثین کرام نے جرح کی ہے مگر مولانا صفدر صاحب انکو امام حسن بن زیاد لکھتے ہیں۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے امام حسن بن زیاد کے بارہ میں متشددین کی جتنی جرحیں ہو سکتی تھیں نقل کر کے اپنے من کی آگ کو ٹھنڈا کیا ہے اور حوالہ میزان الاعتدال اور لسان المیزان وغیرہ کا دیا ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اثری صاحب نے میزان الاعتدال کی جرحیں تو نقل کر دیں مگر امام ذہبیؒ کا یہ فرمان وکان رأسا فی الفقہ۔ (میزان الاعتدال ص۴۹۱ ج۱) نقل نہیں کیا۔ اسی طرح لسان المیزان سے جرح تو نقل کر دی مگر علامہ ابن حجرؒ کا یہ فرمان نقل کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

قلت ومع ذلک کلہ اخرج لہ ابو عوانۃ فی مستخرجہ والحاکم فی مستدرکہ۔ (لسان المیزان ص۲۰۹ ج۲)	میں کہتا ہوں کہ ان تمام جرحوں کے باوجود ابو عوانہ نے اپنی مستخرج میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان سے روایت لی ہے۔

جب امام حسن بن زیادؒ رأسا فی الفقہ ہیں اور اس پایہ کے ہیں کہ ان کی روایات مستدرک اور صحیح ابو عوانہ میں لی گئی ہیں تو ان کو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟ اثری صاحب کے دل میں حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو ان کو کوئی کامل مرشد پکڑ کر اپنے دل کا علاج کرنا چاہیے۔

اثری صاحب نے ص۱۰۴ پر لکھا کہ مولانا صفدر صاحب نے موفق کو امام صدر الائمہ کہا حالانکہ محدثین نے ان کی روایات کو مجہول اور بعض کو موضوع وغیرہ قرار دیا ہے، اور علامہ ابن تیمیہؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا حوالہ نقل کیا ہے کہ حدیث کے معاملہ میں موفق پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بعض پرانے علماء کے ناموں کے ساتھ شمس الائمہ اور صدر الائمہ وغیرہ منقول ہے اگر اسی کے

مطابق امام موفق کو امام صدر الائمہؒ لکھ دیا ہے تو کونسی حرج کی بات ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا حوالہ اپنی جگہ درست ہے مگر اثری صاحب اس سے جو مطلب لے رہے ہیں وہ قطعاً درست نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس کی بیان کردہ حدیث پیش نہیں کی کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی بات نقل کرنے کی ضرورت ہوتی اور نہ اس کی ایسی مروی روایت پیش کی ہے جس سے کوئی فقہی حکم اخذ کیا جاتا ہو کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے حوالہ کی ضرورت ہوتی۔ علامہ ابن تیمیہؒ کا فرمان ہے کہ حدیث کے معاملہ میں اس پر مدار نہیں رکھا جا سکتا، اور شاہ عبد العزیزؒ کا فرمان ہے کہ فقہائے اہلِ سنّت اس کی مرویات سے حجت نہیں پکڑتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے مناقب اور تاریخی حوالہ سے اسکے اقوال نقل کیے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں۔ اثری صاحب کے پیٹ میں مروڑ جس بات کی وجہ سے اٹھا اس کا اظہار وہ مجبوراً کر ہی گئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: مگر افسوس کہ اسی شخص نے امام صاحب کے مناقب لکھ کر حنفی حضرات کی ہمدردیاں حاصل کیں اور انھوں نے اسے امام صدر الائمہ بنا ڈالا۔ (ص۱۰۵)

راویوں کی توثیق و تضعیف میں تضاد کے الزامات

اثری صاحب نے ص۱۰۶ پر راویوں کی توثیق و تضعیف میں تضاد کا عنوان قائم کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب کسی جگہ ایک راوی کو ثقہ کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (محصلہ)

پہلا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے دل کا سرور میں ابو الصہباء کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ بخاری کا راوی تو

نہیں لیکن صحیح مسلم (ص۴۷۸ ج۱) میں ان سے روایات موجود ہیں اور ابن حبانؒ وغیرہ سے اس کی توثیق نقل کی ہے۔ اور عمدۃ الاثاث میں لکھا کہ ابو الصہبا مسلم کی روایت میں راوی نہیں بلکہ صرف سائل ہے اور امام نسائیؒ وغیرہ سے اس کی تضعیف نقل کی۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے دل کا سرور کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی دجل کا مظاہرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں لیکن صحیح مسلم (ص۴۷۸ ج۱) میں ان سے روایات موجود ہیں حالانکہ دل کا سرور کی اصل عبارت ہے: لیکن صحیح مسلم ص۴۷۸ ج۱ میں انکی روایت موجود ہے ان سے روایات اور ان کی روایت میں شاید اثری صاحب اور انکے طبقہ کے نزدیک فرق نہ ہو مگر حقیقت سے آشنا لوگوں کے ہاں فرق بالکل ظاہر ہے انکی روایت کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے روایت ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایسی روایت جس میں ان کا ذکر ہو اور مراد کا متعین کرنا متکلم کا کام ہوتا ہے۔ جب متکلم خود اپنی کلام کی مراد متعین کر رہا ہو تو کسی دوسرے کو دخل اندازی کا حق نہیں ہوتا۔ ان کی روایت کے الفاظ دل کا سرور میں ہیں اور جب دوسری جگہ اسی واقعہ کا ذکر آیا تو مراد متعین کر دی کہ ان سے روایت تو نہیں البتہ ایسی روایت ہے جس میں ان کا ذکر ہے۔ ان کی روایت سے ان سے روایات بنا دینا اثری صاحب کے ہاتھ کی کرشمہ سازی ہے۔

نیز دل کا سرور میں مذکورہ روایت ادعیہ سے متعلق ہے جہاں جرح میں شدت نہیں کی جاتی جبکہ عمدۃ الاثاث میں مذکورہ روایت ایسے مسئلہ سے متعلق ہے جس میں حلت و حرمت ہے اس لیے وہاں جرح میں شدت کا لحاظ ہے۔ دونوں جگہوں میں حضرات محدثین کرامؒ کے قاعدہ کے مطابق عمل ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ابو الصہبا جب راوی نہیں تو پھر اس پر جرح اور

کلام چہ معنی دارد؟

تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ اس پر جرح اس لیے نقل کی گئی کہ کہیں کوئی اثری یہ نہ کہنے لگ جائے کہ جب ابو الصہبا جیسا آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک ہی کہا جاتا تھا تو یہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کے لیے حجتِ قاطعہ ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے واضح کر دیا کہ یہ شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی بات کو کسی صحابی کے مقابل تسلیم کیا جاسکے کیونکہ وہ صحابی نہیں اور نہ ہی وہ ایسی متفقہ شخصیت ہیں کہ ان پر مدار رکھا جاسکے اس لیے جرح کی ضرورت تھی اور اسی ضرورت کی وجہ سے جرح نقل کی گئی ہے۔ اگر اثری صاحب بند آنکھوں کو کھولنا پسند کریں تو یہ ضرورت ان کو ضرور نظر آجائے گی۔

دوسرا الزام اثری صاحب ص۱۰۷ پر شریک بن عبداللہ قاضیؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنی تائید میں ان کی روایت پر ان کے بارے میں الحافظ وغیرہ کے الفاظ نقل کیے ہیں اور جب ان کی روایت مولانا صفدر صاحب کے خلاف آئی تو ان پر سخت سے سخت جرح بھی نقل کر دی۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کے ہوش تو گم ہوئے ہی تھے، سرفراز دشمنی میں ان کی آنکھیں بھی بند ہوگئیں۔ اپنی تائید میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو روایت پیش کی ہے اس کے بارہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ہم نے شریکؒ کو صرف متابع کے طور پر پیش کیا ہے۔ استدلال حضرت امام سفیان ثوریؒ سے ہے جو ثقہ اور ثبت تھے۔ (احسن الکلام ص۳۱۹ ج۱ طبع سوم) تعجب کی بات ہے کہ اسی عبارت کے بعد "ترجمان الحدیث" ماہ جولائی ۱۹۷۳ء کی بددیانتی کا بھی اظہار کیا گیا ہے اس کے باوجود اثری صاحب فریب دینے کی کوشش میں ہیں تو خدا ہی حافظ۔

تیسرا الزام اثری صاحب ص۱۰۸ پر عبداللہ بن لہیعہ کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن میں ایک جگہ لکھا ہے،

اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ آتا ہے جس کے متعلق ترمذی میں لکھا ہے ضعیف عند اھل الحدیث۔ اور دوسری جگہ اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے بلکہ یہ کہہ کر کہ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خزائن السنن ہی میں ایک مقام پر لکھتے ہیں حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں سکوت کرکے اسکی صحت تسلیم کرتے ہیں۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں ورنہ کم ازکم اتنی بات تو جانتے ہی ہونگے کسی اور سے نہیں تو اپنے استادِ محترم محدّث گوندلویؒ کی خیر الکلام کے مطالعہ سے ہی جان چکے ہونگے کہ ضعیف عند اھل الحدیث میں ضعف کا درجہ متعین نہیں ہے کہ کس درجہ کا ضعیف ہے؟ اور اعلیٰ درجہ سے ضعیف کی روایت حسن ہو سکتی ہے۔ پہلے خیر الکلام کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے۔ دونوں باتوں میں اثری صاحب کو کیا تضاد نظر آیا ہے؟ حیرانگی کی بات ہے کہ اثری صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ راوی متکلم فیہ ہے اور پھر اعتراض بھی کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں بلاشبہ بہت سے محدثینؒ نے اس پر جرح کی ہے مگر توثیق کرنے والوں میں امام مالکؒ، امام احمدؒ، عبداللہ بن وہبؒ، احمد بن صالحؒ اور ابنِ عدیؒ شامل ہیں جیسا کہ تہذیب اور میزان الاعتدال میں ہے۔۔۔ الخ (توضیح الکلام ص۱۹۷/۱۲) اور مختلف فیہ کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے جیسا کہ خیر الکلام کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمائی ہے اور وہ (یعنی ابنِ لہیعہ) حسن الحدیث ہے۔ (خزائن السنن ص۳۸۵) پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جہاں اسکی روایت کو پیش کیا ہے وہ مسئلہ دُعا سے متعلق ہے جس جیسے موقع پر حضرات محدثین کرامؒ رواۃ پر شدت نہیں کرتے جب کہ وہ جگہ جہاں اس کو ضعیف کہا ہے وہ وضو کی فرضیت کے ابتداء کے بارہ میں ہے کہ فرضیت کب ہوئی؟ جن حضرات

نے کہا کہ یہ ابتداء اسلام ہی میں فرض تھا تو انھوں نے جو دلیل دی اس دلیل میں راوی ابنِ لہیعہ ہے تو امام ترمذیؒ کا قول نقل کیا کہ وہ محدثینؒ کے ہاں ضعیف ہے یعنی اس پر مدار نہیں رکھا جا سکتا۔

چوتھا الزام اثری صاحب ص۱۰۹ پر اسامہ بن زید کا عنوان قائم کرکے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اُسامہ بن زید کے بارہ میں احسن الکلام میں جرح نقل کی ہے اور مسئلہ قربانی میں بھی جرح نقل کی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ تعجب ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ اور امام بخاریؒ جیسے امام اس کو اس حدیث کی وجہ سے مطلقاً قابلِ ترک سمجھتے ہیں اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حافظ ابن القیمؒ کی تقلید کرتے ہوئے اس سے استدلال کرتے ہیں اور دوسری طرف حکم الذکر بالجہر اور اخفاء الذکر میں اُسامہ بن زید کی مروی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں اُسامہ بن زید کو ضعیف کہا ہے اور جس درجہ کا ضعیف کہا ہے دوسری کتابوں میں قطعاً اس کی مخالفت نہیں کی۔ اپنی تائید میں حکم الذکر بالجہر میں جو روایت پیش کی اس کے بارہ میں بھی اخفاء الذکر ص۶۶ میں وضاحت کردی کہ اس روایت میں کذاب راوی کوئی نہیں ہے۔ مختلف فیہ راوی قابلِ برداشت ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔۔۔۔ الخ۔ اور یہی نظریہ اثری صاحب کے استادِ محترم محدّث گوندلویؒ نے خیر الکلام ص۳۰۴ میں بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے مسئلہ قربانی میں لکھا کہ جب اسامہ بن زید کی روایت ایام منی کلھا منحر امام بخاریؒ کو پہنچی تو اس روایت کی وجہ سے انھوں نے اس کی دیگر روایات کو بھی ترک کر دیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ تعجب ہے کہ جس روایت کی وجہ سے امام بخاریؒ جیسے

امام اس کی روایات کو ترک کر رہے ہیں۔ اسی روایت سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ حافظ ابن القیم کی تقلید کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ (مسئلہ قربانی ص۲۶) اور یہ بات بھی قابل تعجب ہے مگر اثری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھے سرپٹ دوڑنے کی کوشش میں جا بجا منہ کے بل گرتے ٹھوکریں کھاتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سنبھلنے کی توفیق دے۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الریب میں بھی اسامہ بن زید کی روایت استدلال میں پیش کی ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ عقیدہ اور نظریہ کے لیے جو روایت ابوداؤد ص۱۴۸ ج۲ وغیرہ کے حوالہ سے ازالۃ الریب ص۴۲ پر پیش کی ہے، اس میں قطعاً اسامہ بن زید نہیں ہے اور آگے ص۸۱ میں جو روایت کا حصہ ذکر کیا ہے تو وہ صرف بریلوی مفتی صاحب کے اس نظریہ کے جواب میں ہے کہ قضیہ شرطیہ میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ یہ عقلاً اور نقلاً دونوں لحاظ سے غلط ہے نقلاً اس لیے کہ اس حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے... الخ۔ اور یہ روایت اتنی ضعیف بھی نہیں کہ منطقی نظریہ کو اس پر فوقیت دے دی جائے۔ روایت کا یہ حصہ بریلوی مفتی صاحب کے منطقی من گھڑت نظریہ کے جواب میں ہے مگر اثری صاحب بریلوی حضرات کی وکالت کرتے ہوئے یہ چکر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عقیدہ کے لیے جو روایت پیش کی ہے وہ یہی روایت ہے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خزائن السنن ص۵۰ میں ابوداؤد کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے ایک روایت نقل کی اور العرف الشذی سے نقل کیا کہ اس کی سند قوی ہے حالانکہ اس روایت میں بھی اسامہ بن زید ہے۔ یہاں اسے

کیوں قوی تسلیم کیا گیا؟ جواب صاف ہے کہ یہ ان کے مسلک کی موید ہے۔ (محصلہ ص۱۱۲)

اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جواب یہ نہیں کہ یہ ان کے مسلک کی موید ہے بلکہ صاف جواب یہ ہے کہ اس باب میں اس درجہ کی کوئی اور روایت نہیں اور اس باب کی دیگر روایات کی بہ نسبت اسکی سند قوی ہے اور اسکی مثالیں حدیث کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پانچواں الزام اثری صاحب ص۱۱۲ پر عیسیٰ بن جاریہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے کہ مولانا صفدر صاحب نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح نقل کی ہے حالانکہ میزان الاعتدال میں اسکی روایت کے بعد علامہ ذہبیؒ نے کہا اسنادہ وسط۔ اور خود مولانا صفدر صاحب نے ایک مقام میں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ جب میں قلت ھو وسط کہوں تو وہ راوی درمیانے درجہ کا ہوتا ہے جس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ روایت حسن کیوں نہیں؟ اس کے راوی درمیانہ درجہ کے کیوں نہیں؟ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب پر احناف دشمنی کا نشہ اس قدر چڑھا ہوا ہے کہ ان کا خمار کم ہوتا ہی نہیں کہ کسی بات کو معقول انداز میں سمجھ سکیں یا کر سکیں۔ اربابِ علم غور فرمائیں کہ اثری صاحب الفاظ نقل کر رہے ہیں "اسنادہ وسط" علامہ ذہبیؒ کے اور اصطلاح بیان کر رہے ہیں علامہ ابن حجرؒ کی کہ میں جب کہوں ھو وسط تو حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوگی۔ اور دونوں کو جوڑ کر اپنا معجونی نسخہ اثری صاحب تیار کر رہے ہیں اور طعن دے رہے ہیں کہ اس نسخہ کو کیوں استعمال نہیں کیا گیا؟

اثری صاحب یہ نسخہ آپ جیسا کوئی خماری حالت والا تو استعمال کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہوش و حواس دیئے ہیں اس سے اس کی توقع نہ رکھیں۔

چھٹا الزام

اثری صاحب ص۱۱۲ پر محمد بن اسحٰق کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور محدثین اور اکثر ائمہ فن نے ثقہ کہا ہے جس کی تفصیل تحصیل حاصل ہے مگر مولانا صفدر صاحب جوشِ جذبات میں فرماتے ہیں کہ ۹۵ فیصد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور اس کی روایات کا وجود و عدم برابر ہے مگر خود اپنی تائید میں ایسی روایات لی ہیں جن میں محمد بن اسحٰق راوی ہے۔ (محصلہ)

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی پوری عبارت اگر اثری صاحب نقل کردیتے تو قارئین کرام کے سامنے ان کے اعتراض کی حیثیت واضح ہوجاتی۔ پوری عبارت اس طرح ہے:

"پہلا جواب: محمد بن اسحٰق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔" (احسن الکلام ج۲ ص۴۷ طبع سوم)

عبارت سے واضح ہے کہ تاریخ اور مغازی میں ان کی حیثیت اور ہے اور روایتِ حدیث بالخصوص سنن اور احکام کی روایات میں ان کی حیثیت اور ہے۔ اب جن روایات کو لے کر اثری صاحب نے اعتراض کیا ہے ان میں پہلی روایت بحوالہ تسکین الصدور نقل کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضور علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہوکر سلام کہیں گے۔ یہ روایت سنن و احکام سے متعلق نہیں اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بطور شاہد پیش کی جارہی ہے۔ اصل استدلال پہلے پیش کردیا گیا ہے۔

باقی رہا یہ کہ بطور شاہد اس کی روایت کیوں پیش کی؟ تو عرض ہے کہ راوی کو جس معاملہ میں ترک کیا جاتا ہے اسی معاملہ میں متروک ہوتا ہے اور اسی معاملہ میں اس کی روایت اصالۃً اور متابعتاً قبول نہیں ہوتی۔ سنن و احکام کے علاوہ مغازی وغیرہ

میں تو محمد بن اسحٰقؒ کی اپنی روایت کا اعتبار ہے تو اس کی روایت کو بطور شاہد پیش کرنے میں کیا حرج ہے؟

اور دوسری روایت جو اثری صاحب نے ص۱۱۶ پر پیش کی وہ سماع موتیٰ سے لی ہے، وہ روایت تو ہے ہی مغازی کے باب سے۔

اور تیسری روایت جس کا حوالہ دیا کہ ہم نے توضیح الکلام میں ذکر کی ہے وہ زکوٰۃ کی فرضیت کی ابتداء کے بارہ میں ہے کہ کب ہوئی؟ اور یہ تاریخ سے متعلق ہے۔

اور چوتھی روایت فضیلت مسواک سے متعلق ہے، احکام سے متعلق نہیں۔

اور پانچویں روایت مسواک کے موقع کے متعلق ہے کہ اس کا موقع وضوء کے ساتھ ہے یا نماز کے ساتھ۔

اور چھٹی روایت میں حضرت بلالؓ کے فجر کی اذان کے وقت کے متعلق ہے اس کا تعلق بھی تاریخ سے ہے۔

ساتویں روایت میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابی اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا انھوں نے نماز پڑھی تو وہ شریک نہ ہوا تو بعد میں آپؐ نے اس سے پوچھ گچھ فرمائی۔ واقعہ کو بطور تائید محمد بن اسحٰقؒ کی روایت سے لینے میں کون سا حرج ہے؟

آٹھویں روایت بھی واقعہ سے متعلق ہے۔

نویں روایت بھی واقعہ سے متعلق ہے اور اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرما بھی دیا ہے کہ یہ روایت متابع اور شاہد کے طور پر ہے۔

اور دسویں روایت بھی ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ ان روایات میں سے کوئی بھی حلال و حرام، سنن و احکام میں سے نہیں۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ فضول اوراق سیاہ کرکے کتاب کا حجم بڑھایا ہے۔

متکلم فیہ رُواۃ کے بارہ میں ضروری بحث

اثری صاحب نے اس بات کو بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب راوی پر جرح کرتے ہیں اور پھر خود اس سے استدلال بھی کرتے ہیں ـــــ مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد متکلم فیہ راویوں کے بارہ میں جو نظریہ واضح ہوا وہ یہ ہے کہ غیر مقلدین علماء اور ان کی غالی اور متعصّب جماعت کے دعوے انتہائی ناروا اور سخت ہیں۔ مثلاً یہ کہ احناف گمراہ ہیں اور فی النّار والسّقر ہیں اور ان کی نمازیں بے کار، باطل اور کالعدم ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان کے لیے ضروری تھا کہ ان بے بنیاد دعاوی کے اثبات کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل اور براہین پیش کرتے جس سے وہ کلیتہً عاجز اور سراسر قاصر ہیں ان کا فریضہ تھا کہ اگر احادیث اپنے نظریہ پر پیش کرتے تو ایسی حدیث پیش کرتے کہ ان کی اسانید میں کسی راوی پر کسی کی کوئی جرح نہ ہوتی اور وہ راوی بالاتفاق ثقہ اور ثبت ہوتے مگر یہ ان کے بس کا روگ نہیں اور ظاہر بات ہے کہ کذّاب اور دجّال قسم کے راویوں سے ایسے دعوے تو ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے اور ایسے راویوں پر جتنی بھی جرح نقل کی جائے بالکل کم ہے کیونکہ اس سے غلط اور باطل مطلب برآری کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہ تو کوئی سخت اور غالیانہ دعوٰی کیا ہے اور نہ ایسے رواۃ سے استدلال کیا ہے بلکہ بعض مقامات میں اختلافی اور فروعی مسائل میں بعض متکلم فیہ راویوں کی روایات لی ہیں یا بطورِ تائید اور شاہد ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔ اس بات کو غیر مقلد علماء اور ان کی جماعت بالکل ڈکار لیے بغیر ہضم کر جاتی ہے۔

اگر غیر مقلدین اپنے غالیانہ دعاوی کے اثبات سے عاجز ہیں اور یقیناً عاجز ہیں تو ان دعاوی سے دست بردار ہو جاتے اور اگر وہ ان غالیانہ دعاوی سے متفق نہیں تو غالیوں سے کلی طور پر بیزاری کا اعلان کرتے اور ان پر لعنت بھیجتے کہ ہم غالیوں سے بیزار ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر اس کی توفیق بھی انھیں نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۸۰ ج ۲ میں علامہ ذہبیؒ، حافظ ابنِ حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حلال و حرام اور احکام کی روایات میں محمد بن اسحٰقؒ حجت نہیں۔ (محصلہ) اور امّت کی اکثریت کے صحیح عمل کو باطل اور کالعدم قرار دینے اور روئے زمین کے احناف کو چیلنج کرنے سے بڑا ظالمانہ اور باطل حکم اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ایسے حکم کے اثبات کے لیے ایسے راوی پر یا اس جیسے اور راویوں پر جرح و تنقید عین انصاف اور ائمہ محدّثین کے قواعد کے مطابق اور حق ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اسی اعتراض کا ذکر (جب محمد بن اسحٰق ثقہ نہیں تو احناف اذان، قطع سرقہ اور تعجیل افطار وغیرہ میں اس کی روایتوں سے احتجاج کیوں کرتے ہیں؟) احسن الکلام ص ۸۵ ج ۲ میں جواب دیا ہے کہ علماءِ احناف نے اذان، قطع سرقہ اور تعجیل افطار وغیرہ کے بارے اگر محمد بن اسحٰق سے استدلال کیا ہے تو کیا صرف استدلال ہی کیا ہے یا فریقِ ثانی کو مباہلہ اور مفسدینِ عمل ہونے کا چیلنج بھی کیا ہے؟ اور کیا محمد بن اسحٰقؒ کی روایات کو لے کر تمام روئے زمین کے غیر مقلدین پر اشتہاری رعب بھی قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟ اور ان روایات کو دلیل ٹھہرا کر کہا ہے کہ فریقِ ثانی کا فلاں فلاں عمل ناقص، بیکار اور کالعدم ہے؟ اھ

اور احسن الکلام ص ۸۳ ج ۲ میں لکھا ہے کہ مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحٰقؒ توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلّم ہے مگر وہ صرف تاریخ اور مغازی وغیرہ کے بارہ میں ہے نہ کہ صفات اللہ تعالٰے، حلال و حرام، احکام اور سنن کے

بارہ میں۔ محمد بن اسحٰقؒ مغازی میں ثقہ بھی ہیں اور امام بھی۔ اس میں نزاع نہیں ہے ..... الخ۔ مگر محترم جناب اثری صاحب ان تمام واقعی حقائق کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اثری صاحب اور ان کی جماعت کا کوئی غالی ان کھرے حقائق کا بھولے سے بھی اظہار نہیں کرے گا کیونکہ اس سے ان کے مکر و فریب کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹ جاتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۱۷ ج ۱ پر مفصّل ضابطہ لکھا ہے کہ جرح و تعدیل میں ہم جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور محدثینِ کرام کے مسلمہ اور طے شدہ اصول و ضوابط کے مطابق کسی راوی پر جرح یا تعدیل کا لحاظ رکھیں گے۔ (محصلہ) اس مفصّل ضابطہ کے بعد بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنا صرف ضد، تعصّب اور ہٹ دھرمی ہی ہے۔

جن روایات کو کسی نے کسی باطل عقیدہ کے اثبات اور غلو کے عمل کے لیے پیش کیا ہے تو ان کے رواۃ کی تضعیف کے لیے اگر بعض محدثین کرامؒ کے اقوال بھی ملے ہیں تو کتب اسماء الرجال سے باحوالہ وہ نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی بھی ادنیٰ متکلم فیہ راوی کی روایت سے غلط عقیدہ اور غالیانہ نظریہ کے اثبات پر استدلال نہ ہو سکے اور غلط کاروائی کی بیخ کنی ہو جائے۔

جناب اثری صاحب نے ایسے ہی بعض مقامات میں حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے محض بے سمجھی میں سطحی قسم کی گرفت کی ہے اور ان کی گرفت کا بیشتر حصہ اسی پر مشتمل ہے کہ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم مثلاً محمد بن اسحٰقؒ اور العلاء بن عبد الرحمٰنؒ وغیرہ وغیرہ رواۃ سے فلاں اور فلاں کتاب میں استدلال کرتے ہیں مگر فلاں اور فلاں کتاب میں ان کی سخت تضعیف کرتے ہیں یہ ان کی تضاد بیانی، مطلب برآری اور دوغلا پن ہے مگر اثری صاحب (اور اسی طرح ان کے تمام متعصب حواری) اس نکتہ کو

شیر مادر سمجھ کر پی گئے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جہاں جہاں بھی ضعیف اور کمزور راویوں سے استدلال کیا ہے یا ان کی روایات متابعات اور شواہد میں پیش کی ہیں تو یا تو مسئلہ کے ثبوت کا مدار ان پر نہیں بلکہ مدار اور دلائل پر ہے اور ان کو صرف شاہد اور تابع کے طور پر پیش کیا ہے یا وہ تمام کے تمام اختلافی اور فروعی مسائل ہیں ان میں کسی فرقہ پر گمراہ اور فی النّار والسقر ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا اور نہ کسی اختلافی اور فرعی مسئلہ کو باطل، کالعدم اور بے کار قرار دیا ہے۔ اور اختلافی و فروعی مسائل میں سبھی حضرات محدثین کرامؒ ضعیف اور کمزور راویوں سے استدلال و احتجاج کرتے ہیں۔ ہاں جب اُصولی اور بنیادی مسائل آتے ہیں تو حضرات محدثینِ کرام راویوں پر سخت جرح اور تنقید کرتے ہیں اور یہی طریقہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام وغیرہ میں اپنایا ہے۔ حوالے تو احسن الکلام میں مذکور ہیں۔ صرف جناب اثری صاحب کی یادداشت کے لیے بعض کچھ مزید تشریح کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ کریں۔

۱۔ عن عبد الرحمٰن بن مہدی یقول اذا روینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحلال و الحرام والاحکام شدّدنا فی الاسانید وانتقدنا الرجال واذا روینا فی فضائل الاعمال والثواب والعقاب و المباحات والدعوات تساھلنا فی الاسانید۔ (المستدرک ص ۴۹ ج ۱ والتلخیص للذہبی ص ۴۹ ج ۱)

امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (استاد حضرت امام بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ ہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام اور احکام کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید اور تنقید رواۃ میں تشدد کرتے ہیں اور جب فضائلِ اعمال، ثواب و عقاب، جائز اور مباح احکام اور دعاؤں کے بارہ میں روایات نقل کرتے ہیں تو اسانید میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

اسی قاعدہ اور ضابطہ پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے عمل کیا ہے

کہ حلال وحرام اور احکام کی روایات میں رواۃ سے کوئی نرمی نہیں برتی۔ باقی فروعی و اختلافی مسائل میں اور ثواب وعقاب اور مباح قسم کی روایات میں ضعیف راویوں کو برداشت کیا ہے لیکن اثری صاحب اور ان کے غالی حمایتی جن روایات سے احناف وغیرہم کی صحیح نماز کو باطل، کالعدم اور بے کار قرار دیتے ہیں اور ان کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور فی النّار والسقر تک پہنچاتے ہیں تو ایسے مقامات میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حضرات محدّثین کرامؒ کے طے شدہ اور مسلّم قاعدہ کے رُو سے رواۃ پر جرح نقل کی ہے اور اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم بالکل حق بجانب ہیں۔ مجرم تو وہ ہیں جو اس ضابطہ اور نکتہ کو یا تو سمجھتے ہی نہیں یا پھر جان بوجھ کر عوام النّاس کے اذھان کو مشوّش کر کے سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ جناب اثری صاحب کی بے مغز کتاب "توضیح الکلام" اور "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" کے ردّ کے لیے تو صرف یہی ایک قاعدہ، نکتہ اور جواب کافی وشافی ہے مگر مزید چند حوالے ملاحظہ کریں۔

۲۔ امام نوویؒ حضرات محدثین کرامؒ کا ضابطہ نقل کرتے ہیں کہ:

فانهم متفقون على انه لا يحتج بالضعيف فى الاحكام ...الخ، (شرح مسلم ص۲۱ ج۱)

محدثین کرامؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف راوی سے احکام میں احتجاج درست نہیں ہے۔

مگر اثری صاحب اور ان کی غالی جماعت ضعیف راویوں کی روایات سے صحیح نماز کو باطل، کالعدم اور بے کار ثابت کرنے پر تُلے بیٹھے ہیں اور ان کو فی النّار والسقر تک پہنچانے اور گمراہ قرار دینے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ ان کی اس ظالمانہ کاروائی پر جتنا بھی ردّ اور افسوس کیا جائے کم ہے۔

۳۔ علامہ طاہرؒ فرماتے ہیں کہ:

يجوز عند العلماء التساهل فى اسانيد الضعيف بلاشرط بيان ضعفه فى الوعظ والقصص والفضائل لا فى صفات الله تعالى والحلال والحرام۔ (تذكرة الموضوعات ص۵)

علماء کے نزدیک وعظ، قصص اور فضائل کی ضعیف احادیث کی اسانید میں بلا شرط بیان ضعف تساہل اور نرمی جائز ہے مگر اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال وحرام کے بارے مروی احادیث کے بارے تساہل اور نرمی جائز نہیں ہے۔

اس کے حوالہ جات پہلے بھی گزر چکے ہیں۔

اگر اثری صاحب میں ہمّت ہوتی تو وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کسی کتاب سے کوئی ایسا حوالہ نقل کرتے جس میں کسی ایسی حدیث سے کسی کی تکفیر و تضلیل کی ہو جس میں محمد بن اسحٰقؒ اور العلاءؒ وغیرہ راوی ہوں۔ محض اپنی جماعت کے جوشیلے اور ناخواندہ حواریوں کو خوش کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر تنقید کی پرکاہ حیثیت بھی نہیں ہے۔ جن کتابوں کی مقبولیت عوام وخواص، موافق ومخالف ہر طبقہ میں تمام اسلامی ممالک میں ایک بیّن حقیقت ہے اور بے شمار لوگ ان کتابوں کے ٹھوس حوالوں سے متاثر ہو کر غلط نظریات کو ترک کر کے صحیح عقائد کو قبول کر چکے ہیں۔ فَلِلّٰہِ تعالی الحمد۔

ضعیف قرار دیئے ہوئے راویوں سے استدلال کا طعن

اس سے پہلے جو تفصیلی بحث کی گئی ہے اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ اثری صاحب کے ص ۱۲۶ تا ص ۱۴۹ سیاہ کردہ اوراق کا تذکرہ کیا جائے مگر پھر بھی اجمالی نظر سے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

امام مکحول دمشقیؒ کی روایت حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے راہِ سنت میں جو لی ہے وہ اس اختلافی مسئلہ میں ایک جانب کو ترجیح دینے کے لیے ہے کہ اشیاءؑ میں اصل اباحت ہے یا توقف۔ حضرات فقہاء کرامؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا موقف یہ ہے کہ اصل توقف ہے۔ اس پر یہ روایت پیش کی ہے۔

اور کثیر بن عبداللہؒ کی روایت راہِ سنت میں ایک مجمل روایت کی تشریح اور تفصیل کے لیے پیش کی ہے اور اس کے ساتھ اور روایات بھی ہیں۔

اور اسمٰعیل السدی سے روایت ازالۃ الریب میں جو لی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کی اس وقت عمر کے بارہ میں ہے جب فرشتے ان کے ہاں مہمان کی حیثیت سے آئے تھے۔

اور اسباط بن نصر سے جو روایت ازالۃ الریب میں لی ہے وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے وقت کے حالات کا ذکر ہے۔

اور عکرمہ بن عمارؒ کی روایت جو ازالۃ الریب میں لی ہے وہ قیامت کے بارہ میں

سوال کے جواب سے متعلق ہے اور رجل من جهينة کی جو روایت خزائن السنن میں درج کی ہے اس سے استدلال نہیں کیا بلکہ استدلال مستدرک ص ۱۹۴ ج ۱ اور ابوداؤد ص ۶۰ ج ۱ کی روایت سے ہے جو حضرت نعمان بن بشیرؓ سے ہے اور صرف اس مطابقت سے کہ یہ الفاظ اس سند کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہیں، اس روایت کو درج کیا ہے۔

اور خزائن السنن ص ۳۰۹ میں عن رجل من بنی الدیل کی روایت بھی بطور تائید پیش کی ہے۔

اور خزائن السنن ص ۴۳۰ میں بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تکبیراتِ عیدین کے بارہ میں اختلافی مسئلہ میں پیش کی ہے اور خزائن السنن ص ۲۹۹ میں امرأة من بنی النجار کی روایت بھی اذان باللیل کے بارہ میں اختلافی مسئلہ میں پیش کی ہے۔ ان میں سے کسی روایت پر بھی دلیل کا مدار نہیں رکھا اور نہ ہی ان روایات کو لے کر چیلنج بازی کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ محدثین کرامؒ سے اسنادہ حسن، رجالہ موثقون اور ھذا اسناد صحیح وغیرہ کے الفاظ نقل کرنا تو یہ ان ائمہ محدثین کے اپنے نظریات کے مطابق ہے جس سے اختلاف کی گنجائش ہے جیسا کہ محدث مبارک پوریؒ علامہ ابن حجرؒ کی تحسین پر فرماتے ہیں:

قلت فی تحسين اسناده نظر ۔ (ابکار المنن ص ۹۸)

اور زہیر عن ابی اسحٰق کی روایت جو بحوالہ مستدرک ازالۃ الریب ص ۱۷۲ میں لی ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خاندان کے افراد کے بارہ میں ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ اثر صحیح ہے۔ اثری صاحب کو اس پر اعتراض ہے کہ احسن الکلام اور گلدستہ توحید میں مولانا صفدر صاحب نے کہا ہے کہ زہیر کی روایت ابواسحٰق سے ضعیف اور یہاں اس کو صحیح کہہ رہے ہیں۔

الجواب احسن الکلام میں جرح نقل کی ہے اس لیے کہ غیر مقلدین حضرات اس مجروح روایت سے اپنا متشددانہ دعویٰ ثابت نہیں کر سکتے، ان کو دلیلِ قطعی اور غیر مجروح پیش کرنی چاہیے۔ اسی طرح گلدستہ توحید میں کہا گیا کہ ایسی روایت کو عقائد میں پیش نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اصل عبارت یوں ہے: "لہٰذا بابِ عقائد میں ان کی روایت کیسے حجّت ہو سکتی ہے؟" (گلدستہ توحید ص۱۴۱) اور ازالۃ الریب میں جس بارہ میں روایت پیش کی ہے نہ تو وہ عقائد سے متعلق ہے اور نہ ہی اس سے کسی غالی دعویٰ کا ثبوت ہے اور پھر جب امام حاکمؒ اور ذہبیؒ جیسے حضرات نے اس کو صحیح کہا ہے تو اس کو صحیح نقل کرنا کون سا جرم ہے؟ ائمہ محدثین پر اعتماد کوئی جرم نہیں ہے بلکہ اثری صاحب کے استادِ محترم محدّث گوندلویؒ نے تو اس معاملہ میں حد ہی کر دی۔ وہ ائمہ جرح و تعدیل بالخصوص امام حاکمؒ اور ذہبیؒ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اگر ان علماء کی بات بدون وجہ بیان کیے قابلِ اعتماد نہیں تو پھر کس کی بات قابلِ اعتماد ہوگی؟" (خیر الکلام ص۲۴۳)

اثری صاحب کی توجّہ کے لیے اثری صاحب کی توجّہ کے لیے عرض ہے کہ تقلید کی تعریفات میں سے ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ دلیل کا مطالبہ کیے بغیر کسی اہلِ علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا۔ اور یہی بات ائمہ جرح و تعدیل کے بارہ میں محدّث گوندلویؒ فرما رہے ہیں تو کیا وہ ان کے مقلّد تھے؟ اور کیا تقلید کو شرک اور گمراہی قرار دینے والے محدّث گوندلویؒ کے بارہ میں کوئی لب کشائی کریں گے؟ اور اپنے اہلِ حق ہونے کا اظہار کریں گے؟ دیدہ باید۔

اثری صاحب ص۱۳۲ پر ابو قلابہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں اس کو غضب کا مدلس کہہ کر اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے مگر دل کا سرور میں اس کی روایت کو لیا ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب احسن الکلام میں مبارک پوریؒ اور محدّث گوندلویؒ کے مسلمات کی روشنی میں جرح نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور دل کا سرور میں جو روایت نقل کی ہے اس میں ائمہ جرح و تعدیل سے اس کی تصحیح نقل کی ہے امام ترمذیؒ نے مرفوع روایت کی بجائے ابو قلابہ کی مُرسل روایت کو اصح قرار دیا ہے یہ روایت مرفوع ہو یا مُرسل اس باب میں قابلِ حجّت ہے اور خزائن السنن ص۲۴۴ میں ابو قلابہؒ کی روایت صلوٰۃ کسوف میں ایک رکوع یا دو رکوع کے اختلافی فقہی مسئلہ کے بارہ میں لی ہے۔

اثری صاحب نے ص۱۳۳ پر نعیم بن حماد کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ نعیم بن حمادؒ پر مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید وغیرہ میں جرح نقل کی ہے مگر ارشاد الشیعہ میں اس کی روایت کو قبول کیا ہے جس میں یہ آتا ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر پہلا پتھر خود رکھا، دوسرا پتھر حضرت ابو بکرؓ نے، تیسرا پتھر حضرت عمرؓ نے اور چوتھا پتھر حضرت عثمانؓ نے رکھا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھٰؤُلَاءِ ولاۃ الامر من بعدی۔ کہ میرے بعد یہ اسی ترتیب سے حکمران ہوں گے۔ (محصلہ)

الجواب اگر اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی ارشاد الشیعہ میں پیش کردہ عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ غور سے دیکھ لیتے تو ان کو اصولِ حدیث کے قاعدہ کی جانب اشارہ مل جاتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم اس روایت کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اور اسلامی تاریخ تواتر سے بتلاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اسی ترتیب سے یہ حضرات خلفاء ہوئے۔" (ارشاد الشیعہ ص۱۶۲)

اس میں اشارہ ہے اس قاعدہ کی جانب جو علامہ طاہر بن صالح الجزائریؒ نے حافظ ابنِ حزم الظاہری کے حوالہ سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

اذا ورد حدیث مرسل او — اور جب کوئی مرسل حدیث ہو یا کوئی

فی احد ناقلیه ضعف فوجدنا ذلك الحدیث مجمعا علی اخذه والقول به علمنا یقینا انه حدیث صحیح لا شك فیه ۔ اھ ۔ (توجیہ النظر ص۵ بحوالہ تسکین الصدور ص۲۳۱)

ایسی حدیث ہو جس کے کسی راوی میں ضعف ہو اور ہم یہ دیکھیں کہ سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے اور سب اسکے قائل ہیں تو یقیناً ہم یہ جان لیں گے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

جب اسلامی تاریخ نے اس حدیث کے متن کو صحیح ثابت کر دیا ہے اور پوری اُمّت کا اس پر اجماع ہے تو پھر اس روایت کو صحیح کہنا کون سا جُرم ہے؟ یہ تو اُصولی بات ہے اگر اثری صاحب کی سمجھ سے یہ باتیں بالا ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے اور خواہ مخواہ وہ چاند پر تھوکنے کی کوشش میں اپنا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔

اثری صاحب ص۱۳۴ پر اسمٰعیل بن عیاش کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ان پر آنکھوں کی ٹھنڈک میں جرح کی ہے اور خزائن السنن میں ان سے روایت لی ہے۔ (محصلہ)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نصب الرایہ کے حوالہ سے روایت نقل کی۔ علامہ زیلعیؒ نے حضرات محدثین کرامؒ کے اقوال کی روشنی میں پوری بحث کرنے کے بعد لکھا کہ فحدیث عائشة صحیح۔ اثری صاحب یہاں بھی مغالطہ دینے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں مگر اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے جو اس کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ نیز علامہ زیلعیؒ نے لکھا کہ یہ روایت اسمٰعیل بن عیاش کے علاوہ محمد بن عبد اللہ انصاری، ابوعاصم النبیل اور عبد الوہاب ابن عطاء وغیرہ سے بھی مروی ہے..... الخ۔ (نصب الرایہ ص۳۹ ج۱)

اور اثری صاحب کے استاد محترم محدّث گوندلویؒ لکھتے ہیں کہ کثرت طرق سے

حسن روایت صحیح بن جاتی ہے۔ (خیر الکلام ص۳۰۴)

اسی طرح محدّث گوندلویؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر کثرتِ طرق سے اس کا ضعف جاتا رہا۔ (خیر الکلام ص۲۵۲)

تو یہاں کثرتِ طرق سے ضعیف روایت کا ضعف کیوں کم نہیں ہوتا؟ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو آنکھوں کی ٹھنڈک میں جرح نقل کی ہے وہ اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اکیلے اس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس کی روایت پر مدار نہیں رکھا جا سکتا۔

اثری صاحب ص۱۳۷ پر امام ابنِ جریج کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنّت میں ان پر جرح کی ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک میں ان کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ جانے کیوں پڑ گئی ہے؟ اثری صاحب اگر آنکھوں کی ٹھنڈک ص۴۸ کی یہ عبارت دیکھ لیتے تو یہ نہ کہتے کہ اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے وضاحت کی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایت سے استدلال کیا ہے اور مستدرک وغیرہ کی روایت بطور شاہد اور اعتبار نقل کی ہیں۔ اس کے باوجود اگر اثری صاحب کہیں کہ استدلال کیا ہے تو اس کذب بیانی کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

خزائن السنن ص۲۷۵ میں ابنِ جریجؒ کی روایت ایک فقہی اختلافی مسئلہ کے بارہ میں لی ہے اور علامہ زیلعیؒ کا ھذا اسند صحیح قوی فرمانا فی ھذا الباب کے درجہ میں ہے کہ اس باب میں باقی روایات کی بہ نسبت یہ سند صحیح اور قوی ہے۔

اثری صاحب ص۱۳۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۲۳۲

ہیں بے وضو آدمی کے لیے قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگانے کے بارہ میں حضرت ابن عمرؓ کی جو روایت دارقطنی وغیرہ سے لی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے وہ روایت ابنِ جریج عن سلیمان کی سند سے ہے جب ابنِ جریج مدلس ہیں تو ان کی روایت سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب ہر بات میں چکر دینے کی کوشش کرتے ہیں یہاں بھی چکر دے رہے ہیں ورنہ ان کو معلوم ہوگا کہ اگر مدلس راوی کی روایت ہو اور اس کے ساتھ اسی کی حدثنی سے روایت یا کسی دوسرے راوی کی روایت متابعت اور موافقت میں موجود ہو تو تدلیس کے نقص میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ اگر اثری صاحب اس سے بے خبر ہوں تو اپنے استاد محترم محدّث گوندلویؒ صاحب سے دریافت کرلیں وہ لکھتے ہیں" اور تدلیس کا نقص حدثنی اور متابعت سے رفع ہو جاتا ہے۔ (خیر الکلام صفحہ ۳۱۴) اور یہاں اس روایت کے علاوہ اور بھی کئی روایات موجود ہیں جو دارقطنی وغیرہ میں موجود ہیں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی اور روایات دلیلوں میں پیش کی ہیں۔ اثری صاحب کو کم از کم اپنے استادِ محترم کی بات تو یاد رکھنی چاہیے۔

اثری صاحب صفحہ ۱۳۹ و صفحہ ۱۴۰ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماعِ موتیٰ صفحہ ۲۹۴ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر حاضری کی جو روایت پیش کی ہے وہ بھی ابن جریج عن ابن ابی ملیکہ کی سند سے ہے اور ابنِ جریج مدلس ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کو خود اعتراف ہے جیسا کہ انھوں نے لکھا بھی ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس روایت پر خاموشی اختیار کی ہے اور علامہ ہیثمیؒ

نے رجالہ رجال الصحیح کہا ہے۔ نیز یہ روایت مستدرک صفحہ ۴۷۶ جلد ۳ میں بھی ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ دونوں نے سکوت کیا ہے تو ان ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس روایت کو صحیح کہہ دیا ہے تو کونسا جرم کیا ہے؟

اثری صاحب صفحہ ۱۴۰ پر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ کا عنوان قائم کرکے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ احسن الکلام میں مولانا صفدر صاحب اس سند کو بعض محدّثین کے اقوال کی بنیاد پر ضعیف اور مرسل قرار دیا ہے مگر خزائن السنن میں اس سند سے استدلال کیا ہے اور باسناد صحیح اور ھٰذا اسناد تقوم بہ الحجّۃ ان شآء اللہ وغیرہ نقل کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اس سند کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے ہاں راجح نظریہ وہی ہے جو انھوں نے خزائن السنن میں اختیار کیا ہے باقی رہا یہ کہ احسن الکلام میں اس سند پر جرح کی ہے تو یہ غیر مقلدین حضرات کے اس ناروا اور متشددانہ دعویٰ کی وجہ سے ہے جس کی بنا پر وہ اُمت کی اکثریت الحناف کی نمازوں کو باطل اور کالعدم قرار دیتے ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا اور ظاہر امر ہے کہ فرضیت قطعی دلیل کے بغیر تو ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ قطعی دلیل نصِ قرآنی، خبرِ متواتر اور اجماع ہی ہے ان کے علاوہ اور کوئی دلیل قطعی نہیں مگر یقین جانیے کہ فریقِ مخالف اپنے اس باطل اور بے بنیاد دعویٰ پر ایک بھی حوالہ اور دلیل نہیں پیش کرسکا اور نہ تا قیامت پیش کرسکتا ہے ... الخ۔ (احسن الکلام صفحہ ۳۶ جلد ۱) غیر مقلدین کو ایسی دلیل پیش کرنی چاہیے جس پر کوئی جرح موجود نہ ہو اور اس سند پر حضرات محدثین کرامؒ کی جرح موجود ہے تو اس سے وہ اپنے اس باطل اور بے بنیاد دعویٰ کو کیسے ثابت کرسکتے ہیں؟ اس لیے احسن الکلام میں اس سند پر جرح نقل کی ہے کہ ایسی سند سے اس قسم کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

اثری صاحب ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے جب اسے غیر صحیح کہا تو مولانا صفدر صاحب نے علامہ منذریؒ سے اس کی تردید نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب کاش اثری صاحب آنکھیں کھول کر دیکھ لیتے کہ صرف علامہ منذریؒ سے ہی نہیں بلکہ اثری صاحب کے محترم پیشوا علامہ مبارک پوری صاحبؒ نے بھی نقل کیا ہے جو تحفۃ الاحوذی ص ۱۱۲ ج ۲ میں یہ فرماتے ہیں: قلت فظھر ان قول الترمذی لا یصح فی ھذا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (خزائن السنن ص ۲۶۷)

اثری صاحب ص ۱۴۳ پر لکھتے ہیں: ہم حضرت موصوف کی مجبوری سے واقف ہیں یہ پینترے محض ضرورت کے تحت بدلے جا رہے ہیں ..... الخ۔

الجواب اثری صاحب یہ پینترے بدلنا نہیں بلکہ آپ کے طبقہ کو غیرت دلانا ہے کہ اگر غیرت نام کی کوئی چیز آپ لوگوں میں ہے تو دعویٰ کے مطابق کوئی ایک صریح، صحیح، مرفوع غیر مجروح دلیل پیش کریں ورنہ اپنے کھوکھلے دعویٰ سے خواہ مخواہ عوام النّاس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے خزائن السنن ص ۲۴۷ میں یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے بارہ میں جو روایت لیث بن ابی سلیمؒ سے لی ہے وہ ایک فقہی اختلافی مسئلہ میں ہے اور پہلے گزر چکا کہ فقہی اختلافی مسائل میں ضعیف روایات سے تمام فقہاء استدلال کرتے ہیں۔ یہ اولیٰ غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، غیر مقلدین کی طرح نمازوں کو کالعدم اور باطل قرار دینے جیسا دعویٰ نہیں ہے۔

اسی طرح وتروں میں رفع یدین کے ثبوت کے بارہ میں خزائن السنن ص ۲۱۶ میں جو سنن الکبریٰ للبیہقیؒ وغیرہ کی روایت لی ہے وہ بھی فقہی اختلافی مسئلہ کے بارہ میں ہے۔ اس پر اثری صاحب ص ۱۴۴ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کے بعد لکھا اسنادہ صحیح اور صرف مولانا صفدر صاحب نے ہی نہیں بلکہ علامہ نیمویؒ اور علامہ بنوریؒ نے بھی اسنادہ صحیح کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کو خدا خوفی سے کام لینا چاہیے اور بات پوری کرنی چاہیے تھی کہ ان حضرات نے امام بخاریؒ کے اس قول اسنادہ صحیح کو نقل کیا ہے۔ یہ اسنادہ صحیح کے الفاظ جزء رفع یدین سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہاں اس کی سند صحیح تو احسن الکلام میں وہ ضعیف کیوں ہے؟

الجواب احسن الکلام میں ضعیف اس لیے ہے کہ اس پر جرح موجود ہے اور مجروح راوی کی روایت دلیل قطعی نہیں بن سکتی جبکہ غیر مقلدین کو اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی پیش کرنی چاہیے۔ اور یہاں صحیح اس لیے ہے کہ ایک فقہی اختلافی مسئلہ ہے اور اس میں اس باب میں اسنادہ صحیح ہے۔

اثری صاحب ص ۱۴۴ پر سلیمان شاذکونی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس پر شدید جرح نقل کی ہے مگر امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان مناظرہ کا واقعہ اسی سلیمان شاذکونی کے واسطے سے منقول ہے اور مولانا صفدر صاحب سمیت تمام احناف اس کو تسلیم کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب بدحواسی کے عالم سے نکلیں تو کوئی ان کو بتائے کہ جناب کسی راوی کی روایت پر مدار رکھ کر اپنا نظریہ متعین کرنا اور دوسرا قول کو طعن کا نشانہ بنانا اور بات ہے اور اس کے واسطے سے کسی واقعہ کا نقل کرنا اور بات ہے جب کہ اس واقعہ کو بڑے بڑے حضرات نے بیان کیا ہو اور کسی سے اس کی تردید بھی منقول نہ ہو اور یہ مناظرہ کا واقعہ تو مشہور درجہ تک پہنچا ہوا ہے اس لیے اس کو تسلیم کرنے اور بیان کرنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب ص۱۴۶ پر محمد بن جابر یمامیؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۱۷۳ میں اس پر جرح نقل کی اور امام بیہقیؒ سے اس کو متروک الحدیث نقل کیا ہے اور خود احسن الکلام میں لکھا ہے کہ متروک کی روایت کو نہ متابعت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ شاہد میں مگر اس کے باوجود خزائن السنن ص۳۴۶ میں اس کی روایت کو متابعت میں پیش کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے تھی کہ مولانا صفدر صاحب نے محمد بن جابر کی روایت پیش کی ہے۔ مولانا صفدر صاحبؒ نے روایت کو پیش نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتلایا ہے کہ نور العینین میں ہے کہ عاصم بن کلیب نہ تو ضعیف ہیں اور نہ متفرد ہیں بلکہ حماد بن ابی سلیمان ان کے متابع ہیں جن کی دو سندیں ہیں ایک سند میں محمد بن جابر کا واسطہ ہے اور دوسری سند میں محمد بن جابر کا واسطہ نہیں ہے۔ متابع حماد بن ابی سلیمان کو بتلایا ہے اور پھر صاحب نور العینین نے وضاحت بھی کر دی کہ اس کی دو سندیں ہیں۔ اس کے باوجود اثری صاحب اگر عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کریں اور کذب بیانی سے کام لیں تو یہ ان کی گول گردن پر۔

اثری صاحب ص۱۴۷ پر محمد بن حمید الرازی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور ص۳۰۸ میں محمد بن حمید الرازی کو کذاب لکھا ہے مگر عمدۃ الاثاث ص۶۶ میں دارقطنی اور السنن الکبریٰ للبیہقیؒ کے حوالہ سے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب شروع کتاب سے لے کر آخر تک مدہوشی میں باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں اس حالت سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیا کہہ اور لکھ رہا ہوں۔ وہ تسکین الصدور کا ص۳۰۸ بتا رہے ہیں حالانکہ یہ عبارت تسکین الصدور ص۳۵۸ کی ہے اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس روایت سے استدلال کیا ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنے دلائل نمبر وار بیان کیے ہیں ان میں یہ روایت موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کو مستقل دلیل کے تحت ذکر کیا ہے بلکہ بارھویں دلیل کے تحت حضرت علیؓ کی روایت پیش کی ہے اور صرف اس مناسبت سے کہ حضرت علیؓ یا حضرت حسنؓ سے اس پیش کردہ روایت کے مطابق اور روایت بھی موجود ہے اس روایت کو پیش کیا ہے اور محدث عظیم آبادیؒ کے اس روایت پر اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محمد بن حمید الرازی سے بقول اثری صاحب آنکھیں بند کر لی ہیں تو اثری صاحب کو محدث عظیم آبادیؒ سے بھی پوچھنا چاہیے کہ انھوں نے کیوں آنکھیں بند کر لیں۔ جہاں اور اعتراض انھوں نے کیے یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ اس میں محمد بن حمید الرازی کذاب ہے کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ اس روایت میں یہ راوی بھی ہے یا ان کو حضرات محدثین کرامؒ کی اس کے بارہ میں جرح کا علم نہ تھا؟ اثری صاحب مزید لکھتے ہیں: بتلائیے کہ کذاب کی روایت سے استدلال کون سی دینی خدمت ہے؟ ہم اس پر ان سے یہی کہیں گے کہ اثری صاحب کذب بیانی کونسی دینی یا اخلاقی خدمت ہے؟ ہم اس صورت حال پر یہی کہتے ہیں کہ

اثریت کے پردے میں جو کذب بیانی کے رسیا ہوں

ایسوں کو موحد و اہلِ حدیث کہہ دوں یہ مشکل ہے

تلبیسانہ انداز اثری صاحب نے ص۱۵۰ پر احادیث کی تصحیح و تضعیف میں تضاد کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت انتہائی دجل و تلبیس کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ بات تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کتاب پر بحث و طعن کے لیے اس کے قریبی ایڈیشن کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ پچھلے ایڈیشن میں اغلاط یا سقم سے آگاہی کے بعد مؤلف اس کی اصلاح کر لیتا ہے اور اس کے ہاں معتبر جدید ایڈیشن ہی ہوتا ہے

البتہ اگر کسی مصنف نے ایسی بات لکھ دی ہو جس پر معافی کا اعلان کرنا ضروری ہو تو اس بات کو نکال دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ معافی کے اعلان کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ مودودی صاحب کی وہ عبارات جن پر علماء نے گرفت کی اور بعد والے ایڈیشنوں سے ان عبارات کو نکال دیا گیا حالانکہ صرف نکال دینا کافی نہیں تھا بلکہ معافی کا اعلان کرنا ضروری تھا۔ اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو ان عبارات کو نکال دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ اثری صاحب کی اس کتاب کی تالیف کے وقت تک راہِ سنّت کے اُنیس ۱۹ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس کا بیسواں ۲۰ ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکا ہے مگر اثری صاحب نے تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ سنّت کے چوتھے یا پانچویں ایڈیشن سے عبارت لے کر اس کا "مقام ابی حنیفہؒ" کی عبارت کے ساتھ تعارض پیش کیا ہے۔ حالانکہ بعد والے ایڈیشنوں میں حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت نہیں ہے۔ اور اثری صاحب کے پیش نظر بعد والے ایڈیشن بھی ہیں اس کے باوجود وہ صرف دھوکا دینے کے لیے ہی تلبیس سے کام لے رہے ہیں۔ اثری صاحب نے ص۱۵۳ تک صفحات اسی تلبیسی بحث سے سیاہ کیے ہیں۔

اسی طرح اثری صاحب نے ص۱۵۳ پر "راہ سنت" کے پرانے ایڈیشنوں میں سے کسی سے حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے "مقام ابی حنیفہؒ" کی عبارت کے ساتھ اس کا تعارض پیش کیا ہے حالانکہ "راہ سنت" کے بعد والے ایڈیشنوں میں حضرت عمرؓ کا قول درج نہیں ہے مگر اثری صاحب نے اس پر بحث کرتے ہوئے دو صفحات سیاہ کیے ہیں۔ اثری صاحب ص۱۵۴ پر (۳) کا نشان دے کر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ کی بواسطہ علاء بن عبد الرحمٰن فھی خداج والی روایت کو شاذ کہا ہے مگر اسی روایت کے دوسرے حصہ سے بسم اللہ کے سورۃ الفاتحہ کی جزء نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی تلبیس سے کام لے رہے ہیں ورنہ ان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ یہ روایت دو حدیثوں پر مشتمل ہے ایک فھی خداج والی اور

دوسری جو حضرت ابوہریرہؓ نے راوی کے جواب میں بیان فرمائی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد قسمت الصلوٰۃ والے حصہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

وفیہ دلیل علی ان ابا هریرۃؓ قال هٰذا القول بطریق الاستدلال. (بذل المجهود ص۵/۲)	اور اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ قول بطریقِ استدلال فرمایا ہے۔

اور حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

وتتمۃ الحدیث تدل علی ان المراد بها فاتحۃ الکتاب (مرقات ص۲۴/۲)	اور حدیث کا تتمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مُراد فاتحہ ہے۔

علامہ سہارنپوریؒ اور حضرت ملا علی قاریؒ کی عبارات سے واضح ہے کہ بعد والا حصہ علیحدہ حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہؓ نے جواب میں فرمایا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فھی خداج والی روایت کو شاذ کہا ہے نہ کہ قسمت الصلوٰۃ والی حدیث کو۔ اثری صاحب اپنی جہالت کا نزلہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر نہ گرائیں۔

باقی رہا یہ کہ دونوں حصّوں کا راوی تو علاء بن عبد الرحمٰن ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جہاں علاء بن عبد الرحمٰن کی فھی خداج والی روایت کے مقابل روایت موجود ہے اور اس کا مقابل راوی خالد اس سے اوثق ہے تو اس کی روایت کو شاذ ہی کہا جائے گا اور قسمت الصلوٰۃ والی حدیث کے مقابل کوئی نہیں تو یہ اپنی جگہ قابلِ احتجاج باقی ہے اور اگر اس روایت کو ایک ہی حدیث مان لیا جائے جیسا کہ اثری صاحب ظاہر کر رہے ہیں تب بھی اثری صاحب کا اعتراض ناسمجھی کی وجہ سے ہے اس لیے کہ راویوں کے اختلاف کی وجہ سے روایت کا جو حصہ متکلم فیہ ہو اس کا حکم اور اور باقی حصہ کا حکم اور ہوتا

ہے اور اس کی مثالیں کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اثری یہ چکر دینے کی کوشش کرے کہ مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو شاذ کہا ہے۔ روایت کے حصہ کو شاذ نہیں کہا تو ہم عرض کر دیتے ہیں کہ بعض اوقات حکم کسی حصہ پر ہوتا ہے اور مراد بھی یہی ہوتا ہے مگر حکم علی الاطلاق بول دیا جاتا ہے جیسا کہ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی واذا قرأ فانصتوا کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا ہے بلکہ شاذ قرار دیا ہے۔ (خیر الکلام ص۲۱۵)۔ اور پھر آگے جا کر لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ واذا قرأ فانصتوا صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص۲۱۷) اسی جملہ کی وجہ سے وہ حدیث کو شاذ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس روایت کو اسی جملہ کی وجہ سے شاذ کہا ہے اور مراد اتنا حصہ ہی ہے۔ باقی روایت اپنی جگہ بدستور قابل احتجاج ہے اگر یہ باریک نکات اور علمی باتیں اثری صاحب کی سمجھ میں نہیں آتیں تو ان کو پہلے کسی کامل استاد سے خوشہ چینی کرنی چاہیئے خواہ مخواہ اپنی جہالت کے ثبوت در ثبوت فراہم نہیں کرنے چاہئیں۔

اثری صاحب ص۱۵۸ پر لکھتے ہیں قارئین کرام انصاف فرمائیے کہ اس حدیث کا ایک حصہ شوافع تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں مگر اس حصہ سے احناف استدلال کرتے ہیں ..... لیکن اسی حدیث کا پہلا حصہ چونکہ ان کے مسلک کے مطابق نہیں اس لیے اسے شاذ اور منکر قرار دیتے ہیں ..... الخ۔

الجواب اثری صاحب خواہ مخواہ بات کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگی کہ احناف جس حصہ کو شاذ قرار دے رہے ہیں اس میں راویوں کا اختلاف موجود ہے اور علاءؒ سے اوثق راوی خالدؒ اس کے خلاف الفاظ نقل کرتے ہیں جبکہ شوافع جس حصہ کو تسلیم نہیں کرتے اس میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے انکار کا جواز موجود ہے تو خواہ مخواہ تسلیم نہ کرنے اور

شاذ ہونے کی وجہ سے تسلیم نہ کرنے میں فرق تو فن حدیث سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے مگر اثری صاحب جان بوجھ کر بات کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ (لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)

ضعیف روایات پر خاموشی کا الزام

محترم جناب اثری صاحب نے ص۱۵۹ میں یہ عنوان قائم کیا ہے "ضعیف روایات پر خاموشی" اس سلسلہ میں وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں اپنے مسلک کی تائید میں ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات بھی ذکر کرتے اور ان پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور اگر کوئی اور اس قسم کی روایات سے استدلال کرتا ہے تو وہ جرح کے تمام نشتر ان پر چلاتے ہیں اور یہ ان کی عادت شریفہ ہے۔ (محصلہ) پھر آگے جناب اثری صاحب نے چند مثالیں دی ہیں۔ ہم ان تمام کا تفصیلی جائزہ جوابات سمیت پیش کرتے ہیں۔

پہلا الزام اثری صاحب ص۱۵۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموتیٰ ص۲۳۱ میں مغنی ابن قدامہؒ اور علامہ حلبیؒ کی کبیری سے ایک روایت نقل کی ہے اور اس پر خاموش رہے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزیؒ وغیرہ اس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ (محصلہ)

الجواب چونکہ امام موفق الدین بن قدامہ الحنبلیؒ اور علامہ ابراہیم حلبی الحنفیؒ دونوں بزرگ چوٹی کے محدث اور فقیہ ہیں اور انھوں نے استدلال میں روایت نقل کی ہے اور اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ تک نہیں کیا اور خاموش رہے ہیں اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے روایت نقل کر دی ہے۔ اور امام ابن الجوزیؒ متشدد ہیں اس لیے اگر کوئی اور محدث ان کا

ساتھ دے تو بات مسلّم ہو گی ورنہ نہیں ۔

دوسرا الزام

اثری صاحب ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنّت ص ۲۷ میں ابن ماجہ ص ۵ کی بدعت کی تردید میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں محمد بن محصن عکاشی راوی کذاب ہے اور ایسے راوی کی روایت کو نقل کرنا جرم ہے ۔ (محصلہ)

الجواب

راہ سنت کے جدید ایڈیشن میں اس روایت کی جگہ حضرت علیؓ کی روایت نقل کی گئی ہے جو بخاری ص ۲۵۱ ج ۱ سے ہے ۔ اور پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس روایت کا نقل کرنا جرم ہے تو اصل جرم تو حضرت امام ابن ماجہؒ کا ہے جن کی کتاب جمہور کے نزدیک صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور انھوں نے اس راوی کی نشاندہی کیے بغیر روایت بیان کی ہے ۔ اثری صاحب نے اس بحث کے آخر میں اپنے حواریوں پر اپنا علمی رعب ڈالنے کے لیے سوالیہ انداز میں لکھا ہے :

"بتلائیے ایسے کذاب کی روایت بیان کرنا اگرچہ وہ متابعت ہی میں ہو' درست ہے ؟ قطعاً نہیں ـــــ یہ سوال جناب اثری صاحب کو امام ابنِ ماجہؒ سے کرنا چاہیے جنھوں نے روایت بیان کی تھی ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو ان کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے ۔ کیا اثری صاحب اسی طرح عنوان قائم کر کے امام ابن ماجہؒ پر طعن کی جرأت کریں گے جس طرح انھوں نے عنوان قائم کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے خلاف دل کی بھڑاس نکالی ہے ۔ دیدہ باید

تیسرا الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص ۱۶۷ میں بحوالہ فتح الملہم علامہ ہیثمیؒ کی مجمع الزوائد سے روایت نقل کی ہے ۔ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں : اسنادہ حسن انشاء اللہ ۔ اور اس روایت کو علامہ طبرانیؒ نے معجم کبیر ص ۳۲۵ ج ۲ میں نقل کیا ہے اور فاضل محقق حمدی عبد المجید السلفیؒ

نے بھی علامہ ہیثمیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے حسن کہا ہے حالانکہ اس کی سند میں سلیمان بن داؤد شاذکونی ہے جو وضاع ہے اور مولانا صفدر صاحب نے اس پر دوسری جگہ تنقید کی ہے مگر یہاں خاموشی اختیار کی ہے ۔ (محصلہ ص ۱۶۱، ۱۶۲)

الجواب

اگر اس روایت کو نقل کرنا غلطی ہے تو اصل غلطی امام طبرانیؒ، علامہ ہیثمیؒ اور فاضل محقق حمدی السلفی کی ہے جنھوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے ۔ اگر ایک فرعی مسئلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان حضرات پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کیا ہے تو ان کا کیا قصور ہے ؟ علاوہ ازیں جمہور محدثین نے شاذکونی پر سخت تنقید کی ہے اور بعض نے وضاع تک کہا ہے لیکن لسان المیزان ص ۸۴ ج ۳ میں اسے الحافظ لکھا ہے اور محدّث صالح بن محمد الحافظؒ کہتے ہیں ما رأیتُ احفظ من الشاذکونی (ص ۸۵ ج ۳) اور امام ابنِ عدیؒ فرماتے ہیں للشاذکونی حدیث کثیر مستقیم وھو من الحفاظ المعدودین . اھ (ص ۸۵ ج ۳) غالباً علامہ ہیثمیؒ وغیرہ کے نزدیک ایسے ہی حوالے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کی حدیث کو حسن کہتے ہیں جیسے محمد بن اسحٰقؒ کہ جس پر کتب رجال میں کڑی جرح ہے مگر صفاتِ خداوندی، حلال و حرام اور احکام کے علاوہ باقی باتوں میں حضرات محدثینؒ انکی روایات سے استدلال کرتے ہیں ۔ اسی طرح شاذکونیؒ کو بھی ایسا ہی سمجھ لیجئے ۔

چوتھا الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص ۳۳۶ میں حافظ ابن القیمؒ کی بدائع الفوائد ص ۹۱ ج ۳ کے حوالہ سے حضرت علیؓ سے زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایت نقل کی ہے اور حافظ ابن القیمؒ اس کو صحیح کہتے ہیں اور اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ساری دُنیا کے حنفی مل کر بھی اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے ؛ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ اور جناب اثری صاحب نے اس حوالہ کی کڑی مصنف

ابن ابی شیبہ ص۳۹۱ ج۱ کی اس سند سے جوڑی ہے جس میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ (محصلہ ص۱۶۳، ۱۶۴)

الجواب

حافظ ابن القیمؒ نے نہ تو اس کی سند نقل کی ہے اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ بلا ثبوت اس کی کڑی عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی سند سے جوڑنا قطعاً غلط ہے۔ حافظ ابن القیمؒ کے پیشِ نظر ضرور کوئی سند ہے جس کی بنا پر وہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے انکے حوالہ سے نقل کیا ہے اور ناقل کے ذمہ صرف صحتِ نقل ہے۔ رشیدیہ مع الحمیدیہ ص۸۶ میں اس کی تصریح ہے اور خود جناب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ: ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل پر صحتِ نقل کافی ہے.... الخ (ص۲۵۴) زندہ باد۔ کیا روئے زمین کے غیر مقلد جمع ہو کر بھی حافظ ابن القیمؒ کے اس حوالہ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر سکت ہے تو ھلموا شھداءکم۔ اثری صاحب آپ تمام دُنیا کے احناف سے اس کی تصحیح کا مطالبہ کر کے علمی دُنیا میں مزید رُسوا نہ ہوں بلکہ اس کا مطالبہ حافظ ابن القیمؒ سے کریں کہ انھوں نے اسے صحیح کیوں کہا ہے؟ اور حنبلی ہو کر غیر مقلدین کی نیند کیوں حرام کر دی ہے؟ جیسا کہ حافظ ابن القیمؒ نے عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع رفع الیدین کو مباح کہہ کر (دیکھئے زاد المعاد ص۲۷ ج۱) غیر مقلدین کی کمر توڑ دی ہے اور علمی طور پر ان کا وزن بہت ہی کم کر دیا ہے جو ان مقامات میں رفع یدین کے ترک کو خلافِ سنّت قرار دیتے ہیں۔

احناف کے پاس زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کے لیے دیگر دلائل کے علاوہ صحیح سند سے روایت موجود ہے جو مصنف ابنِ ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہے جس کو دیکھ کر جناب اثری صاحب کے اوسان خطا ہو گئے ہیں اور سر پر ہاتھ دھرے نوحہ اور واویلا کر رہے ہیں۔

پانچواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۳۶۲ ج۱ میں حافظ ابن القیمؒ کی زاد المعاد ص۵۷ ج۱ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سجدہ کو جاتے ہوئے ہاتھ زمین پر پہلے رکھنے کی روایت منقلب ہو گئی ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۶۳ ج۱ میں بسندِ صحیح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کے بارہ میں بسندِ صحیح کہا ہے حالانکہ اس روایت میں عبداللہ بن سعید متروک راوی ہے۔ (محصلہ ص۱۶۴، ۱۶۵)

الجواب

اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دراصل حافظ ابن القیمؒ پر ہے کیونکہ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو ان سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھ رکھنے کی روایت کے دس جوابات دیے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ روایت منقلب ہو گئی ہے۔ اثری صاحب کو اگر یہ جواب پسند نہیں تو دوسرے جوابات لے لیں اور نہیں تو امام خطابیؒ نے جو فرمایا اسی کو لے لیں۔ ایک جواب پسند نہیں تو اس میں سیخ پا ہونے کی کونسی بات ہے؟

اثری صاحب کی حواس باختگی

اثری صاحب ص۱۶۴ پر (۵) کا نمبر دے کر لکھتے ہیں اور پھر ص۱۶۶ پر بھی (۵) کا نمبر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو (۶) نمبر دینا چاہیئے تھا مگر وہ حواس باختگی کے عالم سے نکلیں تو ان کو پتہ چلے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ شروع کتاب سے آخر تک اثری صاحب پر یہی کیفیت طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ کسی کے دل میں کسی کے بارہ میں حسد اتنا بھی جوش نہ مارے کہ وہ حواس باختہ ہو کر نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ کے درجہ میں پہنچ جائے۔ (نعوذ باللہ من ذٰلک)

چھٹا الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۱۵۴ میں قاضی شوکانیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے ایک سند کے بارے لکھا ہے

واسنادہ حسن۔ (نیل الاوطار ص ۱۰۷ ج ۱) جناب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بارہ میں اسنادہ حسن کہنا قاضی شوکانیؒ کی غلطی ہے کیونکہ سند میں یوسف بن خالد السمتی ہے ونسب الی الکذب۔ (مجمع الزوائد ص ۲۰۸ ج ۱) اور پھر آگے جا کر لکھتے ہیں کہ مگر افسوس کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی التلخیص ص ۱۰۶ ج ۱ میں اس روایت کو اسنادہ حسن کہا اور انہی پر علامہ شوکانیؒ نے اعتماد کیا۔ (محصلہ ص ۱۶۶ و ۱۶۷)

الجواب اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دراصل حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ پر ہے کہ ایک جھوٹے راوی کی روایت کو اسنادہ حسن کہا۔ اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اگر یہ روایت کمزور ہے تو اس کو نہ لیں۔ اس مضمون کی دیگر متعدد روایات جو صحیح اسانید سے مروی ہیں ان کو لے لیں مگر اختلاف برائے اختلاف اور متعصبانہ تنقید سے تو بچیں جس کی زد میں حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہ بھی آتے ہیں۔

پڑھنے والے حضرات نے بخوبی ملاحظہ کر لیا کہ ضعیف (بلکہ وضاع اور کذاب راویوں کی) حدیث پر خاموشی کا فرد جرم جو اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر عائد کر رہے ہیں اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب تنہا نہیں بلکہ امام ابن ماجہؒ، علامہ ابن قدامہؒ، علامہ حلبیؒ، حافظ ابن القیمؒ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ ہیثمیؒ، قاضی شوکانیؒ اور محقق فاضل حمدی عبدالمجید السلفی وغیرہ بھی ان کے ساتھ ہیں مگر چونکہ جناب اثری صاحب کو مسلکی تعصّب اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں کی مقبولیت سے قلبی بغض ہے اس لیے وہ نشانہ صرف انہی کو بنا رہے ہیں مشہور ہے کہ زلزلہ بر عضوِ ضعیف ریزد۔ باقی حضرات کا ذکر طرد اللباب اور خانہ پری کے طور پر کرتے رہے ہیں۔

ساتواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص ۱۹۴ میں لکھا ہے کہ علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ص ۱۳۵ ج ۱ میں روایت

نقل کرتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے ۔۔۔۔ الخ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت میں عیسیٰ بن المسیب راوی ہے امام حاکمؒ فرماتے ہیں وہ صدوق ہے اور اس کی روایت صحیح ہے مگر علامہ ذہبیؒ نے ان پر تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابوداؤدؒ اور امام ابوحاتمؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام یحییٰ بن معینؒ اور امام عقیلیؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ زیلعیؒ کی یہ سب تنقید خزائن السنن میں کیوں ترک کر دی ہے؟ (محصلہ ص ۱۶۷ و ۱۶۸)

الجواب اس بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ یہ راوی مختلف فیہ ہے اس لیے ہم نے نہ تو اس کی توثیق نقل کی ہے اور نہ تضعیف۔ حضرات محدثین کرامؒ میں اس کی تضعیف کرنے والے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور توثیق کرنے والے بھی ہیں۔ علامہ زیلعیؒ ہی نقل کرتے ہیں: قال الحاکم حدیث صحیح ولم یخرجاہ وعیسٰی ھذا تفرد عن ابی زرعۃ الا انہ صدوق ولم یجرح قط انتھٰی وتعقبہ الذھبیؒ ۔۔۔۔ الخ۔ نصب الرایہ ص ۱۳۴ ج ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکمؒ کے نزدیک یہ راوی صدوق ہے اور اس کی روایت صحیح ہے اور اس پر کبھی بھی کسی نے کوئی جرح نہیں کی۔ اور لسان المیزان ص ۴۰۵ ج ۴ میں ہے: وقال ابوحاتم محلہ الصدق وفی سنن الدارقطنی (ص ۲۳ ج ۱) صالح الحدیث وقال ابن عدیؒ صالح الحدیث۔ اور ایسے راوی کی روایت کو اگر ایک فرعی اور فقہی مسئلہ میں خزائن السنن میں پیش کیا گیا ہے تو کونسا جرم ہے؟ جب کہ اثری صاحب اور ان کی جماعت کے قرأۃ خلف الامام جیسے ایک اہم اور بنیادی مسئلہ کا مدار ہی محمد بن اسحٰقؒ جیسے کذاب اور دجال راوی کی روایت پر ہے۔ حیرت ہے کہ علامہ زیلعیؒ نے اسی صفحہ میں اور اسی مقام میں امام حاکمؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: ولم یجرح

قط۔ مگر اثری صاحب نے یہ جملہ جان بوجھ کر نقل نہیں کیا اور بالکل پی گئے ہیں اور ص۱۶۸ میں اسی بحث میں اثری صاحب لکھتے ہیں جو روایت ذکر کی ہے اس پر مصنف نصب الرایہ نے جرح کی ہے مگر افسوس محترم موصوف اس پر بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں آخر بددیانتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ (بلفظہ) لیکن صد ہزار افسوس کہ علامہ زیلعیؒ نے یہاں ہی ولم یجرح قط بھی نقل کیا ہے اور اثری صاحب اس کو پی گئے ہیں کیونکہ ضدی اور متعصب کی بددیانتی کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔

آٹھواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۵۵۷ میں ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے:

على كل اهل بيت فى كل عام اضحية وقال الترمذى حديث حسن غريب۔ یہ روایت قطعاً حسن نہیں ہے۔ صرف امام ترمذیؒ کے حسن کہنے سے کوئی روایت حسن نہیں ہو جاتی۔ اور احسن الکلام ص۱۰۴ ج۲ میں لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ کی تحسین و تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں۔ علامہ زیلعی حنفیؒ فرماتے ہیں قال عبد الحق اسناده ضعيف وقال ابن القطانؒ وعلته الجهل بحال ابى رملة واسمه عامر.... الخ۔ (نصب الرایہ ص۲۱۱ ج۴)۔ اور حاشیہ میں اثری صاحب لکھتے ہیں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص۷ ج۱۰ میں اس کی سند کو قوی کہا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ تقریب ص۲۴۹ میں صراحت ہے: عامر لا یعرف اور فتح الباری ص۵۹۷ ج۹ میں لکھا ہے کہ خطابیؒ نے اسے ضعیف اور ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور آگے اثری صاحب نصب الرایہ ص۲۰۸ ج۲ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: وهٰذا متروك الظاهر اذلا يدين العتيرة یہ روایت ظاہراً متروک ہے کیونکہ عتیرہ قطعاً مسنون نہیں۔ اثری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے یہ روایت ذکر کرنے میں بھی بڑی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس روایت میں عتیرہ کا ذکر بھی ہے جو جاہلیت میں

ماہ رجب کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جاتا تھا۔ ابتداءً جائز تھا بعد کو منسوخ ہو گیا تھا اس لفظ کو ترک کر کے اپنے ہاتھ کی صفائی دکھائی اور اپنا اُلّو سیدھا کیا۔ فرع اور عتیرہ کا حکم احناف کے نزدیک بھی منسوخ ہے تو نہ تو اس روایت سے سنداً استدلال صحیح ہے اور نہ متناً۔ (محصلہ ص۱۶۹ و ص۱۷۰)

الجواب اس حدیث کو صرف امام ترمذیؒ ہی حسن نہیں کہتے بلکہ باقرار اثری صاحب حافظ ابن حجرؒ بھی اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ تقریب میں جو لا یعرف کہا تو پہلے ان کو اس راوی کا علم نہیں ہوا ہو گا اس لیے لا یعرف کہا، بعد کو علم ہو گیا ہو گا اس لیے اس کی روایت کو سند قوی کہا۔ خود حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لست راضيا عن شىء من تصانيفى لانها عملتها فى ابتداء الامر ثم لم يتهيأ لى من يحررها معى سوى شرح البخارى ومقدمته والمشتبه والتهذيب ولسان الميزان۔ اھ۔ (البدر الطالع ص۸۹ ج۱ طبع اول ۱۳۴۸ھ) اور تہذیب ص۸۴ ج۵ میں اس کا ذکر بغیر جرح کے کیا ہے۔ لہٰذا فرعی مسئلہ میں بطور تائید اس راوی کی روایت کو نقل کرنے پر اثری صاحب کیوں اتنے سیخ پا ہوتے ہیں؟ چونکہ امام ترمذیؒ نے ص۱۸۲ ج۱ میں لا فرع ولا عتيرة کی حدیث بیان کی ہے اور یہ دونوں اگر للہ ہوں تو مستحب ہیں۔ (فتح الباری ص۵۹۷ ج۹) اور جمہور کے نزدیک منسوخ ہیں اور اثری صاحبؒ نے بھی ص۱۷۰ میں تحفۃ الاحوذی ص۳۶۱ ج۲ اور احناف کے حوالہ سے اس کی منسوخیت نقل کی ہے تو جو چیز مفروغ عنہ (خارج از بحث) ہو اس کو ذکر نہ کرنے میں کون سی بددیانتی ہے مگر اثری صاحب اپنی عقلِ نارسا سے اس کو بڑی بددیانتی سے تعبیر کر رہے ہیں یہ صرف ضد تعصب اور قلبی بغض کا شاخسانہ ہے۔ ضد اور تعصب بھی بُری چیز ہے جو آدمی کو پل بھر چین نہیں لینے دیتی اور راہِ ہدایت سے دور کر دیتی ہے۔

والمعصوم من عصمه الله تعالى۔

قربانی تمام اہلِ اسلام کے ہاں ثابت ہے کوئی اس کو واجب اور کوئی سنّت کہتا ہے۔ حدیث میں یہ حصّہ منسوخ نہیں ہے اس کا تذکرہ خزائن السنن میں کیا گیا ہے فرع اور عتیرہ منسوخ ہیں اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا یہ ایک بہت بڑی بددیانتی نہیں کہ ایک منسوخ کلمہ کا ذکر کرکے محض ضد کی بناء پر کسی کو طعن کا نشانہ بنایا جائے کہ اس منسوخ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یہ کون سی دیانت ہے؟ اس کو صرف خبث باطنی ہی کہا جاسکتا ہے۔

اثری صاحب نے حاشیہ میں فتح الباری کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے پوری عبارت یوں ہے: فقد ضعفه الخطابی لکن حسنه الترمذی وجاء من وجه اٰخر عن عبد الرزاق عن مخنف بن سلیم .... الخ (فتح الباری ص ۵۹۷ ج ۹) حافظ ابن حجرؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے مصنف عبدالرزاق ص ۳۴۲ ج ۴ میں سند یوں ہے: اخبرنا عبد الکریم عن حبیب بن مخنف العنبری عن ابیه ... الخ۔ یہ سند ابو رملہ کے طریق سے نہیں ہے بلکہ حبیب بن مخنف کے طریق سے ہے۔ چونکہ عبارت کے اس حصہ سے اثری صاحب پر کڑی زد پڑتی ہے۔ (کیونکہ وہ اس روایت کو ابو رملہ کی وجہ سے ضعیف ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں) اس لیے انھوں نے خیر اسی میں سمجھی کہ اس عبارت کو ہڑپ ہی کر لیا جائے۔

عربی زبان میں علی لزوم اور وجوب کے لیے آتا ہے۔ اثری صاحب کا علمی اور اخلاقی فریضہ تھا اور ہے کہ وہ لغتِ عربی سے یہ ثابت کریں کہ لفظ علی کبھی اور کہیں بھی لزوم اور وجوب کے لیے نہیں آیا اور نہ آتا ہے۔ جب وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں ثابت کر سکتے تو احناف کا اس حدیث سے استدلال سنداً و متناً ہر لحاظ سے صحیح اور درست ہے لا شك فيه۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس

سے استدلال نہ متناً صحیح اور نہ سنداً صحیح ہے تو یہ صرف مجذوبانہ بڑھک ہے اس سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص ۱۶۲ میں ایک روایت نقل کی ہے: اذا اضطجع استرخت مفاصله۔ اور فتح الملہم کے حوالہ سے اس کی توثیق نقل کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بلاشبہ[1] احناف اسے صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اکثر محدثین کے نزدیک یہ ضعیف ہے کیونکہ[2] اس کا مدار ابو خالد الدالانی پر ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص ص ۱۲۰ ج ۱ میں امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ وغیرہ سے اس کی تضعیف نقل کی ہے۔ نیز[3] اس راوی نے قتادہؒ سے کچھ نہیں سُنا اور یہ مدلس اور کثیر الخطا بھی ہے۔ علامہ زیلعیؒ نے بھی اس پر کلام نقل کیا ہے۔[4] قتادہؒ نے ابوالعالیہؒ سے صرف چار روایتیں سُنی ہیں اور یہ روایت ان میں نہیں ہے۔[5] حضرت ابنِ عباسؓ کی صحیح حدیث اس کے معارض ہے جس میں آپؐ سو کر اُٹھے تو بلا وضوء نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد وغیرہ) مولانا[6] صفدر صاحب کی بے خبری اور مولانا عثمانیؒ کا وہم ہے کہ علامہ ہیثمیؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد کتاب الطہارت کی ایک ایک سطر دوربین لگا کر پڑھیں یہ روایت آپ کو نظر نہ آئے گی۔ اگر کوئی یہ روایت مجمع الزوائد سے ثابت کر دے تو ہم اس کے شکر گزار ہونگے۔ (محصلہ ص ۱۷۱ تا ص ۱۷۳)

الجواب

اثری صاحب نے یہاں جو چھ باتیں کی ہیں یہ تمام باتیں صرف احناف سے ضد، عناد اور مسلکی تعصّب کا نتیجہ ہیں۔

پہلی بات: کہ احناف اس کو صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس بارہ میں عرض ہے کہ اس روایت کو صرف احناف ہی صحیح بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ امام سیوطیؒ الشافعی بھی اس کو حسن کہتے ہیں۔ (الجامع الصغیر ص ۱۳۶ ج ۲) اور علامہ

العزیزی الشافعیؒ بھی فرماتے ہیں: قال العلقمیؒ بجانبه علامة الحسن والسراج المنیر (۲۲۷/۲ج) اور امام ابن جریر الطبریؒ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ (بغیۃ الالمعی ص۴۵ ج۱)

دوسری بات کہ ابوخالد الدالانی ضعیف ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے ابوخالد کو ضعیف کہا ہے لیکن بعض اس کی توثیق بھی کرتے ہیں۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: لیس به بأس۔ وکذا قال النسائیؒ وقال ابوحاتمؒ صدوق ثقة۔ وقال احمد بن حنبلؒ لابأس به، وقال الحاکمؒ ان الائمة المتقدمین شهدوا له بالصدق والاتقان۔ (تهذیب التهذیب ص۸۲ و ۸۳ ج۱۲)

رہی غلطی اور خطا تو اس سے کون سا محدث محفوظ رہا ہے؟ اگر دلیل سے کسی کی غلطی ثابت ہو جائے تو غلط کو غلط ہی کہا جائے گا مگر ضد، تعصب اور غلطی کے نرے دعویٰ سے ہرگز غلطی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔

تیسری بات: کہ ابوخالد نے قتادہؒ سے کچھ نہیں سنا۔ تو ہم اثری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ الجوہر النقی ص۱۲۱ ج۱ میں ہے: ذکر صاحب الکمال انه سمع عن قتادةؒ ... الخ۔ کہ ابوخالد نے حضرت قتادہؒ سے سماعت کی ہے لہٰذا عدمِ سماعت کا دعویٰ قطعی نہ رہا۔

چوتھی بات: کہ قتادہؒ نے ابوالعالیہؒ سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں تو اس بارہ میں اثری صاحب کو امام بیہقیؒ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ چار حدیثوں کے علاوہ اور احادیث بھی قتادہؒ نے ابوالعالیہؒ سے سُنی ہیں: وسمع ایضاً حدیث ابن عباسؓ فیما یقول عند الکرب وحدیثه فی رؤیة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لیلة اسری به موسیٰ وغیرہ... الخ۔ (سنن الکبریٰ ص۱۲۱ ج۱)

پانچویں بات: کہ یہ روایت حضرت ابنِ عباسؓ کی صحیح روایت کے معارض

ہے تو یہ اثری صاحب کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ اثری صاحب اپنی غباوت کی وجہ سے یہ سمجھے ہیں کہ حضرت ابنِ عباسؓ کی اس حدیث سے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نیند کا ناقض ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ دوسری احادیث عدمِ نقض پر دلالت کرتی ہیں مگر یہ ان کی انتہائی کم فہمی ہے۔ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اسلوبِ حکیم کے طور پر عوام اور اُمت کے لیے حکم دیا ہے کہ جو اضطجاع کی حالت میں سوئے گا اس کی نوم ناقض وضوء ہوگی۔ آپؐ کی نیند ناقضِ وضوء نہ تھی۔ (دیکھئے العرف الشذی ص۶۷ وخزائن السنن ص۱۶۰ وغیرہ) لہٰذا اس حدیث کا عدم نقض والی کسی حدیث سے قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہ اپنی جگہ صحیح اور وہ احادیث اپنی جگہ درست ہیں۔

چھٹی بات: کہ مولانا صفدر صاحب کی بے خبری اور مولانا عثمانیؒ کا وہم ہے کہ علامہ ہیثمیؒ نے اس کی توثیق کی ہے اس کے جواب میں ہم اثری صاحب سے واضح کرتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ مولانا عثمانیؒ دیانت دار اور ثقہ مصنفین کے زمرہ میں شامل ہیں بلا وجہ ان کو وہمی قرار دینا درست نہیں ہے۔ حضرات محدثین کرامؒ اپنی صوابدید کے مطابق کبھی کبھی حدیث کسی اور باب میں نقل کر دیتے ہیں جہاں اس کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے علامہ ہیثمیؒ نے یہ حدیث کسی اور باب میں نقل کی ہو اثری صاحب مجمع الزوائد کی مکمل دس جلدیں بغور بغیر خوردبین لگائے پڑھ لیں۔ اگر واقعی یہ روایت مجمع الزوائد میں نہ ہوئی تو ہم علامہ عثمانیؒ کا وہم تسلیم کر لیں گے کیونکہ وہ معصوم نہیں اور ان کے حوالہ سے نقل کرنے والے بھی معصوم نہیں ہیں۔

دسواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ارشاد الشیعہ ص۱۶۰ میں حضرت علیؓ سے ایک روایت تصحیح کے ساتھ نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے علی التعیین اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں

کیا۔ اثری صاحب کو اس پر اعتراض ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ علامہ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بغیر اسماعیل بن ابی الحارث کے اور وہ ثقہ ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے مگر حقیقت میں یہ روایت قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ امام حاکمؒ نے اسے شعیب بن میمونؒ کی سند سے نقل کیا ہے اور وہ صحیح کا راوی نہیں۔ پھر آگے جا کر اثری صاحب لکھتے ہیں اور کتنے مقامات ہیں جہاں حضرت موصوف نے تحقیق کے اعتبار سے علامہ ہیثمیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ سے اختلاف کیا ہے محض رافضیوں کی مخالفت میں بلا تامل اس کو صحیح قرار دینا قرینِ انصاف نہیں۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا. اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ (محصلہ ص۱۷۳ تا ص۱۷۵)

الجواب قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ اس عبارت میں اثری صاحب نے تین طلاقوں کو ایک کہنے والے اور رفع الیدین کرنے والے بڑے بھائیوں (رافضیوں) کی کیسی عمدہ اور مفت وکالت کی ہے۔ شاباش عجیب ماجرا ہے کہ امام حاکمؒ تو شیعہ ہونے کے باوجود اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ ان کی تائید کرتے ہیں مگر نام نہاد اہلِ حدیث اور دین کے واحد ٹھیکیدار محض احناف کی عداوت اور رافضیوں کی دوستی میں اس کو ضعیف قرار دینے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں نے اسے صرف صحیح کہا ہے یہ نہیں کہا کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ان کی رائے میں یہ روایت صحیح ہے اور پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی ہے کہ محدثین کرامؒ حلال وحرام اور احکام وغیرہ بنیادی اُمور کے علاوہ روایات کے بارہ میں تشدّد نہیں کیا کرتے بلکہ تساہل سے کام لیتے ہیں۔ اگرچہ دیگر حضرات محدثین کرامؒ نے شعیب بن میمون پر جرح کی ہے مگر امام حاکمؒ، علامہ ذہبیؒ اور علامہ ہیثمیؒ کے نزدیک یہ راوی اس قابل ہے کہ اس کی روایت صحیح ہو۔ اس لیے

انھوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

رجالہ رجال الصحیح یا علیٰ شرط البخاری ومسلم کی تفصیل کے بارہ میں محدثین کرامؒ کے دو گروہ ہیں ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ راوی بعینہم بخاری اور مسلم کے راوی ہوں۔ دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ راوی بعینہم وہ نہ ہوں جو بخاری ومسلم کے راوی ہیں مگر ان کے ہم پلّہ ہوں۔ حافظ ابن الطاہر المقدسیؒ کی (دیکھئے حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص۱۳۱) اور حافظ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم العراقیؒ استاد حافظ ابن حجرؒ کی (ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص۶۸) یہی رائے ہے ہو سکتا ہے کہ علامہ ہیثمیؒ کی بھی یہی رائے ہو۔ لہٰذا شعیب بن میمون کو بخاری کے رواۃ میں تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اور صحیحین کے بعض راویوں پر بعض محدثین کرامؒ نے تنقید کی ہے اور خود اثری صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

بے شک حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دلیل وبرہان کے ساتھ بعض مقامات پر امام حاکمؒ اور علامہ ہیثمیؒ وغیرہ سے اختلاف کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر ہر مقام پر کمر باندھ کر ان سے بلا وجہ اختلاف کیا جائے جیسا کہ اثری صاحب ومن وافقہ کا احناف کے ساتھ اختلاف برائے اختلاف اور ضد کا وطیرہ ہے اور یہ اثری صاحب کی عادتِ شریفہ اور ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔

گیارھواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ارشاد الشیعہ ص۲۲ میں مسند احمد ص۱۰۳ ج۱ کے حوالہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم زور وشور سے ظاہر ہو گی جس کا نام رافضہ ہو گا جو اسلام کو ترک کر دے گی اور ایک اور روایت مجمع الزوائد ص۲۲ ج۱۰ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے محبت کا دعوے کرنے والی

ایک قوم بنام رافضہ آئے گی۔ ان سے جہاد کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گی۔ اثری صاحب ان روایات پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلی روایت میں ایک راوی یحیی بن متوکل ہے جس پر محدثین کرام نے سخت جرح کی ہے اور دوسرا راوی کثیر بن اسمٰعیل النواء ہے جو غالی شیعہ اور ضعیف تھا اور اس پر حوالے نقل کیے ہیں۔ نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رض کی روایت کو اگرچہ علامہ ہیثمی رح نے اسنادہ حسن کہا ہے اور المعجم الکبیر للطبرانی رح کے محشی فاضل محقق شیخ حمدی عبدالمجید السلفی نے علامہ ہیثمی رح پر اعتماد کرتے ہوئے اسنادہ حسن کہا ہے مگر اس کی سند میں حجاج بن تمیم راوی ضعیف ہے اور محدثین کرام رح نے اس پر جرح کی ہے۔ مولانا صفدر صاحب پر تعجب ہے کہ ان کو مجمع الزوائد میں حضرت ابن عباس رض کی روایت کے بارے اسنادہ حسن کے الفاظ تو نظر آ گئے مگر اس کے متصل بعد حضرت علی رض کی روایت کے بارے علامہ ہیثمی رح کے ضعیف قرار دینے کے الفاظ نظر نہ آئے۔ (مجمل ص ١٧١ تا ١٧٧)

الجواب اثری صاحب پر احناف کے ساتھ دشمنی اور روافض سے قلبی محبت کا بھوت سوار ہے وہ محدثین کرام رح کے واضح اصول کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں کہ وہ مناقب وغیرہا کی روایات کے بارے تساہل سے کام لیتے ہیں۔ جب مناقب کے سلسلہ کی اس حدیث کو علامہ ہیثمی رح نے اسنادہ حسن کہا اور آپ کے فاضل محقق سلفی صاحب نے بھی اس کی تائید کی ہے تو تسلیم کر لیں جب کہ علامہ ہیثمی رح نے حضرت ابن عباس رض کی اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے اور فرمایا ہے: رواہ ابو یعلی والبزار والطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف۔ (مجمع الزوائد ص ٢٢ ج ١٠) اور حضرت علی رض کی روایت تائید میں پیش کی گئی ہے۔ اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر تو علامہ ہیثمی رح سے راوی کی تضعیف نقل کرنے کی پھبتی اڑائی ہے کہ حضرت ابن عباس رض کی

حدیث کے بارے اسنادہ حسن کے الفاظ تو نظر آ گئے مگر آگے حضرت علی رض کی روایت کے بارے علامہ ہیثمی رح کے یہ الفاظ کثیر بن اسمٰعیل النواء ضعیف۔ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (محصلہ) مگر خیر سے اثری صاحب کو مجمع الزوائد کے اسی صفحہ پر حضرت ابن عباس رض کی پوری روایت ہی نظر نہیں آئی یا وہ اس کو کیا سمجھ کر پی گئے ہیں؟ علامہ ہیثمی رح نے جس راوی کا تذکرہ کیا ہے وہ کثیر بن اسمٰعیل النواء ہے۔ (مجمع الزوائد ص ٢٢ ج ١٠) اثری صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے مگر انہوں نے اس کی دلیل کوئی پیش نہیں۔ اگر واقعی یہ تصحیف ہو اور راوی کثیر بن اسمٰعیل النواء ہی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بعض محدثین کرام رح نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ تہذیب (ص ٤١١ ج ٨) میں ہے۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال العجلی لا بأس بہ امام ابن عدی رح فرماتے ہیں کان غالیا فی التشیع لیکن محدث محمد بن بشر العبدی فرماتے ہیں رجع عن التشیع (ایضاً) آخر میں تشیع سے رجوع کر لیا تھا۔ مناقب اور فضائل وغیرہ کے باب میں محدثین کرام رح ایسے رواۃ کو برداشت کرتے ہیں۔

احادیث اور مختلف عبارتوں میں کانٹ چھانٹ کا طعن،

اثری صاحب ص۱۷۸ پر عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر کی تصانیف میں یہ بات بھی کئی مقامات میں دیکھنے میں آئی کہ وہ ائمہ سلف کی عبارتیں ذکر کرنے میں دیانت داری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے ہاں اپنی اغراض کے لیے احادیث کے الفاظ میں حک و اضافہ بھی کوئی معیوب بات معلوم نہیں ہوتی ..... الخ۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کہیں بھی دانستہ عبارات کے نقل کرنے میں کوئی خیانت نہیں کی۔ اگر مطلب کی حامل عبارت نقل کی ہے تو بلفظہ یا انتہی وغیرہ کے الفاظ سے نشاندہی کی ہے اور اگر عبارت طویل ہونے کی وجہ سے ساری عبارت نقل نہیں کی تو جس کا مطلب سے کچھ تعلق ہو تو وہاں الخ یا اھ کا اشارہ کر دیتے ہیں کہ تھوڑی سی عبارت ہم نے نقل کر دی ہے مگر اگلی عبارت کو بھی ملحوظ رکھیں کہ اس کا بھی فی الجملہ ماسبق کی عبارت سے تعلق ہے۔ شاید اثری صاحب ان دقیق اشارات سے بے خبر ہیں یا پھر دل کی بھڑاس نکالنے پر مجبور ہیں۔ (اور یہی بات غالب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اثری صاحب نے ص۲۰ پر المسلک المنصور کے ص۹۷ کا حوالہ بھی دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ المسلک المنصور ان کے زیر مطالعہ رہی ہے اور المسلک المنصور کے ص۹۶ پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ایک سائل کے سوال پر اس

کا جواب دیا ہے۔ اس کے باوجود اعتراض کرنا دل کی بھڑاس نکالنا ہی ہے۔)

اور تمام مصنفین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ کتابوں سے اپنے مطلب کے حوالے ہی لیتے ہیں اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے اور یہی طریقہ خود اثری صاحب اور ان کے استاد محترم محدث گوندلویؒ نے بھی اختیار کیا ہے اور چھوڑ کر انھوں نے قرآن کریم کی آیات کے بارے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے محدث گوندلویؒ لکھتے ہیں قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ۔ الآیۃ (الحجرات) (خیر الکلام ص۳۸) آگے پیچھے کا کوئی حصہ ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح وہ لکھتے ہیں: دوسری آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۔ (مزمل)۔ (خیر الکلام ص۵۸)

اسی طرح حدیث کے بارے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے حدیث کا اتنا ہی حصہ نقل کرتے ہیں جو ان کی بحث سے متعلق ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقطع الید الا فی ربع دینار فصاعدًا۔ (جزء القراءت) (خیر الکلام ص۹۱) مزید لکھتے ہیں۔ اس کی نظیر وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ۔ (ابوداؤد) ایک روایت میں ہے: ثم افعل ذلک فی صلوتک کلھا۔ (ابوداؤد) (خیر الکلام ص۲۳۰) اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اس پر کوئی ذی ہوش تو اعتراض نہیں کر سکتا مگر اثری صاحب کا معاملہ جدا ہے۔ ہاں اگر کوئی عبارت میں قطع و برید کر کے من مانی مطلب کشید کرے تو یہ یقیناً بد دیانتی اور شرعاً و اخلاقاً جرم ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حوالہ لیتے وقت وہی مطلب واضح کیا ہے جو اس عبارت کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے۔ مخالفین نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر یہ حربہ استعمال کیا اور اثری صاحب

اسی کو ہوا دے رہے ہیں مگر ان کے اس انداز کی حیثیت اسی طرح ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں پھینکے جانے کے بعد چھپکلی پھونکیں مار کر اس آگ کو تیز کرنے کی کوشش کرتی تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب آگ کا ہی اثر نہیں تو اس کی پھونکوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ سچ ہے ؎

جسے رب رکھے اسے کون چکھے

خزائن السنن املائی تقریروں کا مجموعہ ہے اس میں تقریر نوٹ کرنے والوں سے بعض الفاظ کی کمی بیشی اور بعض مقامات میں اغلاط واقع ہوئی ہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں آگاہی کے بعد بہت سی اغلاط دور کر دی گئی ہیں اس کی مزید اصلاح ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز قابلِ اصلاح چیزوں کی اصلاح میں نہ پہلے عار سمجھی ہے نہ اب عار سمجھتے ہیں بلکہ اغلاط سے آگاہ کرنے والوں کے شکر گزار ہیں۔

خزائن السنن میں ایک جگہ حدیث کے الفاظ میں شعرک کے الفاظ زائد درج ہو گئے ہیں اس کی اصلاح کی جائے گی۔

اثری صاحب ادھوری روایت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مسند احمد کی پوری روایت نقل نہیں کی بلکہ اس کا ایک حصہ نقل کیا اور اگر دوسرا حصہ نقل کر دیتے تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ پانچ وتر اور ایک وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ صرف تین ہی کی پابندی چہ معنی دارد؟ (محصلہ ص۱۷۹ و ص۱۸۰)

الجواب اس اعتراض کا جواب تو اثری صاحب نے خود اپنی اس عبارت میں دے دیا جس میں وہ لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز وتر واجب ہے اس کی تائید میں حضرت مولانا صاحب نے ایک دلیل یوں ذکر کی ہے (ص۱۸۱) جب یہ دلیل وجوب کے مسئلہ میں پیش کی جا رہی ہے تو جو حصہ اس بحث سے متعلق ہے اسی کو ذکر کرتے اور باقی حصہ کو ذکر نہ کرنے میں کون سا اعتراض ہے!

اور پھر یہ کہ باقی حصہ سے پانچ وتر اور ایک وتر کا جواز ثابت ہوتا ہے تو احناف نے کب ان کو حرام قرار دیا ہے وہ تو روایات میں سے تین رکعات والی روایات کو ترجیح دے کر تین کا تعین کرتے ہیں کیونکہ روایات میں سات، پانچ، تین، ایک اور دیگر تمام الفاظ موجود ہیں ان میں احناف تین رکعات والی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔

اثری صاحب اس کی ایک اور مثال   کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ اضحیہ والی روایت میں عتیرہ چھوڑ دیا ہے۔ (محصلہ ص۱۸۰)

الجواب اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ عتیرہ بالاتفاق منسوخ ہے اور منسوخ کو ذکر نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ روایت سے کسی حکم کو اخذ کیا جا رہا ہو۔

اثری صاحب اس کی تیسری مثال کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے بارہ میں ترمذی شریف ص۵ ج۱ کی روایت پیش کی ہے وہ روایت ادھوری نقل کی ہے کیونکہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تشہد کے بعد عاجزی سے دعا بھی کرے اور دعا میں ہاتھ اٹھائے۔ اور پھر اثری صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حدیث کا ابتدائی حصہ لکھ کر الحدیث لکھا ہے۔ اگر آخری حصہ ان کی تعبیر کے مطابق ہوتا تو اس کی گنجائش تھی مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ مولانا بنوری مرحوم نے وضاحت فرمائی ہے۔ اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دو تشہدوں کے بعد سلام پھیرنا چاہیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ مسند احمد ص۱۲۶ ج۴ میں تشہد و تسلیم کے الفاظ بھی موجود ہیں اور مولانا بنوری مرحوم نے معارف السنن ص۲۷ ج۳ میں تقنع یدیک کے الفاظ کی یہی وضاحت بیان کی ہے۔ اگر مولانا صفدر صاحب اس حدیث کے مکمل الفاظ نقل کر دیتے تو ان کے استدلال کی کمزوری ہر قاری پر واضح ہو جاتی۔ اس لیے انہوں نے

حدیث کا ابتدائی حصہ ہی نقل کرنے میں عافیت سمجھی۔ (محصلہ ص۱۸۱ و ص۱۸۲)

الجواب اس اعتراض کا جواب بھی خود اثری صاحب اپنی ابتدائی عبارت میں دے چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک تین وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد تشہد پڑھا جائے پھر بغیر سلام کے کھڑے ہو کر تیسری رکعت پوری کی جائے اس کے لیے حضرت مولانا صفدر صاحب نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے..... الخ۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا دعویٰ کیا ہے اور آگے جو حدیث بیان کی ہے وہ ان کی دلیل ہے دعویٰ اور دلیل میں بالکل مطابقت ہے۔ اثری صاحب نہ جانے کس بناء پر اعتراض کر رہے ہیں؟ حدیث کے الفاظ ہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے اور یہی دعویٰ ہے جو خود اثری صاحب نے بیان کیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس میں ہے کہ دُعا کرے اور ہاتھ اُٹھائے تو اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلام پھیر کر ہاتھ اُٹھائے اور دُعا کرے اور اگر دو رکعت والی نماز نہیں اور نوافل ہوں تو تشہد میں درود شریف اور دُعا کرے گا۔ اس حدیث کی وجہ سے اس کے لیے ہاتھ اُٹھانے کی گنجائش ہے اور اگر فرض نماز ہے تو بالاتفاق سلام سے پہلے ہاتھ اُٹھا کر دُعا نہیں ہے جب یہ صورت بالاتفاق مستثنیٰ ہے تو اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ حصہ نفلی نمازوں یا دو رکعت والی نماز کے متعلق ہے اور پہلا حصہ عام ہے اس لیے اس کو پیش کیا ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ چکر دے کر مسئلہ بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ دو رکعت کے بعد سلام بھی پھیرنا چاہیے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے تو اس بارہ میں ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے روایت ترمذی صاحب کی پیش کی ہے جس میں سلام کا ذکر نہیں ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ ترمذی اور مسند احمد کی روایات

کو کیوں خلط ملط کر رہے ہیں؟ حالانکہ مسند احمد ہی میں ایک ہی جگہ میں ایک ہی راوی سے دو قسم کی روایات ہیں ایک میں سلام کا ذکر ہے اور دوسری میں نہیں ہے اور مولانا بنوریؒ نے صراحت کی ہے کہ (سلام والی روایت) جو شعبہ سے ہے اس کی بہ نسبت لیث بن سعد کی روایت اصح ہے (جس میں سلام کا ذکر نہیں ہے)۔ (معارف السنن ص۲۷۵ ج۲)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حدیث کے ابتدائی الفاظ لکھ کر الحدیث لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے مکمل حدیث نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اس کے باوجود اثری صاحب کا یہ کہنا کہ روایت ادھوری بیان کی ہے اس کو دجل کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ اپنے اس دجل سے توجہ ہٹانے کے لیے اثری صاحب نے حاشیہ میں یوں لکھ مارا کہ مولانا صفدر صاحب کی تعبیر کے برعکس مولانا بنوری مرحوم نے وضاحت فرمائی ہے حالانکہ مولانا بنوریؒ کی پوری بحث میں کہیں بھی اس کے خلاف نہیں ہے اگر ذرا بھی اس کا کچھ ثبوت ہوتا تو ضرور اثری صاحب اس وضاحت کو نقل کرتے مگر اثری صاحب نے اس خلاف کا اشارہ تک نہیں دیا۔

اثری صاحب امام بخاریؒ کی ادھوری ترجمانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۳۹۳ میں لکھا ہے لیکن امام بخاریؒ کا یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہ موقوفات ہیں اور مقابلہ میں صریح و صحیح و مرفوع روایات ہیں ان کے مقابلہ میں موقوفات کا کیا معنیٰ؟ الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مولانا صفدر صاحب کا دھوکہ بلکہ بدترین بددیانتی ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے آثار ہی نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت حضرت ذوالیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی بھی ذکر کی ہے۔ (محصلہ ص۱۸۲ و ص۱۸۳)

الجواب اثری صاحب حواس باختگی میں عجیب گل کھلاتے چلے جاتے ہیں یہاں بھی وہ اسی حواس باختگی کا ثبوت دے رہے ہیں ورنہ اگر وہ اس حالت سے نکل کر دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا تو مولانا صفدر صاحب نے مرفوع روایت ترک نہیں کی بلکہ اس روایت سے امام بخاریؒ کا استدلال ہی درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ روایت اس تشہد کے بارہ میں خاموش ہے اس میں نہ نفی ہے اور نہ اثبات۔ جب کہ کتب احادیث سے صحیح اور صریح روایات اس بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے پیش کی ہیں۔ امام بخاریؒ کا اس روایت سے استدلال ان کی اگلی روایت کو ساتھ ملا کر ہے جس میں ہے کہ سلمہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے سجدہ سہو کے بعد تشہد کے بارہ میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا یہ انداز بتاتا ہے کہ بعد والی روایت کو ساتھ ملا کر ہی وہ اس روایت سے استدلال کر رہے ہیں حالانکہ بعد والی روایت تو موقوف ہے اور موقوف روایت کو ملائے بغیر ان کا استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔ جب مدار استدلال کا موقوف پر ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جب یہ کہہ دیا کہ یہ موقوفات ہیں تو اس پر اثری صاحب کیوں واویلا مچا رہے ہیں اور کیوں اتنے سیخ پا ہیں؟ اگر ان میں جرأت تھی تو اس روایت کے الفاظ سے صراحت کے ساتھ ان کا استدلال واضح کرتے تاکہ کہا جا سکتا کہ جب استدلال واضح ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیوں چھوڑا ہے؟ اثری صاحب بات دلائل کی دنیا میں ہونی چاہیے، واویلا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اثری صاحب حدیث کی معنوی تحریف کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں تہجد و وتر میں دو رکعت کے بعد تشہد کے ثبوت میں مولانا صفدر صاحب نے صحیح مسلم ص ۲۵۱ ج ۱

کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیہا الا فی الثامنۃ فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم ینہض ولا یسلم ثم یقوم فیصلی التاسعۃ ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعو ثم یسلم۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے لیکن ساتویں، آٹھویں اور نویں رکعت میں یعنی جب وتر پڑھتے تو آٹھویں رکعت کے بعد التحیات تو پڑھتے لیکن سلام نہ پھیرتے اور راوی نے آٹھویں رکعت کے بعد خصوصیت سے قعود کا ذکر کیا ہے کہ یہ عام قعدوں سے جدا ہے ان میں سلام تھا اس میں نہیں۔ (خزائن السنن ص ۲۱۴)

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس میں معنوی تحریف کی ہے۔ (مجلہ ص ۱۸۴، ۱۸۵ ملخص)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے روایت کا لفظی ترجمہ تو کیا ہی نہیں بلکہ اس کا مفہوم بیان کیا ہے اور مفہوم بیان کرتے وقت اس روایت پر جو محدثین کرامؒ کی بحث ہے اس میں محتاط پہلو کو پیش نظر رکھا ہے کیونکہ (یہ بحث فتح الملہم ص ۳۰۳ ج ۲ میں دیکھی جا سکتی ہے) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہی اسی مسلم شریف ص ۲۵۴ ج ۱ میں تہجد کی نماز کے بارہ میں روایت ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوۃ العشاء وھی التی یدعو الناس العتمۃ الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدۃ۔ الحدیث۔

یہاں ہر دو رکعت کے درمیان سلام کی وضاحت ہے اور جس میں لا یجلس الا فی الثامنۃ کے الفاظ ہیں تو اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ جس طرح کا جلوس و قعدہ اس آٹھویں رکعت میں تھا باقی جلوس و قعدے اس طرح نہ تھے بلکہ ان کے آخر میں سلام بھی تھا۔ یہ توجیہ اس لیے کرنی پڑتی ہے تاکہ روایات کا

تعارض نہ ہو بلکہ ان کے درمیان تطبیق ہو جب ایک جگہ وضاحت ہے تو دوسری جگہ اس وضاحت کے مطابق ہی توجیہ بہتر ہوگی اس لیے یہاں توجیہ کو پیش نظر رکھ کر مفہوم بیان کیا ہے اور توجیہ کی جانب اشارہ بھی کر دیا ہے کہ راوی نے آٹھویں رکعت کے بعد خصوصیت سے اسلیے قعود کا ذکر کیا ہے کہ یہ عام قعدوں سے جُدا ہے ان میں سلام تھا اس میں نہیں۔ (خزائن السنن ص ۲۱۴)

اور نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی ان روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ ایک سلام کے ساتھ ان تمام رکعات کو ادا کرنا جائز تو ہے مگر افضل ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور عمل یہی ہے اور حکم بھی آپؐ کا یہ ہے کہ صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ۔ (السراج الوہاج شرح مسلم ص ۲۴۲ ج ۱)

جب حضرات محدثین کرامؒ کی توجیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور عمل کو پیش نظر رکھ کر یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے تو اس میں کونسی معنوی تحریف ہے؟ یہ صرف اثری صاحب کی ناسمجھی اور جہالت کا شاخسانہ ہے کہ اس کو تحریف سے تعبیر کر رہے ہیں۔

اثری صاحب اسی بحث میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محلی ابن حزم کے حوالہ سے یہ لکھا کہ علامہ ابن حزمؒ نے وتروں کی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے کے بارہ میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہی روایت پیش کی جو مسلم کے حوالہ سے گزری ہے حالانکہ یہ روایت مسلم کی نہیں بلکہ نسائی وغیرہ کی ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ یہ روایت نسائی کے علاوہ مستدرک ص ۳۰۴ ج ۱ میں علی شرط الشیخین موجود ہے۔ حوالہ نقل کرنے میں ہو سکتا ہے کہ نوٹ کرنے والوں سے غلطی ہو گئی ہو یا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم سے ہی ذہول ہو گیا ہو۔ انشاء اللہ العزیز حوالہ درست کر لیا جائے گا۔ روایت موجود ہے اس سے استدلال بھی درست ہے اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اُتو سیدھا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے یہ صرف تعصب کا اظہار ہے۔

اثری صاحب امام ابن القطان کی ادھوری عبارت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے بارہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت نقل کر کے بحوالہ العرف الشذی لکھا ہے کہ امام ابن القطانؒ نے کہا کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے درایہ میں ترک والی روایت کے بارے امام دارقطنیؒ کی تصحیح نقل کی ہے حالانکہ امام ابن القطانؒ کے الفاظ حافظ ابن حجرؒ نے اس طرح نقل کیے ہیں: قال ابن القطان هو عندي صحيح الا قوله ثم لا يعود ..... وكذا قال الدارقطني انه صحيح الا هذه اللفظة۔ (الدرایہ ص ۱۵۰ ج ۱) اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابن قطانؒ کے کلام میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر ثم لا یعود کے الفاظ صحیح نہیں مگر صد افسوس کہ اس حقیقت کے برعکس باور کرایا جاتا ہے کہ امام ابن قطانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (محصلہ ص ۱۸۷ و ص ۱۸۸)

الجواب اثری صاحب کو خود اعتراف ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے جو حوالہ دیا وہ درست ہے وہ لکھتے ہیں بلاشبہ علامہ کشمیریؒ نے العرف الشذی میں یہ فرمایا (ص ۱۸۷) اس اعتراف کے بعد اثری صاحب کا اعتراض اور الزام حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم سے ٹل کر علامہ کشمیریؒ کی جانب چلا گیا۔ مگر یقین جانیے کہ علامہ کشمیریؒ نے قطعاً امام ابن قطانؒ کی ادھوری عبارت نقل نہیں کی بلکہ ان کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں: مگر یقین جانیے امام ابن قطانؒ اور امام دارقطنیؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور پھر اس کے لیے الدرایہ کا حوالہ دینا محلِ نظر ہے۔۔۔ الخ (ص ۱۸۷) ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا کر دجل کا مظاہرہ کر رہے ہیں اس

لیے کہ علامہ کشمیریؒ نے امام ابنِ قطانؒ کا قول الدرایہ کے حوالہ سے نہیں بلکہ براہ راست ان کی کتاب "الوہم والایہام" سے پیش کیا ہے اور الدرایہ کا حوالہ صرف امام دارقطنیؒ کی تصحیح کے بارہ میں ہے۔ اثری صاحب کم از کم خزائن السنن کی عبارت ہی غور سے پڑھ لیتے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں اہلِ علم جانتے ہیں کہ الدرایہ علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ کا اختصار ہے اور پھر نصب الرایہ کی عبارت اثری صاحب نے پیش کی۔ اہلِ علم سے درخواست ہے کہ وہ اثری صاحب کی پیش کردہ نصب الرایہ کی عبارت نصب الرایہ سے دیکھیں اور پھر علامہ ابنِ حجرؒ کا اختصار اور اثری صاحب کا واویلا سُنیں تو ساری حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قصور کس کا ہے؟ نصب الرایہ کی عبارت سے واضح ہے کہ امام ابن القطانؒ نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام ابن مبارکؒ سے ذکر کیا ہے کہ وکیع کی حدیث صحیح نہیں اور میرے نزدیک وہ صحیح ہے۔ (اس کے بعد امام ابنِ قطانؒ نے اس کی وجہ بتائی کہ ابنِ مبارکؒ کے نزدیک صحیح کیوں نہیں۔ مرتب) اس میں انکار وکیع پر ہے ثم لا یعود کی زیادت ذکر کرنے میں..... الخ۔

اثری صاحب نصب الرایہ کی عبارت غور سے دیکھیں خواہ مخواہ لکیر کے فقیر نہ بنیں وانما النکر فیہ علی وکیع سے امام ابن قطانؒ، امام ابنِ مبارکؒ کے اس روایت کو صحیح نہ کہنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں نہ کہ اپنے عندی صحیح سے استثنار کر رہے ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے جو لکھا کہ: وقال ابن القطان ھو عندی صحیح الا قولہ ثم لا یعود۔ (الدرایہ) الا قولہ ثم لا یعود کے الفاظ قطعاً نصب الرایہ کی عبارت میں نہیں ہیں جن کو مدار رکھ کر اثری صاحب اعتراض کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں۔ امام ابن قطان کی

کتاب الوہم والایہام سے الا قولہ ثم لا یعود کے الفاظ یا نصب الرایہ کی عبارت سے جس کا اختصار علامہ ابنِ حجرؒ نے کیا ہے۔ الا قولہ ثم لا یعود کے الفاظ پہلے اثری صاحب ثابت کریں تو پھر امام ابنِ قطانؒ کی ادھوری عبارت کا الزام علامہ کشمیریؒ پر ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور الدرایہ کے حوالہ سے امام دارقطنیؒ کی تصحیح نقل کی ہے۔ یہ تصحیح الدرایہ میں موجود ہے باقی رہا یہ کہ انھوں نے ثم لا یعود کے الفاظ کی استثناء کی ہے مگر باقی حضرات کے برخلاف غلطی کی نسبت وکیعؒ کی جانب بھی نہیں کرتے تو استثناء کی وجہ کیا ہے؟ جب امام دارقطنیؒ قاعدہ کے مطابق حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور بلا وجہ استثناء کر رہے ہیں تو اس استثناء کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی بلکہ حدیث کی تصحیح کے ساتھ اس زیادتی کی تصحیح بھی ہو جائے گی۔

اثری صاحب محدث مبارک پوریؒ کی طرف غلط انتساب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ مبارک پوری صاحبؒ تحفۃ الاحوذی ص۲۶۱ ج۱ میں لکھتے ہیں کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مبارکپوری صاحبؒ نے کتاب القراۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام اسحٰق نے کہا ہے کہ اس اثر میں احتمال ہے کہ مراد وہ رکعت ہو جس کو مقتدی امام کے ساتھ بحالت رکوع پاتا ہے اس کی یہ رکعت قرأت کے بغیر ہی کفایت کرے گی۔ اور محدث مبارک پوری صاحبؒ نے ص۲۶۲ ج۱ میں صاف صاف لکھا ہے کہ میرے نزدیک راجح ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ جو امام کے ساتھ رکوع پالے وہ اسے رکعت شمار نہ کرے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں: بتلائیے اس وضاحت کے برعکس مولانا صفدر صاحب نے جو بات کشید کی وہ مولانا مبارک پوریؒ صاحب کا موقف ہے؟ قطعاً نہیں۔ (محصلہ ص۱۸۸، ۱۸۹)

الجواب اثری صاحب جب تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تحفۃ الاحوذی کا جو حوالہ دیا ہے، اس محولہ صفحہ میں موجود

ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے تو پھر کیسے غلط انتساب ہے۔ یہ بات بیشک درست ہے کہ انھوں نے کتاب القراۃ .. سے نقل کیا ہے مگر وہ حدیث کی شرح میں اس کو نقل کرکے اس کے کسی حصّہ کو ردّ بھی نہیں کر رہے اور نہ ہی اپنی اختلافی رائے کا اظہار کر رہے ہیں تو یہ کہنا کہ انھوں نے لکھا ہے کیسے ان کی جانب غلط نسبت ہوگی؟ حضرۃ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ تو نہیں لکھا کہ مبارک پوری صاحبؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ ص$\frac{۲۰۸}{۱۴۰}$ کا حوالہ معارضہ میں پیش کرتے۔ جو بات حضرۃ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھی ہے وہ تحفۃ الاحوذی کے محولہ صفحہ میں موجود ہے۔ اس کو غلط انتساب سے تعبیر کرنا صرف اثری سوچ کا نتیجہ ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارکپوری کی جانب خزائن السنن ص۴۲ میں بھی غلط انتساب کیا ہے۔ مولانا صفدر صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مبارک پوری صاحبؒ نے نسائی کے راویوں کو ثقہ کہا ہے حالانکہ وہ تو اس روایت کو شاذ کہتے ہیں۔ (محصلہ ص۱۸۹ و ص۱۹۰)

الجواب اثری صاحب کے اگر ہوش وحواس قائم ہوتے اور وہ بددیانتی پر ہی کمربستہ رہنے کی قسم نہ کھائے بیٹھے ہوتے تو ان کو خزائن السنن کے سوال وجواب سے نظر آجاتا کہ مولانا صفدر صاحب کیا باور کرانا چاہتے ہیں۔ ایک روایت پر امام نوویؒ نے اعتراض کیا کہ اس میں محمد بن اسحٰقؒ ہے تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ ایک سند میں محمد بن اسحٰقؒ ہے اور دوسری سند میں وہ نہیں ہے۔ اور اس پر تحفۃ الاحوذی کا حوالہ دیا کہ اس میں ہے کہ یہ روایت محمد بن اسحٰق کے واسطہ کے بغیر بھی ہے اور جو الفاظ حضرۃ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کیے وہ تحفۃ الاحوذی کے محولہ صفحہ میں موجود ہیں۔ اسکے باوجود غلط انتساب کے دعویٰ کا فیصلہ خود اثری صاحب اس وقت کریں جب

وہ اپنی اس مخصوص حالت سے باہر نکل آئیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنت میں شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ کی جانب غلط بات منسوب کی ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ ائمہ اربعہؒ کا اتفاق حجت ہے۔ (محصلہ ص۱۹۰ و ص۱۹۱)

الجواب عبارت کی غلطی تھی، اصل عبارت تھی خلفاء اربعہ کا اتفاق حُجّت ہے۔ قارئین کرام میں سے کسی نے توجہ بھی نہ دلائی۔ آگاہی کے بعد اس کو جدید ایڈیشن میں درست کرلیا گیا ہے۔ غلطی سے آگاہی کے بعد اسکی اصلاح اپنا فریضہ سمجھتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین کی طرح ہمارا "کوّا" سفید نہیں ہے۔ ہمارے ہاں "کوّا" سیاہ ہی ہے بشرطیکہ "کوّا" ہی ہو، کبوتر پیش کرکے "کوّا" منوانے کی کوشش نہ ہو۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ حازمی کی "کتاب الاعتبار" اور حافظ ابنِ تیمیہؒ کی تنوع العبادات کا حوالہ غلط دیا ہے۔ (محصلہ ص۱۹۱ تا ص۱۹۳)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنی تصانیف میں یہ انداز اختیار کیا ہے کہ ایک مضمون کی عبارت جو مختلف کتابوں میں ہوتی ہے ان کتابوں کا حوالہ دے کر ان میں سے کسی ایک کتاب کی عبارت نقل کرکے ساتھ لکھ دیتے ہیں: "واللفظ لہ" کہ الفاظ اس کتاب کے ہیں اور مضمون دیگر کتابوں میں بھی ہے۔ اسی کے مطابق حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بسم اللہ کے بارہ میں کہ یہ مکہ میں پہلے اونچی آواز سے پڑھی جاتی تھی اور بعد میں جہر کو ترک کردیا گیا۔ اس پر دو کتابوں کے حوالے دیئے ایک علامہ حازمی کی کتاب الاعتبار کا اور دوسرا حوالہ امام ابن تیمیہؒ کی تنوع العبادات کا اور عبارت یوں لکھی:

فائدہ علامہ الحازمیؒ کتاب الاعتبار ص۸ میں اور حافظ ابنِ تیمیہؒ تنوع العبادات ص۲۸ میں لکھتے ہیں۔ واللفظ لہ۔ (خزائن السنن ص۳۲۱، ص۳۲۲)

عبارت کا مطلب واضح ہے کہ اس مضمون کی روایت کتاب الاعتبار میں بھی
ہے اور تنوع العبادات میں بھی ہے مگر عبارت تنوع العبادات سے نقل کی جارہی ہے
اثری صاحب نے اس پر اپنی عقلِ نارسا سے اعتراض یوں کیا کہ یہ روایت کتاب
الاعتبار میں حضرت ابنِ عباسؓ سے نہیں ہے مگر اتنا اعتراف ان کو کرنا پڑا کہ اس
مضمون کی روایت ص۷۹ پر حضرت سعید ابن جبیرؓ سے موجود ہے صرف فرق یہ ہے کہ
یہ روایت ص۸۰ کی بجائے ص۷۹ پر ہے۔ جب یہ روایت کتاب الاعتبار میں
موجود ہے تو علامہ حازمیؒ کا حوالہ غلط کیسے ہوا؟ اگر یہ روایت کتاب الاعتبار میں
نہ ہوتی یا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا ہوتا کہ دونوں کتابوں میں
یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے تب تو اثری صاحب کی بات درست
ہوتی۔ جب ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو حوالہ کو غلط کہنا صرف
اثری سوچ ہے اس کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

اسی طرح اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کا حوالہ غلط دیا ہے یہ بھی
غلط ہے۔ اگر تنوع العبادات نایاب ہے تو علامہ ابن تیمیہؒ کا مجموع فتاوٰی تو ہر
جگہ مل سکتا ہے اس میں بسم اللہ کی بحث میں یہ روایت حضرت ابنِ عباسؓ
ہی سے نقل کی گئی ہے اور اسی روایت کے بارہ میں علامہ ہیثمیؒ نے فرمایا ہے:
رجالہ موثقون۔ جب حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت علامہ ابنِ تیمیہؒ سے
موجود ہے تو اس کے باوجود واویلا کرنا کہ حوالہ غلط دیا ہے۔ یہ اثری صاحب
کا کام ہی ہو سکتا ہے اور وہ اپنے کام کو باحسن طریق نباہ گئے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ حازمیؒ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ
کی جو روایت حضرت مولانا صفدر صاحب نے ذکر کی وہ ان کی کتاب میں قطعاً
نہیں۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے

وضاحت سے لکھا ہی نہیں کہ یہ روایت کتاب الاعتبار میں کس راوی سے ہے تو
عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھا کر خواہ مخواہ اثری صاحب نے بات کا بتنگڑ بنا
کر صفحات سیاہ کیے ہیں اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اثری صاحب کا نرالا انداز

ایک جانب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ کا حوالہ مولانا صفدر
صاحب نے غلط دیا ہے اور دوسری جانب لکھتے ہیں کہ ہم ان شاء اللہ ثابت کریں
گے یہ روایت قطعاً حسن نہیں۔ (محصلہ ص۱۹۳)

اثری صاحب کے نزدیک جب روایت موجود ہی نہیں ہے تو اس پر حسن
ہونے یا نہ ہونے کا حکم کیسے لگائیں گے؟ اس عبارت سے تو واضح ہوتا ہے
کہ اثری صاحب تنوع العبادات کے مختلف نسخوں یا اس کی نایابی سے فائدہ اٹھا
کر چکر دینا چاہتے ہیں۔ ورنہ عبارت ظاہر کر رہی ہے کہ روایت ان کے نزدیک
بھی موجود ہے تب ہی تو اس پر حسن نہ ہونے کا حکم لگانے پر کمربستہ ہیں، اور
خواہ مخواہ چکر دینے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں۔

پیچ و تاب

اثری صاحب ص۱۹۴ میں عنوان قائم کرتے ہیں محدث گوندلویؒ کے
کلام میں مجرمانہ تصرف، اس کے تحت انھوں نے مقام ابی حنیفہؒ
ص۶۶ کا ایک حوالہ دیا ہے کہ خیر الکلام ص۲۹۴ میں لکھا ہے۔ جب اہلِ کوفہ کی
نقل صحیح نہیں تو تطبیق کی بھی ضرورت نہیں۔ مقام ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ کیا
ہی اکسیر نسخہ ہے کہ جب بھی کوئی کوفی راوی حدیث میں آجائے تو یہ کہہ دو کہ یہ
کوفی ہے تطبیق کی کیا ضرورت ہے۔ (محصلہ)

اس گرفت پر اثری صاحب نے ص۱۹۴ تا ص۱۹۷ میں اپنے پیارے استاد
اور شیخ الحدیثؒ کے کلام کی لے شو اور مہمل تاویل کے لیے مارنیم جان کی طرح

پیچ وتاب کھائے ہیں مگر نہ تو اپنے استاد محترم کے ان الفاظ کا جواب دے سکے ہیں اور نہ انکار کر سکے ہیں۔ اِدھر اُدھر کی غیر متعلق باتیں لکھ کر کتاب کا حجم بڑھایا ہے۔ ایک ادنیٰ طالب علم بھی "جب اہلِ کوفہ کی نقل صحیح نہیں .... الخ۔" کا مطلب بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کوفہ کے جملہ راوی ناقابلِ اعتبار ہیں اور ان کی نقل صحیح نہیں۔ یہ اردو کے الفاظ ہیں، ترکی، چینی یا جرمن زبان کے الفاظ نہیں ہیں۔ اثری صاحب کو اگر ان الفاظ کا مطلب سمجھ نہیں آیا تو کسی پرائمری ماسٹر سے ہی پوچھ لیں۔ اگر اثری صاحب کو کوئی مطلب سمجھانے والا پرائمری ماسٹر میسّر نہ ہو تو ہم سے رابطہ کریں ہم ان کو ایسے پرائمری ماسٹر کا پتہ بتائیں گے جو ان کو نہ صرف اچھی طرح اس عبارت کا مطلب سمجھا دے گا بلکہ اگر اثری صاحب کی خواہش ہوئی تو انشاء اللہ ان کو اگلے پچھلے سبق بھی یاد کرا دے گا۔

نقل جرح میں تصرفات

"نقل جرح میں تصرفات" کا عنوان قائم کر کے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کسی راوی پر جرح نقل کرنے میں انتہائی ناروا انداز اختیار کرتے ہیں بلکہ اپنے مخالف روایت کی وجہ سے جرح کا گھسا پٹا اور شاذ قول بھی ذکر کرنے سے اجتناب نہیں کرتے اور مختلف فیہ راویوں کے بارے میں ان کی قلم کی کاٹ کا اندازہ آپ یہاں حسبِ ذیل مثالوں سے کر سکتے ہیں:

اور پھر اثری صاحب نے نقل کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک روایت کے بارہ میں لکھا کہ اس کی سند میں حسبِ تصریح علامہ ہیثمیؒ "علی ضعف فی بعضھم" بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں .... الخ۔

اس پر اثری صاحب نے تین باتیں کیں۔ پہلی بات یہ کہ علامہ ہیثمیؒ نے رجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم کہا اور مولانا صفدر صاحب نے رجالہ وثقوا کو ذکر نہیں کیا۔ دوسری بات یہ کہ علی ضعف فی بعضھم کا ترجمہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں، درست نہیں بلکہ اس کا ترجمہ ہے ان میں سے بعض میں ضعف ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ روایت کو ضعیف باور کرانے کے لیے یہ ترجمہ کیا اور اسی وجہ سے رجالہ وثقوا کے الفاظ حذف کیے ورنہ ایک مبتدی بھی سمجھتا ہے کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں تو رجالہ وثقوا کا کیا مقصد؟ (محصلہ ص ۱۹۸)

الجواب اگر رجالہ وثقوا کو ذکر نہ کرنے کی وجہ سے علی ضعف فی بعضھم کے مفہوم میں فرق آتا تو یقیناً ان الفاظ کا چھوڑنا جرم

ہوتا مگر ان کے ترک سے قطعاً علیٰ ضعف فی بعضھم کے مفہوم میں فرق نہیں آتا۔ اثری صاحب کا اپنا ترجمہ یہ ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض میں ضعف ہے۔ مطلب واضح ہے کہ تمام راوی ایک درجہ کے نہیں بلکہ بعض میں ضعف ہے انہی بعض کو باقی راویوں سے علی ضعف فی بعضھم کہہ کر علامہ ہیثمی رحمہ اللہ سے علیحدہ کیا اور ان ہی کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم یوں تعبیر کر رہے ہیں کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں تو رجالہ وثقوا کے الفاظ نہ ذکر کرنے سے کیا فرق پڑا؟ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علیٰ ضعف فی بعضھم کا ترجمہ درست نہیں کیا بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض میں ضعف ہے۔ عجیب بات ہے جس میں ضعف ہوگا اس کو کیا کہیں گے؟ اس کو ضعیف نہیں کہیں گے تو کیا اسس کو اثری کہیں گے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ایک مبتدی بھی سمجھتا ہے کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور نہیں کہہ سکتے اور اس فرق کو تو مبتدی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے تو ہم اس پر اثری صاحب سے یہی کہیں گے کہ بقول شما اگر اس فرق کو مبتدی سمجھ سکتا ہے تو آپ کے استادِ محترم محدث گوندلوی رحمہ اللہ کیوں نہیں سمجھ سکے جو یہ لکھتے ہیں اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی فی نفسہٖ ثقہ ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کی نسبت کم درجہ کا ہوتا ہے، تو اس درجہ کی کمی کا اظہار ضعیف کہنے سے کر دیتے ہیں۔ (خیر الکلام ص۲۳۲) اثری صاحب اپنے استادِ محترم رحمہ اللہ کی عبارت کو غور سے پڑھیں جو بیک وقت راوی پر ثقہ اور ضعیف کا اطلاق درست قرار دے رہے ہیں۔ کیا وہ اس فرق کو نہیں سمجھ سکے تھے یا اثری صاحب اپنی جہالت کے گل کھلا رہے ہیں فیصلہ قارئین کرام کریں۔

اثری صاحب نے یہاں بھی بے چارے بریلویوں کی وکالت کی جو ندا غیر اللہ کے جواز کے لیے اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث

صاحب دام مجدہم نے واضح کیا کہ اس کے راوی ایسے نہیں کہ ان کی روایت کو قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے مقابلہ میں تسلیم کیا جا سکے اور پھر یہ بھی کہ یہ روایت منقطع ہے جو حضرات محدثینِ کرام کی اصطلاح میں ضعیف ہوتی ہے۔ مگر اثری صاحب وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں مگر روایت کو چونکہ بہر حال ضعیف باور کرانا ہے.. ... الخ۔ ہم اثری صاحب سے کہیں گے کہ آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی اس روایت کو ضعف سے نہیں نکال سکتے اور نہ ہی وہ طبقہ اس کو صحیح ثابت کر سکا؛ جن کی آپ وکالت کر رہے ہیں۔

عبد الحمید بن جعفر رحمہ اللہ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن میں عبد الحمید بن جعفر رحمہ اللہ کو ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ وہ سننِ اربعہ اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور بہت سے محدثین رحمہم اللہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ اثری صاحب نے ان کے حوالے بھی دیئے اور نصب الرایہ کا بھی حوالہ دیا کہ اس میں ایسا ضعف نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی حدیث کو رد کر دیا جائے۔ (مسلک احناف ص۱۹۹ تا ص۲۰۳)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی جہالت کا شکار ہیں کہ قدری ہونا یا ربما اخطأ کی جرح سے راوی کو ضعیف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن یہ بات پہلے باحوالہ گزر چکی کہ اس سے راوی کا درجہ اعلیٰ باقی نہیں رہتا اور اسی درجہ میں اس کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ اثری صاحب کے استادِ محترم محدث گوندلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کسی راوی کے متعلق ضعیف کا لفظ کبھی دوسرے راوی کے لحاظ سے بھی بولتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سے کم مرتبہ ہے۔ (خیر الکلام ص۴۹) اور نصب الرایہ کا جو حوالہ اثری صاحب نے دیا اس میں بھی یہ ہے کہ اس میں ضعف تو ہے مگر ایسا نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے۔ ثقہ ہونے کے باوجود اس میں ضعف ہو سکتا ہے۔ نیز نصب الرایہ کے یہ الفاظ بھی اثری صاحب نے نقل کیے ولکن

اور صالح الحدیث کہہ دیا ہے اور اسی طرح امام ابن حبانؒ کے الفاظ کان یخطئ کا تعلق اس کی احادیث سے ہے جب کہ اس کا ثقات میں ذکر کرنا ذات کے لحاظ سے ہے تو اس میں کون سے دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے؟ دجل و فریب سے تو کام خود اثری صاحب لے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو محدثین کرامؒ کے قواعد اور اثری صاحب کے استاد محترمؒ کے مسلّمات کی روشنی میں یہ طریق اختیار کیا ہے۔ اثری صاحب اگر اپنی جہالت کے باعث اس کو دجل و فریب سے تعبیر کریں تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

مختلف تناقضات کا الزام

اثری صاحب نے مختلف تناقضات کا عنوان قائم کر کے اپنے زعم کے مطابق چند مثالیں قائم کی ہیں جن سے انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب کی عبارات میں تناقض ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ اثری صاحب تضاد، تعارض، تناقض اور تطبیق کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے۔ مثالیں تو بے شمار ہیں مگر ہم قرآن کریم سے بظاہر تعارض و تضاد کا شبہ اور پھر اس کی تطبیق عرض کرتے ہیں۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ اس آیت سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا ہر فرد سے نیک ہو یا بد کلام کرنا اور گفتگو ثابت ہوتی ہے اور دوسرے مقام میں ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ اس آیت سے برے لوگوں سے گفتگو کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ مفسرین کرامؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ شفقت، رحمت اور لطف کا کلام نہیں ہوگا بلکہ غضب اور غصہ کا ہوگا۔ اس مقام پر صرف لطف و رحمت کے الفاظ سے دونوں آیتوں میں تطبیق پیدا کر دی گئی ہے اس کی ضروری بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اثری صاحب کے الزامات کا تفصیلی جائزہ جوابات سمیت پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں آگ کے عذاب کی ممانعت کے بارہ میں محدث گوندلویؒ کے جواب میں لکھا ہے مؤلف مذکور نے اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ پہلے اجازت تھی پھر نہی وارد ہوئی اور پھر آپ نے منع فرمایا اور نہ نسخ کی بابت التقدیم و تاخیر کے ساتھ تاریخ بیان کی ہے اور خزائن السنن میں انھوں نے آگ سے

عذاب کے بارہ میں لکھا کہ اجازت منسوخ ہے۔ احسن الکلام اور خزائن السنن کی عبارات میں تناقض ہے۔ (محصلہ ص۲۰)

الجواب احسن الکلام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت سے دو باتیں نمایاں ہوتی ہیں ایک یہ کہ فریق مخالف کے وکیل گوندلوی صاحبؒ نے دلیل دینے وقت تمام تقاضوں کو پورا نہیں کیا ان کا حق تھا کہ وہ نسخ کو ثابت کر کے دلیل مکمل کرتے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور دوسری بات یہ نمایاں ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کو اس نسخ کا علم نہیں اس لیے وہ فریق مخالف سے دلیل مانگ رہے ہیں اور اس کے پیش نظر اثری صاحب اس کو تناقض کہہ رہے ہیں مگر تھوڑا سا غور کرنے سے ہی اس کا جواب مل جاتا ہے کہ احسن الکلام ۱۹۵۵ء میں لکھی گئی جب کہ خزائن السنن اس سے بہت بعد کی ہے۔ احسن الکلام لکھتے وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو یہ تحقیق نہ تھی مگر بعد میں تحقیق ہو گئی کہ نسخ ثابت ہے پہلے اجازت تھی بعد میں اس کی نہی آگئی۔ اس کو نہ تعارض کہتے ہیں اور نہ تناقض، کیونکہ اس کے ثبوت کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ زمانہ کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اثری طبقہ یہ کہے کہ اب جب کہ تحقیق ہو چکی ہے تو احسن الکلام کی عبارت کو نکال دینا چاہیے۔ مگر اس عبارت کو باقی رکھنے کا جواز پہلی بات باقی رہنے کی وجہ سے بدستور موجود ہے کہ فریق مخالف کے وکیل نے دلیل کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ شاید یہی اثری صاحب کو الجھن ہے جس نے ان کو بے قرار کر کے یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ عبارات میں تناقض ہے۔

دوسرا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ تقلید و اتباع ایک ہی ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ

تقلید اور ہے اور اتباع اور ہے۔ اور یہی بات اثری صاحب نے ملتا میں بھی کی اس کا جواب ص ۱۲۹ پر ہو چکا ہے۔

تیسرا الزام اثری صاحب قبر پر جریدہ گاڑنا کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن میں لکھا ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ میں سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ قبر پر جریدتین رکھنا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بریدہ اسلمیؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر جریدہ گاڑ دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نے تخصیص نہیں سمجھی تھی۔ اور راہ سنت ص۱۲۱ میں مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے: رہی حضرت بریدہ بن الخصیبؓ کی وصیت کہ میری قبر پر ٹہنی رکھ دینا تو اس سے استدلال کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انھوں نے انکساری سے اپنے کو گنہگار سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔

اثری صاحب لکھتے ہیں غور فرمائیے یہاں حضرت بریدہؓ کی اسی وصیت کو استدلال کے لیے کافی نہیں سمجھتے مگر خزائن السنن میں اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ کی نفی پر استدلال لاتے ہیں بلکہ یہ کہ صحابہؓ نے تخصیص نہیں سمجھی۔ بتلائیے اس تعارض کو ہم کیا نام دیں؟ (محصلہ ص۲۱)

الجواب ہم نے پہلے ہی واضح کر دیا کہ اثری صاحب تعارض کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے اس لیے کہ تعارض کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ حیثیت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ اثری صاحب اگر اپنے استاد محترم کی کتاب کا ہی بغور مطالعہ کر لیتے تو ان کو یہ بات نظر آجاتی وہ لکھتے ہیں کہ تعارض تو تب ہوتا جب ایک ہی حیثیت سے ثقہ اور ضعیف کہا جاتا بلکہ ثقہ کہنے کی وجہ اور ہے اور ضعیف کہنے کی اور وجہ ہے۔ (خیر الکلام ص۲۲۱، ۲۲۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ تعارض کے لیے حیثیت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی جن کتابوں سے عبارتیں پیش کی ہیں دونوں میں حیثیت جُدا جُدا ہے۔ خزائن السنن کی عبارت میں بحث گنہگار میت کے لیے وضع جریدتین کے بارہ میں حضرات محدثین کرامؒ کا اختلاف مذکور ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی یا کہ اب بھی ان ٹہنیوں کو رکھا جاسکتا ہے؟ تو استدلال خصوصیت کے بارہ میں ہے۔ اور راہِ سنت میں بزرگوں اور ولیوں کی قبور پر پھول ڈالنے کے جواز پر اس روایت سے استدلال کے بارہ میں بحث ہے۔ ہم راہِ سنت کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے اثری صاحب نے اقتباس پیش کیا ہے۔ وخامسًا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور خیر القرون سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر سبز ٹہنی رکھی ہو اور پھول ڈالے ہوں۔ رہی حضرت بریدہؓ بن الحصیب کی وصیت کہ میری قبر پر ٹہنی رکھ دینا تو اس سے استدلال کافی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انھوں نے انکساری سے اپنے کو گناہ گار سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا خیر القرون میں کسی نے کسی کو ولی اور بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر ٹہنیاں رکھی ہیں... الخ۔ (راہِ سنت ص۱۹۹) یہاں اس روایت سے استدلال کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر ٹہنیاں رکھنے کے بارہ میں ہے۔ جب دونوں عبارتوں میں استدلال کی حیثیت جُدا جُدا ہے تو اس کو تعارض کا نام دینا سراسر جہالت ہے۔ اثری صاحب کا دریافت کرنا کہ بتلائیے اس تعارض کو ہم کیا نام دیں؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کو اثری جہالت کا نام دینا انتہائی موزوں ہے۔

چوتھا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی راہِ سنت ۱۹۸ میں مذکور عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ جن دو آدمیوں کی

قبروں پر حضور علیہ السلام نے ٹہنیاں رکھی تھیں ان کے لیے عذاب کی تخفیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بنا پر ہوئی تھی سبز ٹہنیوں کی تسبیح کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور سماع الموتیٰ ص۲۴۷ میں مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ امام نوویؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ قبر پر کھجور کی ٹہنیاں رکھنے سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عند القبر قرآن اور تسبیح وغیرہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ یہاں اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر پر سبز ٹہنیوں کا تسبیح کرنا اور اس سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کے پاس قرآن و تسبیح پڑھنا درست ہے اور اس سے تخفیف عذاب ہوتی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں: بہرحال ایک جگہ سبز ٹہنیوں کی تسبیح کا انکار اور دوسری جگہ اس سے قبروں پر قرآن خوانی پر استدلال۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (محصلہ ص۲۱۱ وص۲۱۲)

الجواب اثری صاحب نے راہِ سنت کی عبارت کا خلاصہ پیش کرنے میں اپنے روایتی دجل کا مظاہرہ کیا ہے۔ راہِ سنت میں بحث اس بات پر ہے کہ تخفیف عذاب کا اصل سبب کیا تھا؟ حضور علیہ السلام کی شفاعت تھی یا کہ سبز ٹہنیوں کی تسبیح تھی؟ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے روایت پیش کر کے آگے لکھا ہے اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ تخفیف عذاب کا اصل سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تھی... الخ۔ (راہِ سنت ص۱۹۸) اور آگے جا کر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے لکھا ہے اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اصل سبب تخفیفِ عذاب کا ٹہنیوں کا سبز ہونا تھا... الخ (راہِ سنت ص۱۹۹) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارات سے واضح ہے کہ بحث اصل سبب کے بارہ میں ہے کہ اصل سبب کیا تھا؟ ایک چیز کو اصل سبب قرار دینے سے دوسری چیز کے سبب ہونے کا انکار لازم نہیں آتا

کہ سماع الموتیٰ کی عبارت کو تعارض میں پیش کیا جائے۔ راہ سنت کی عبارت میں سبز ٹہنیوں کی تسبیح کو اصل سبب ماننے سے انکار ہے جب کہ سماع الموتیٰ میں مذکور عبارت میں ان کو تخفیفِ عذاب کا سبب ماننے کا ثبوت ہے تو اس میں عقلاً کے ہاں تو کوئی تعارض نہیں مگر اثری صاحب کو تعارض نظر آنا ان کی مجبوری ہے۔ اگر راہِ سنّت میں ٹہنیوں کی تسبیحات کو سبب ماننے سے انکار ہوتا یا سماع الموتیٰ میں ان دو آدمیوں کی قبروں پر ٹہنیوں کی تسبیحات کو اصل سبب قرار دیا ہوتا تو یقیناً تعارض ہوتا۔ جب ایسی صورت نہیں تو اس کو تعارض قرار دینا سراسر جہالت اور اصول سے ناواقفیت ہے۔

پانچواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماعِ موتیٰ کے بارہ میں المسلک المنصور اور الشہاب المبین میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ بعض روایاتِ معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوتِ سامعہ عطا فرمائی کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سُن کر حضرت نبویؐ میں عرض کر دیتا ہے...... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کو مولانا صفدر صاحب نے آنکھوں کی ٹھنڈک میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اثری صاحب مزید لکھتے ہیں: قارئینِ کرام غور فرمائیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے المسلک المنصور اور الشہاب المبین میں تو اس روایت کو تسلیم کیا بلکہ اسے معتبر اور صحیح بھی قرار دیا مگر التبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں اس کو ضعیف قرار دیا۔ یہ سارے پینترے محض مسلکی حمیت و عصبیت کی بنیاد پر تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ (محصلہ ص۲۱۲ تا ص۲۱۵)

الجواب

اثری صاحب یہاں بھی اپنا رواتی چکر چلا رہے ہیں ورنہ اُن کے سامنے یہ بات تو واضح ہو گی کہ الشہاب المبین اور المسلک المنصور میں یہ عبارت نقلِ حکایت کے طور پر ہے اور تبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اس روایت کے بارہ میں حضرات ائمہ محدثینؒ کے فرمودات کی روشنی میں اپنی رائے اور تحقیق ہے۔ نقلِ حکایت کی حیثیت اور ہوتی ہے اور اپنے نظریہ کے اظہار کی حیثیت اور ہوتی ہے ورنہ تو کوئی اثری یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) مسحور (سحر زدہ) بھی کہا ہے اور ان کو نبی اور رسول بھی کہا ہے اور دلیل دے کہ قرآن کریم میں ہے اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۔ (سورۃ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲) اور قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ ۔ (پارہ ۹ رکوع ۷) اور ان آیات کو تعارض کے طور پر پیش کرے۔ مگر اہلِ علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ پہلی آیت نقلِ حکایت کے طور پر ہے کہ فرعون نے اس طرح کہا تھا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ کلام فرمایا۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے الشہاب المبین اور المسلک المنصور میں جو فرمایا وہ نقلِ حکایت کے طور پر ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے ایک فتویٰ کی آڑ میں ان کا جو نظریہ بیان کیا جا رہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان کی اپنی عبارات سے اس کے خلاف ثابت ہو رہا ہے۔ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے الشہاب المبین ص۴۲ میں عنوان قائم کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ سے دھوکا دہی۔ اور المسلک المنصور ص۸۲ میں لکھتے ہیں جناب نیلوی صاحب خدارا بتائیں کہ آپ کے استادِ محترم کیا فرماتے ہیں اور آپ کیا کہتے ہیں؟ ان عبارات سے واضح

ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی عبارت نقل حکایت کے طور پر ہے جیب کہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں حضرت کی اس روایت کے بارہ میں حضراتِ محدثین کے فرمودات کی روشنی میں اپنی رائے ہے اس کو تعارض سے تعبیر کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ کتاب کا نام تبرید النواظر ہے التبرید النواظر نہیں کیونکہ یہاں تبرید پر الف لام درست نہیں ہے۔ اثری صاحب کو بحر الرائق اور البحر الرائق کا فرق تو نظر آگیا یہاں اس فرق سے کیوں آنکھیں بند کر لی گئیں۔

چھٹا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۳۲۹ میں علامہ ماردینیؒ اور علامہ عینیؒ کے حوالہ سے لکھا کہ والصواب ان الخبرین بالجهر بها والمخافتة صحیحان ... الخ۔ کہ آمین بالجہر اور بالسر دونوں کی روایات صحیح ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس پر کوئی گرفت نہیں کی اور مولانا صفدر صاحب نے تفریح الخواطر ص۲۹ میں لکھا ہے کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ مولانا صفدر کے ہاں آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کی روایات صحیح ہیں جبکہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص۳۳۲ میں اس کے بالکل برعکس لکھا کہ: الغرض آمین بالجہر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح اور قابل اعتماد سند سے مروی نہیں اگر کوئی روایت ہے تو وہ مجمع الزوائد کی روایت ہے لیکن اس پر جہر والوں کا عمل نہیں وہ تین مرتبہ نہیں صرف ایک مرتبہ کہتے ہیں .... الخ (محصلہ ص۲۱۵ تا ص۲۱۹)۔ (جبکہ اس روایت سے تین مرتبہ کا ثبوت ہے۔)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی چکر چلانے کی کوشش کی ہے، ورنہ خزائن السنن کی مسئلہ آمین کے بارہ میں بحث کا مطالعہ کرنے والا اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے کہ علامہ ماردینیؒ کا حوالہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو پیش کیا ہے اس میں آخری حصہ سے استدلال ہے کہ مختار آہستہ کہنا ہے کیونکہ اکثر صحابہ کرامؓ کا عمل اسی پر ہے اور پہلے حصہ کو بھی ذکر کر دیا تاکہ کوئی اثری یہ نہ کہے کہ آدھی روایت نقل کر دی باقی رہا یہ کہ پہلے حصہ سے اختلاف نہیں کیا تو یہ اثری صاحب کی جہالت ہے اس لیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ص۳۳۰ پر وہ روایت نقل کی ہے جو دارقطنی کے حوالہ سے علامہ ماردینیؒ نے نقل کرکے اس کو اسنادہ حسن کہا اور پھر علامہ ماردینیؒ نے فرمایا کہ جہر اور خفض کی دونوں روایتیں صحیح ہیں اس روایت کو ہی علامہ ماردینیؒ نے صحیح کہا اور اسی کو نقل کرکے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب دیا اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ آمین کی پوری بحث کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جب یہ لکھا کہ الغرض آمین بالجہر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح اور قابلِ اعتماد سند سے مروی نہیں ..... الخ (خزائن السنن ص۳۳۲) اس عبارت سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے اپنے نظریہ کا اظہار ہے اور اس واضح عبارت کے بعد بھی اگر اثری صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کریں کہ علامہ ماردینیؒ نے دونوں روایتوں کو صحیح کہا اور مولانا صفدر صاحب نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس کو دجل کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ اسی بحث میں اختلاف موجود ہے کہ علامہ ماردینیؒ دونوں روایتوں کو صحیح کہہ رہے ہیں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آمین بالجہر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح نہیں سوائے

مجمع الزوائد کی روایت کے۔ جب علامہ ماردینیؒ کے نظریہ کے برعکس حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنا نظریہ بیان کیا تو اس کو اختلاف نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

ساتواں الزام اثری صاحب صیغۂ تمریض کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام اور تفریح الخواطر اور اتمام البرہان میں لکھا ہے کہ قیل صیغۂ تضعیف و تمریض کا ہے اور تفریح الخواطر میں لکھا کہ بلا کسی واضح دلیل کے لفظ قیل کو ضعف پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں لہٰذا جب امر واقعہ یہ ہے تو مذکورۃ الصدر مقامات پر مولانا صاحب نے جو قیل کے بارے میں دفاعی پوزیشن اختیار کی ہے۔ وہ کہاں تک مبنی بر حقیقت ہے؟ (محصلہ ص۲۱۹ و ص۲۲۰)

الجواب اس اعتراض کا جواب تو اثری صاحب خود دے چکے ہیں جب کہ انھوں نے یہ لکھ دیا کہ مولانا صفدر صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ صیغے تمریض کے لیے موضوع نہیں بلکہ اس کا ضعف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا یا سیاق و سباق اور مقام سے حاصل ہوگا۔ (محصلہ ص۲۱۹) احسن الکلام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو فرمایا وہ یہ ہے۔ باقی علامہ ابوالحسن حنفی سندھی کے حاشیہ ابن ماجہ ص۱۲۵ کے حوالہ سے جو عبارت مؤلف خیر الکلام نے ص۴۹۴ میں اپنی تائید کے لیے نقل کی ہے: قیل یحتمل ...... الخ۔ تو لفظ قیل سے علامہ موصوف نے اس کی تمریض اور تضعیف کر دی ہے نہ وہ اس تاویل پر راضی ہیں اور نہ یہ ان کا قول ہے... الخ (احسن الکلام ج۱ ص۳۳۶ طبع سوم) اس عبارت سے واضح ہے کہ علامہ سندھیؒ کی عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ قیل تمریض و تضعیف کے لیے ہے اسی طرح تفریح الخواطر

میں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ علامہ نوویؒ کا جواب تسلی بخش نہیں ہے ایک تو اس لیے وہ اس کو قیل سے بیان کر کے خود اظہار تمریض کر رہے ہیں۔ (تفریح الخواطر ص۱۶۵) اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ علامہ نوویؒ کا عبارت پیش کرنے کا انداز ظاہر کرتا ہے کہ قیل ان کی اس عبارت میں تمریض و تضعیف کے لیے ہے۔ علامہ سندیؒ کی حاشیہ ابن ماجہ کی عبارت اور امام نوویؒ کی شرح مسلم کی عبارت کا مطالعہ کرنے والا بخوبی جان سکتا ہے کہ انکی عبارت کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان عبارات میں قطعاً یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قیل تمریض کے لیے موضوع ہے۔ جب یہ نہیں کہا تو پھر اس عبارت کو پیش کرنا کہ تفریح الخواطر میں لکھا ہے کہ یہ صیغہ تمریض کے لیے موضوع نہیں۔ اس کو معارضہ کا نام کیسے دیا جا سکتا ہے؟ تفریح الخواطر میں کہا ہے کہ سیاق و سباق وغیرہ سے معلوم ہوگا اور ان عبارات میں بھی سیاق و سباق اور مصنف کے انداز بیان کا لحاظ رکھ کر ثابت کیا ہے کہ ان مقامات میں یہ صیغہ تمریض کے لیے ہے اس کو معارضہ کا نام دینا صرف اور صرف اثری سوچ کا نتیجہ ہے۔ علم سے ذرا بھی مس رکھنے والا تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

آٹھواں الزام اثری صاحب نماز میں آمین کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن میں لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کو آمین کہنی چاہیئے اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آمین صرف مقتدی کہیں۔ امام نہ کہے اور ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل ترمذی کی روایت

اذا امن الامام فامنوا بیان کی۔ (خزائن السنن ص۳۳۲) اور لکھا کہ اس حدیث
سے امام مالکؒ کا جواب ہوجاتا ہے کہ امام کو بھی آمین کہنی چاہیئے اور خزائن السنن
ہی کے ص۳۲۹ میں فیض الباری ص۲۸۷ ج۲ کے حوالہ سے اذا امن الامام فامنوا
کے معنی نقل کیے ہیں کہ عندالمالکیہ معنی یہ ہیں کہ جب امام آمین کہلوائے یعنی ولا
الضالین پڑھے ... الخ۔ اس پر اثری صاحب گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
جب یہ تاویل درست ہے تو امام اور مقتدی کے لیے مالکیہ کے خلاف آمین کہنے
پر اسی کو استدلال میں پیش کیسے کرتے ہیں؟ انصاف کا پیمانہ یکساں ہونا چاہیئے
بے انصافی بہرحال غلط ہے۔ (محصلہ ص۲۲۰ و ص۲۲۱)

الجواب

ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ اثری صاحب تضاد اور تناقض کا مفہوم
ہی نہیں سمجھتے۔ جب قائل جدا جدا ہوں تو تضاد و تناقض کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود حضرت امام مالکؒ تو امام کے لیے آمین کہنے کے قائل نہیں
ہیں ہاں مگر ان کے مقلدین مالکیہ یہ تاویل کرتے ہیں اور ایسا ہوسکتا ہے کہ جزئیات
میں امام کا مسلک کچھ اور ہو اور اس کے مقلدین کا مسلک اس کے برعکس ہو۔
حضرت امام مالکؒ مؤطا ص۵۵ میں ایک عنوان قائم کرتے ہیں وضع الیدین
احدھما علی الاخری فی الصلوٰۃ اور اس کے اثبات کے لیے یہ روایت
پیش کرتے ہیں: من کلام النبوۃ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت
ووضع الیدین احدھما علی الاخری فی الصلوٰۃ یضع الیمنیٰ
علی الیسریٰ .... الخ۔ مگر آج بہت سارے مالکی ارسال ید کرتے ہیں
کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرات مالکیہ کی اس تاویل سے
ان کے نزدیک امام کا آمین کہنا کیسے ثابت ہوا؟ صرف یہ ثابت ہوتا ہے
کہ جب امام ولا الضالین پڑھے گا تو مقتدی سمجھ لیں گے کہ آمین کہنے کا

وقت آگیا ہے۔ گو امام خود آمین نہ کہے۔ اثری صاحب کا اس کو تعارض وتناقض سے
تعبیر کرنا ان کی جہالت ہے۔

نواں الزام اور عظیم دجل

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے
احسن الکلام ص۱۷۱ ج۲ کے حاشیہ میں کتاب القراءۃ
ص۲۳ کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیثوں لا صلوٰۃ
لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ بسند
صحیح ہیں اور پھر احسن الکلام ہی کے ص۵۹ ج۲ میں لکھا کہ حضرت ابن عمرؓ کی
روایت من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن کے بارہ میں لکھا کہ
اس کی دو سندیں ہیں ایک میں راوی کمزور ہیں اور دوسری سند میں اگرچہ عبدالرحیم
بن سلیمان، اسمٰعیل کا متابع ہے اور وہ خود ثقہ ہے مگر اس کی سند کمزور ہے۔ لہٰذا
اس کی متابعت کالعدم ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب القراءۃ کے اس
محولہ صفحہ میں پہلے اسمٰعیل بن عیاش کی روایت ہے اور پھر عبدالرحیم بن سلیمان کی
روایت ہے جس کو مولانا صفدر صاحب نے ص۱۷۱ کے حاشیہ میں بسند صحیح
لکھا ہے اب جس روایت کو وہ ص۱۷۱ میں سند صحیح کہتے ہیں تو اسی روایت کو
ص۵۹ ج۲ میں کمزور قرار دیتے ہیں۔ (محصلہ ص۲۲۱ و ص۲۲۲)

الجواب

اثری صاحب کی بدحواسی ان کی اپنی عبارت سے ہی نمایاں ہے
اثری صاحب کو اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت
غور سے دیکھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا دل گھبرانے لگ گیا تھا تو کم از کم اپنے
استاذ محترم محدث گوندلویؒ کی عبارت ان کی خیر الکلام ص۱۹۱ سے دیکھ لیتے کہ
بحث حضرت ابن عمرؓ کی کس روایت کے بارہ میں ہو رہی ہے۔ محدث گوندلویؒ
خداج والی روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پانچویں حدیث عبداللہ

بن عمرؓ سے آئی ہے اس کی ایک سند میں اسمٰعیل بن عیاش ہے جو متکلم فیہ ہے مگر دوسری سند میں عبدالرحیم بن سلیمان نے اس کی متابعت کی ہے جو ثقہ ہے... الخ۔ اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اپنے استادِ محترمؒ کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں کہ یہ بحث لاصلوٰۃ والی روایت کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ خداج والی روایت کے بارہ میں ہے اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۵۹ ج ۲ میں لکھی ہے۔ مگر اثری صاحب بدحواس ہو کر دونوں روایتوں کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۱۷ ج ۲ کے حاشیہ میں جس روایت کو بسندِ صحیح کہا ہے وہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ والی روایت کتاب القرأت کے اسی محولہ صفحہ میں اس سند سے ہے: اخبرنا ابوبکر بن الحارث الفقیہ انا ابو محمد بن حیان ثنا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمرؓ... الخ۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کی سند بھی یہی ہے۔ صرف عبید اللہ بن عمرؒ کے بعد عن ابی الزبیر عن جابرؓ ہے۔ (کتاب القرأۃ ص ۳۱) اثری صاحب نے اپنے سطحی قسم کے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے یہ دجل اختیار کیا ہے جو نہایت ہی مکروہ ہے۔ اور ایسی ہی بدحواسی اور کم فہمی کا ثبوت انھوں نے توضیح الکلام میں دیا ہے۔ اہلِ علم سے درخواست ہے کہ وہ خود دیکھ لیں کہ اصل روایت کیا ہے اور اثری صاحب نے اس کا رُخ پھیر کر کیسی تلبیس اور دجل کا ثبوت دیا ہے۔

دسواں الزام اثری صاحب مختلف فیہ راوی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱۷۱ ج ۱ میں لکھا ہے: مؤلف خیر الکلام کا اس کو مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حدیث

حسن کہنا محض اپنے دل کی تسکین ہے اور ان کا یہی وطیرہ ہے۔ اور اس کے برعکس احسن الکلام ص ۲۹۶ ج ۱ میں لکھا اور مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اس کی حدیث حسن تو ضرور ہے خود مؤلف مذکور (مؤلف خیر الکلام) لکھتے ہیں کہ مختلف فیہ آدمی کی حدیث حسن ہوتی ہے ___ اور اسی طرح اخفاء الذکر ص ۱۶ میں لکھا: "بعض محدثین نے ان کی توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہوگی اور ایسا مختلف فیہ راوی "قابلِ برداشت ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی"۔

اثری صاحب لکھتے ہیں اس تضاد فکری کا سبب محض مسلکی حمیّت ہے، جیسا کہ آپ صاف طور پر دیکھ رہے ہیں۔ (محصلہ ص ۲۲۲ و ص ۲۲۳)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی چکر دے رہے ہیں ورنہ یہ بات واضح ہے کہ احسن الکلام ص ۲۹۶ ج ۱ اور اخفاء الذکر کی عبارت میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اصولِ حدیث کا قاعدہ بیان کیا ہے اور اسی قاعدہ کے بارہ میں لکھا کہ اس کو مؤلف خیر الکلام بھی تسلیم کرتے ہیں جبکہ احسن الکلام ص ۱۷۱ ج ۱ کی عبارت میں بحث یہ ہے کہ مؤلف خیر الکلام اس قاعدہ کو یہاں جاری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ یہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوتا کیونکہ اس میں راوی کے مختلف فیہ ہونے کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ روایت موقوف ہے اور یہ بھی کہ اس کے راویوں کو یہ بھی یقین نہیں کہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے جو کہ صحابی ہیں یا یہ روایت حضرت ابوسلمہؒ سے ہے جو کہ تابعی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احسن الکلام کی مکمل عبارت ذکر کر دی جائے تاکہ قارئین کرام کے سامنے معاملہ واضح ہو جائے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم لکھتے ہیں۔ یہ اثر بھی موقوف ہونے کے علاوہ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن مسعود واقع ہے جس کی حقیقت آپ کو معلوم ہو چکی۔ مزید برآں رواۃ کو

اس کا پورا یقین بھی نہیں کہ یہ روایت حضرت ابو سلمہؒ (تابعی) سے ہے یا حضرت ابو ہریرہؓ سے۔ مؤلف خیر الکلام کا اس کو مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حدیث حسن کہنا۔ (ملاحظہ ہو خیر الکلام صفحہ ۳۳۲) محض اپنے دل کی تسکین ہے اور ان کا یہی وطیرہ ہے کہ اپنے مطلب کی ضعیف حدیثوں کو حسن کہہ کر دل بہلاتے ہیں۔ (احسن الکلام صفحہ ۲۱۴/۱۲۰ طبع سوم) قارئینِ کرام کے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہو گی کہ اس عبارت سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے قاعدہ بیان نہیں کیا بلکہ یہ ظاہر کیا ہے کہ اس قاعدہ کی آڑ میں مؤلف خیر الکلام نے جو اس روایت کو حسن کہا ہے وہ درست نہیں ہے جب کہ دوسری جگہ اصول حدیث کا قاعدہ بیان کیا ہے جب دونوں باتیں جُدا جُدا ہیں تو تعارض کس بات میں ہے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس تضاد فکری کا سبب محض مسلکی حمیت ہے تو ہم اس کا فیصلہ قارئینِ کرام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ مسلکی حمیّت کا ثبوت حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم دے رہے ہیں یا کہ اثری صاحب قدم بہ قدم مسلکی حمیّت اور تعصّب کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

گیارھواں الزام

اثری صاحب صحیح ابو عوانہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام صفحہ ۱۹۱/۱۲۰ میں لکھا ہے کہ صحیح ابو عوانہ کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ صحیح ابو عوانہ کے یہ ضعیف راوی کیسے ہو سکتے ہیں جو بتصریح محدثین صحیح ہے ..... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ہی میں صحیح ابو عوانہ کے راویوں عبید اللہ بن سعید اور مؤمل بن اسمٰعیل کو ضعیف قرار دیا ہے مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ابو عوانہ کے راویوں کو ثقہ تسلیم کر کے خود ہی اس کی متعدد مقامات پر مخالفت کی جاتی ہے اور انھیں ضعیف باور کرانے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ (محصلہ صفحہ ۲۲۳ و صفحہ ۲۲۴)

الجواب

اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا رہے ہیں ورنہ وہ اس قاعدہ سے بے خبر نہ ہوں گے کہ جن کتب میں صحت کا التزام کیا گیا ہے ان میں راوی کی حیثیت اور ہے اور اگر وہی راوی کسی دوسری جگہ آجائے تو اس کی حیثیت اور ہو گی اس کی مفصل بحث پہلے صفحہ ۹۳ پر گزر چکی ہے۔ جن روایات میں ان راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ صحیح ابو عوانہ کی روایات نہیں بلکہ عبید اللہ بن سعید والی روایت اور مؤمل بن اسمٰعیل کی روایت دونوں بیہقی سے ہیں۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ابو عوانہ کے راویوں پر جرح ابو عوانہ میں کرتے ہوئے کی ہوتی تو پھر تعارض ہوتا۔ جب یہ صورت نہیں ہے تو اس کو تعارض سے تعبیر کرنا بھی صرف اثری سوچ کا نتیجہ ہے۔ اگر اثری صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ ایک کتاب میں راوی کی حیثیت اور اور دوسری کتاب میں اس کی حیثیت اور کیوں ہے تو یہ اعتراض حضرات محدثین کرامؒ پر کریں جنھوں نے یہ سبق دیا ہے۔

بارھواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں لکھا ہے کہ قتادہؒ کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کی تدلیس مضر نہیں اور دل کا سرور میں ایک روایت کو ردّ کیا اور کہا کہ اس میں بعض راوی مدلس ہیں۔ حالانکہ مسند احمد کی روایت میں قتادہؒ کے علاوہ اور کوئی مدلس نہیں ہے۔ (محصلہ صفحہ ۲۲۴ تا صفحہ ۲۲۶)

الجواب

دل کا سرور میں روایت صرف اس وجہ سے ردّ نہیں کی گئی بلکہ اس کی اور وجوہات بالخصوص نصر بن عاصم کا عن رجل منہم سے روایت کرنا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ احسن الکلام میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ محدثین کرامؒ کا متفقہ فیصلہ کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں اور دوسری بات امام حاکمؒ کے حوالہ سے کہ قتادہؒ کا شمار طبقہ اولیٰ کے مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی کتاب میں

مضر نہیں ہے ان دونوں باتوں کا نتیجہ واضح ہے کہ صحیحین میں کسی کی بھی تدلیس مضر نہیں ہے بالخصوص قتادہؒ کی کہ ان کو امام حاکمؒ وغیرہ نے طبقہ اولیٰ کے مدلسین میں لکھا ہے اور دل کا سرور میں ہے کہ عن رجل منہم میں جب تک تعیین نہ ہو جائے کہ یہ کون تھا تو اس وقت تک یہ روایت مجہول ہو گی۔ نیز بعض راوی مدلس ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے اور عقیدہ کے اثبات کے لیے پیش کی جا رہی ہے۔ لہٰذا مدلس کی معنعن روایت ایسے اہم اور ڈبل معاملہ میں قابل التفات نہیں ہو سکتی۔ ہاں صحیحین میں تدلیس میں تدلیس کا حکم الگ ہے اگر بقول اثری صاحب مسند احمد میں قتادہؒ کے علاوہ کوئی اور مدلس نہیں تو تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے احسن الکلام میں پیش کردہ روایت صحیحین اور ابو عوانہ کی ہے جب کہ دل کا سرور میں پیش کردہ روایت ان کی نہیں۔ بلکہ مسند احمد اور طبقات ابنِ سعد وغیرہ کی ہے۔

احسن الکلام والی روایت میں سوائے تدلیس کے اور کوئی وجہ رد نہیں جبکہ دل کا سرور والی روایت میں اس تدلیس کے علاوہ شدید قسم کی وجہ رد موجود ہے اور پھر یہ بات بھی کہ احسن الکلام والی روایت سے عمل کا اثبات ہے جبکہ دل کا سرور والی روایت سے عقیدہ کا اثبات ہے۔ اس فرق کے باوجود اس کو تناقض و تعارض سے تعبیر کرنا صرف اثری صاحب کا کام ہی ہو سکتا ہے۔

تیرھواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموتیٰ میں لکھا کہ تلقینِ میت میں حنفیہ باہم مختلف ہیں جو گروہ سماع موتیٰ کا قائل ہے وہ تلقین کا بھی قائل ہے اور چونکہ دفن کے کے بعد بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں لہٰذا تلقینِ میت اسی پر مبنی ہے اور سماع الموتیٰ میں حضرت ابو امامہؓ کی وہ روایت بھی دلائل میں پیش کی جس میں

آتا ہے کہ دفن کے بعد میّت کو عند القبر یا فلاں بن فلانہ کہہ کر پکارا جائے اور اس روایت میں ہے کہ مُردہ دُعا دیتا ہے لیکن تم نہیں سمجھتے اور اس کو کہا جائے کہ تو توحید اور رسالت کی شہادت کی حالت میں جو دُنیا سے گیا ہے اس حالت کو یاد کر اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: انک رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمدؐ نبیا و بالقرآن اماما ..... الخ۔ اور راہ سنّت ص۲۲۸ میں لکھا ہے یہ یاد رہے کہ تلقین سے مراد سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا ہے نہ یہ کہ اہل بدعت کی طرح کلمہ وغیرہ پڑھ کر میت کو خطاب کیا جائے یہ خالص بدعت ہے اس لیے بحر الرائق وغیرہ کے الفاظ ہی اس کو متعین کر دیتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا اور زیارت کے علاوہ قبر کے پاس اور جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ خلافِ سُنّت ہو گا، سجدہ ہو یا طواف استمداد ہو یا اذان وغیرہ اور یہی ہم کہنا چاہتے ہیں ..... الخ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں غور فرمائیے راہِ سنت میں جس عمل کو خلافِ سنت قرار دیتے ہیں بلکہ صراحتاً جسے خالص بدعت ٹھہراتے ہیں، سماع الموتیٰ میں اسی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (محصلہ ص۲۲۶ تا ص۲۲۸)

الجواب: راہِ سنت کے پندرھویں ایڈیشن سے لے کر بیسویں ایڈیشن تک کو دیکھا گیا مگر ان میں وہ الفاظ نہیں جو اثری صاحب نے نقل کیے ہیں۔ ان میں الفاظ اس طرح ہیں۔ مگر یاد رہے کہ تلقین سے سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا مراد ہے جس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے ہے (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۴۹) اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی حکماً مرفوع ہے اس لیے بحر الرائق کے الفاظ ہی اس کو متعین کر دیتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا اور زیارت کے علاوہ قبر کے پاس اور جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ خلافِ سنت ہو گا... الخ (راہِ سنت ص۲۲۸) جب راہِ سُنت میں وہ الفاظ ہی نہیں جن کو مدار ٹھہرا کر اثری صاحب نے سماع الموتیٰ

کی عبارت سے تقابل اور تعارض پیش کیا ہے تو تقابل اور تعارض کیسے ہُوا ؟ یہ الفاظ کہ ؟! نہ یہ کہ اہلِ بدعت کی طرح کلمہ وغیرہ پڑھ کر میّت کو خطاب کیا جائے یہ خالص ہے " یہ الفاظ راہ سنّت میں نہیں ہیں اور ان کو مدار بنا کر اثری صاحب نے اعتراض کی عمارت قائم کی ہے اور یوں رقم طراز ہوئے . غور فرمائیے راہ سنّت میں جس عمل کو خلافِ سنّت قرار دیتے ہیں بلکہ صراحتاً جسے خالص بدعت ٹھہراتے سماع الموتیٰ میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں . . . الخ . جب وہ الفاظ جن کو مدار بنا کر اثری صاحب یہ حاشیہ آرائی کر رہے ہیں وہ الفاظ ہی راہ سنت میں نہیں تو اثری صاحب کے اعتراض اور حاشیہ آرائی کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی ۔

چودھواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموتیٰ صـ۲۹ پر شیخ بدرالدین بعلیؒ کے حوالہ سے لکھا کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے حالات کو جانتا ہے کیونکہ ان کے اعمال اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور جو کاروائی اس کے پاس کی جاتی ہے مُردہ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے . . . . الخ . مگر اس کے برعکس سماع الموتیٰ صـ۲۵۵ میں لکھا :
"اب اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر چپکے سے آکر سجدہ کرتا ہے یا خاموش رہ کر طواف کرتا ہے یا قبر پر نذر و نیاز ہی آکر رکھ دیتا ہے تو بزرگوں کو اس کی عبادت کی کیا خبر ہے ؟ اثری صاحب لکھتے ہیں اندازہ کیجئے کہ قبر کے پاس اس قسم کی عبادت کی تو صاحبِ قبر کو خبر نہیں مگر دوسرے اُمور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کاروائی اس کے پاس کی جائے مردہ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے ۔ (محصلہ صـ۲۲۸ و صـ۲۲۹)

الجواب

اثری صاحب نے اپنی دیانت کا یہاں جو خون کیا ۔ اس کی مثال اثری صاحب اپنے طبقہ میں سے تو یقیناً پیش کر سکیں گے مگر جن

لوگوں کے ہاں دیانت نام کی کوئی چیز موجود ہے ان میں اس کی مثال نہیں ملتی . علامہ بعلیؒ کے حوالہ کا کچھ حصہ اثری صاحب نے نقل کیا مگر اس عبارت کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنا نظریہ اور اس عبارت کی توجیہ جو بیان کی اس کو اثری صاحب نے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے . حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے اس کے دو صفحہ بعد ہی اپنا نظریہ یوں لکھا اگر ہماری توجیہ پسند آئے تو اس کو قبول کر لیں وہ یہ کہ ان عبارات میں رؤیت سے رؤیت بصری مراد نہیں ہے بلکہ رؤیت قلبی مراد ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں ۔ (سماع الموتیٰ صـ۲۱) اس وضاحت کے بعد بھی شیخ بعلیؒ کے حوالہ کو پیش کر کے دوسری عبارت سے اس کا تقابل پیش کرنا اثری دیانت میں تو ہو سکتا ہے مگر دیانت کو زندگی کا متاعِ عزیز سمجھنے والے حضرات کی دیانت اس کو یقیناً جائز اور درست نہیں سمجھتی ۔

پندرھواں الزام

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور صـ۳۴۶ میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں آہستہ سے درود شریف پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُن لیتے ہیں اور اخفاء الذکر صـ۷ میں انھوں نے لکھا ہے کہ پاس بیٹھے ہُوئے حضرت عمرؓ کی آواز کو بھی آپؐ نہیں سُن سکتے تھے تا وقتیکہ آپؐ دریافت نہ فرما لیتے کہ عمرؓ تم نے کیا کہا ؟ ۔ اثری صاحب ان دونوں عبارتوں میں تضاد ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب پاس بیٹھے ہوئے کی آواز نہیں سُن سکتے تھے تو قبر کے پاس سے درُود کیسے سُنتے ہیں ؟ اور نیز یہ کہ پست آواز کی درجہ بندی کیجئے ۔ (محصلہ صـ۲۲۹ تا صـ۲۳۱)

الجواب

محترم جناب اثری صاحب سے گزارش ہے کہ آپ دلیری کے ساتھ کھل کر بات کریں کیپسول میں نہ کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوٰۃ و سلام وغیرہ نہیں سُنتے ۔ اثری صاحب نے جو دو عبارتیں

پیش کی ہیں ان میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ صرف اثری صاحب کی کم فہمی ہے
قبر مبارک کے پاس آہستہ سے جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ اس انداز سے
پڑھتے ہیں اور یہ نیت اور ارادہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن لیں اور
بخاری ص۱۸ ج۲ کی روایت میں ہے کہ فما کان عمر یسمع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حتی یستفہمہ (الحدیث) یعنی حضرت عمرؓ آپ
سے غیر متعلق بات آہستہ اور ایسی پست آواز سے نکالتے اور ارادہ کرتے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنیں ہی نہیں جس پر آپ کو دریافت کرنے کی ضرورت
پیش آتی کہ کیا بات ہے؟ اور اس بیان سے پست آواز کی درجہ بندی
بھی معلوم ہوگئی کہ ایک پست اور دوسری پست میں فرق ہوتا ہے۔ جب غیر مقلدین
حضرات کے شیخ الکلؒ، قاضی شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ وغیرہ اور
اثری صاحب کے استاذ محترم محدث گوندلویؒ صاحب وغیرہ بھی عند القبر صلوٰۃ و
سلام کے سماع کے قائل ہیں تو ان کی اتباع میں اثری صاحب خود ہی عند
قبری میں عند اور پست آواز کی درجہ بندی کرلیں۔ شاید ہم بھی اتفاق
کرلیں مگر لفظ عند کی تحقیق کرتے وقت فاذکروا اللہ عند المشعر
الحرام اور ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام میں مذکور لفظ
عند کو ضرور ملحوظ رکھیں۔ شاید حضرت سہارنپوریؒ کے ذہن میں یہی یا ان سے
ملتے جلتے مضامین ہوں جس کی وجہ سے لفظ عند سے انھوں نے تعمیم
مُراد لی ہو۔

مختلف مُباحث مع چند لطائف

اثری صاحب یہ عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب بیشک
بالغ نظر مدرس اور علوم و فنون کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں مگر انسان ہیں بشری کمزوریاں
سبھی انسانوں میں ہوتی ہیں جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت مولانا صاحب
سے بھی اسی نوعیت کی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مگر بعض غلطیوں کا صدور باعث تعجب
بلکہ اضحوکہ ہوتا ہے ہم اسی نوعیت کے چند امور کا یہاں تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔
(محصلہ ص۲۳۲)

اثری صاحب کی اس عبارت سے ان کے روشن خیال بزرگ کے نظریہ
کی جھلک نظر آتی ہے ورنہ اہل السنّت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام
علیہم السّلام انسان ہونے کے باوجود بشری کمزوریوں سے پاک اور مبرا ہوتے
ہیں۔ اثری صاحب کا بلا انتشار اس عبارت کو لانا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس
معاملہ میں اپنے روشن خیال بزرگ کے نظریہ سے متاثر ہیں۔ اثری صاحب
نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی جانب جن اغلاط کی نسبت کی
ان کی تفصیل جوابات سمیت پیش کی جاتی ہے:

کتب اسماء رجال کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا
صفدر صاحب نے لکھا ہے
کہ میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب اور لسان المیزان وغیرہ کتابیں صحاح ستّہ
کے راویوں کے لیے وقف ہیں۔ دارمی صحاح ستّہ میں شامل نہیں اور یہ ضروری
نہیں کہ اس میں مندرج سب راوی ان کتابوں میں ہوں۔ اثری صاحب لکھتے

ہیں کہ یہ بات درست نہیں کہ میزان الاعتدال اور لسان المیزان صحاح ستّہ کے راویوں کے لیے وقف ہیں اور یہ تو حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے۔ (محصلہ ص۲۳۲ تا ص۲۳۴)

الجواب اثری صاحب نے خواہ مخواہ کیڑے نکالنے کی قسم کھا رکھی ہے ورنہ اگر وہ اس عبارت میں معمولی سا غور کرتے تو اس کو صحیح سمجھنے میں ان کو کوئی دقّت پیش نہ آتی۔ اثری صاحب نے وقف ہیں کو تو پلّے باندھ لیا مگر اگلی عبارت کا مفہوم اس کے ساتھ ملانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ پوری عبارت کا مفہوم پیش نظر رکھنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بالاستیعاب صحاح ستّہ کے راویوں کے لیے ہیں اور صحاح ستّہ کے علاوہ باقی کتابوں کے راویوں کا استیعاب نہیں ہے۔ اسی لیے تو آگے فرمایا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں مندرج سب راوی ان کتابوں میں ہوں۔ عبارت کے مجموعی مفہوم سے نتیجہ درست نکلتا ہے مگر اثری صاحب نے کیڑے ہی نکالنے تھے اس لیے انھوں نے یہی کام کیا ورنہ ان کے استاد محترم محدث گوندلوی کی تلقین تو یہ ہے کہ "مگر یاد رکھنا چاہیے حتّی الامکان اگر کوئی کلام کسی توجیہ سے صحیح بن سکتا ہو تو اس کو صحیح ہی سمجھنا چاہیے۔" (خیر الکلام ص۲۲۲) مگر اثری صاحب نے تمام باتوں کو نظر انداز کر کے صرف کیڑے نکالنے کا کارنامہ سرانجام دے کر اپنے سادہ قسم کے حواریوں سے داد تحسین وصول کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

منتقی الاخبار کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الذکر میں لکھا ہے کہ علامہ ابن جارود کی منتقی الاخبار مع النیل میں یہ بات ہے حالانکہ منتقی الاخبار علامہ ابن جارودؒ کی نہیں بلکہ علامہ ابن تیمیہؒ کی ہے۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب، دام مجدہم نے جو حوالہ دیا ہے وہ حوالہ تو اثری صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس روایت کے بارے میں جو ص۳۱۶ ج۲ کا حوالہ دیا وہ منتقی الاخبار مع النیل میں بلاشبہ موجود ہے۔ ۔ ۔ الخ۔ حوالہ درست ہے مصنف کے نام میں غلطی لگ جانا یا لکھتے وقت ذہول ہو جانا کوئی بعید بات نہیں۔ عبارت کو آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ العزیز درست کر لیا جائیگا۔

ذخائر المواریث کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ شوق حدیث میں مولانا صفدر صاحب نے علامہ عبد الغنی کی کتاب ذخائر المواریث کو موضوع احادیث کی کتابوں میں لکھا ہے حالانکہ یہ کتاب تو صحاح ستّہ اور مؤطا کے اطراف پر مشتمل ہے۔

اثری صاحب کی یہ بات درست ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ العزیز اصلاح کر لی جائے گی۔

یعقوبؒ کی معمریؒ سے روایت کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور ص۳۵۹ میں ایک سند کے بارے یہ لکھا ہے کہ اس کی سند میں معمریؒ ہیں جن کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی اور ان سے روایت کرتے ہیں یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل۔ اور علامہ ابن عبد الہادیؒ محض تنگ بندی سے الصارم المنکی ص۲۱۱ میں لکھتے ہیں کہ یعقوبؒ کی معمریؒ سے لقاء نہیں لہٰذا سند متصل نہیں۔ اس کا جواب تسکین الصدور میں علامہ عبد الکافیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یعقوبؒ کی اپنے والد اسحٰق بن ابراہیمؒ سے جن کی ولادت ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ میں اور وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی) اور عمر بن شبہؒ سے بھی ان کی روایت ہے (جن کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی) جب یعقوبؒ کی ان سے روایت ہو سکتی ہے تو معمریؒ سے روایت بن ب

اشکال ہو سکتا ہے ؟ اثری صاحب لکھتے ہیں علامہ ابن عبدالہادیؒ کی تنقید پر مولانا موصوف کا یہ تبصرہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ لیکن موصوف نے اسے محض تنگ بندی قرار دیا مگر قابل غور بات یہ ہے کہ خود انھوں نے کیا فرمایا : المعمری ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے انہی سے یعقوب بن اسحٰق کے سماع کو علامہ ابنِ عبدالہادیؒ نے مشکوک قرار دیا، مگر اس کے جواب میں مولانا صاحب نے تو تنگ بندی کی انتہا کر دی۔ کیا خود انھوں نے یعقوبؒ بن اسحٰقؒ کا سن ولادت ذکر کیا ؟ قطعاً نہیں۔ پھر اسحٰق بن اسرائیل کا سنِ وفات ۲۴۰ھ اور عمرؒ بن شبہؒ کا سن وفات ۳۰۲ھ لکھا گیا یہ ۱۸۲ھ سے پہلے ہے یا بعد ؟ یہ بات تو تب درست ہوتی جب ان کا سنِ وفات المعمریؒ کی وفات سے پہلے ہوتا۔ (محصلہ ص۲۳۵ تا ص۲۳۷)

الجواب کتابت کی غلطی سے عمرؒ بن شبہؒ کا سنِ وفات ۳۰۲ھ لکھا گیا ہے مگر صحیح ۲۰۲ھ ہے۔ (تہذیب ص۴۶۱ ج۷) مگر اس پر اثری صاحب نے کوئی بات نہیں کی اور عجیب خبط کا شکار ہو کر لکھتے ہیں کہ یہ بات تو تب درست ہوتی جب ان (عمرؒ بن شبہؒ) کا سنِ وفات المعمریؒ کی وفات سے پہلے ہوتا یعنی لقاء اور سماع تب ثابت ہوتا جب کہ ایک استاد دوسرے استاد کی وفات سے پہلے مر چکا ہوتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے اثری صاحب کی تحقیق انیق۔ اور اس تحقیق پر ادارۃ العلوم الاثریہ کو بجا طور پر فخر کرنا چاہیئے۔

تسکین الصدور میں علامہ ابن عبدالہادیؒ کو جو جواب دیا گیا وہ واضح ہے کہ جب یعقوبؒ بن اسحٰقؒ کی روایت عمرؒ بن شبہؒ سے ہے جو المعمریؒ کا ہم زمانہ ہے۔ دونوں کی وفات میں صرف بیس ۲۰ سال کا فرق ہے تو تاریخی لحاظ سے اس سے روایت میں کیا اشکال ہے ؟ اگر اثری صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالہادیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ المعمریؒ کی وفات کے بعد یعقوب بن اسحٰق کی ولادت ہوئی ہے تو

اس کا ثبوت علامہ ابنِ عبدالہادیؒ نے تو پیش نہیں کیا اس لیے اس موقف کی وکالت کرنے کی وجہ سے اثری صاحب کا حق بنتا تھا کہ وہ اس کا ثبوت پیش کرتے۔ المعمریؒ کی وفات کے وقت یعقوبؒ کے والد اسحٰق کی عمر اکتیس یا بتیس سال بنتی ہے اور اتنی عمر کے آدمی کا بیٹا دس یا گیارہ سال کا ہونا کوئی ناممکن نہیں اور اتنی عمر روایت کے لیے قابلِ تسلیم ہے جب یہ ممکن ہے تو اس کو تسلیم کر لینے میں کیا مضائقہ ہے ؟ منصف صاحب کہ قاضی عیاضؒ جیسے محدث اور علامہ سبکیؒ اور سمہودیؒ جیسے عالم اس سند کو باسناد جید فرما رہے ہیں۔ اثری صاحب کے استادِ محترم محدث گوندلویؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں "باقی رہا یہ اعتراض کہ مکحول کا سماع محمودؓ سے ثابت نہیں، عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ صحت حدیث کے لیے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی۔" (خیر الکلام ص۲۲۳) اور یہاں تو صرف امکان ہی نہیں بلکہ قاضی عیاضؒ، علامہ سبکیؒ اور علامہ سمہودیؒ کا باسناد جید کہنا بھی موجود ہے۔ اس لیے قاعدہ کی رو سے تو تسکین الصدور کی مذکورہ عبارت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اثری صاحب نے صرف کیڑے نکالنے کا شوق پورا کیا ہے۔

تدریب الراوی کی عبارت کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تدریب الراوی کی عبارت کو نہیں سمجھا اور یہ لکھ دیا ہے کہ بعض نے محمد بن ربیع اور عبدالرحمٰن بن غنم کو صحابی سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں جبکہ اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن ربیع نے عبدالرحمٰن بن غنم کو صحابی سمجھ لیا حالانکہ وہ صحابی نہیں۔ (محصلہ ص۲۳۷ تا ص۲۴۰)

اس دو حرفی بات کے لیے اثری صاحب نے تین صفحات سیاہ کیے حالانکہ

تدریب الراوی کے مفہوم میں کوئی غلطی نہیں ہوئی بلکہ اس کے ایک جملہ کی تعبیر میں غلطی لگ گئی جو کہ موجودہ ایڈیشن میں درست کرلی گئی ہے۔

غلط ترجمہ و غلط تعبیر کا اعتراض

اثری صاحب غلط ترجمہ اور غلط تعبیر کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الریب ص۳۸۶ میں ایک روایت متابعت میں پیش کی جو محمد بن اسحٰقؒ سے ہے جس کو مولانا صفدر صاحب کذّاب اور دجّال قرار دیتے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضور علیہ السّلام کی بیماری کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائے مگر وہ اس وقت موجود نہ تھے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کے کہنے پر نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی تو آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کہاں ہے؟ ابوبکرؓ کی موجودگی میں کسی اور کا نماز پڑھانا اللہ تعالیٰ کو بھی منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔ نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے فصلّی بالنّاس تو اس کے بعد کی نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ فصلّی بالنّاس کا ترجمہ مولانا صفدر صاحب نے غلط کیا ہے کہ بعد کی نمازیں حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائیں حالانکہ اس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس میں اس کے بعد کی نمازیں کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ اس ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اور اس تکلّف کا پس منظر کیا ہے اس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ (مسلک ص۲۴۰ و ص۲۴۱)

الجواب

اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس معاملہ میں راوی قابل تسلیم ہو اس معاملہ میں اس کی متابعت بھی درست ہوتی ہے۔ محمد بن اسحٰق اگرچہ عقائد اور حلال وحرام جیسے معاملات میں قابل تسلیم نہیں مگر مناقب اور مغازی میں وہ قابل تسلیم ہے تو یہ متابعت بھی اسی معاملہ میں ہے۔ خواہ مخواہ اثری صاحب نے چکر دینے کی کوشش کی ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ فصلّی بالنّاس کا

ترجمہ غلط کیا ہے تو یہ ترجمہ تب غلط ہوتا جبکہ اسی نماز کو حضرت ابوبکرؓ نے دُہرایا ہوتا جو حضرت عمرؓ پڑھا چکے تھے۔ اثری صاحب کے اس اعتراض سے یہی نمایاں ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ یہی ہے تو وہ اپنے اس نظریہ پر کوئی دلیل تو دیتے تاکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے ترجمہ کو غلط قرار دیا جاسکتا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے وہ نماز نہیں دُہرائی جو حضرت عمرؓ نے پڑھائی تھی اور یقیناً نہیں دُہرائی تھی تو یہ ترجمہ اپنی جگہ بالکل درست ہے اور اسلوب حکیم کے طور پر ہے ورنہ لفظی ترجمہ کے بعد تو کوئی سوال کرسکتا تھا کہ وہی نماز پڑھائی یا بعد کی پڑھائی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اسلوب حکیم کے طور پر ترجمہ ہی ایسا کیا کہ کسی کو سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی .... الخ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث کے پڑھنے والوں کے ذہن کو تشویش سے بچانے اور ان کے ذہن میں سوال پیدا ہونے سے بچانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی کی وجہ سے یہ ترجمہ کیا گیا جو بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ مگر اثری صاحب نے بریلویوں کے خلاف پیش کردہ اس روایت پر اعتراض کرکے بریلویوں کی وکالت کا حق ادا کیا ہے۔

اثری صاحب کی پیش کردہ دوسری مثال

اثری صاحب اس کی دوسری مثال کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے علم غیب کے اپنے عقیدہ پر جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے جس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الریب ص۳۱۸ میں لکھا کہ اس کی سند میں اضطراب ہے بعض کتابوں میں صحابی کا نام عبداللہ بن مسعودؓ، بعض میں ابومسعودؓ اور

بعض میں ابن مسعودؓ انصاری ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خود لکھا کہ قرین قیاس یہ ہے، کہ یہ روایت ابو مسعودؓ انصاری سے ہے جب مولانا صفدر صاحب نے یہ اعتراف کرلیا تو بتلایئے اضطراب کے اعتراض کی کیا پوزیشن ہے؟

اور پھر مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ اس روایت میں ہے جب ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضور علیہ السلام نے منافقین کے نام لے کر ان کو مسجد سے نکالا تو جب منافق جارہے تھے تو حضرت عمرؓ آئے اور انھوں نے سمجھا کہ جمعہ ہو چکا ہے اور وہ حیا کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو جمعہ پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آرہا ہوں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ البدایہ اور مسند احمد کی روایات میں قطعاً اس کا ذکر نہیں کہ حضرت عمرؓ چھپتے پھرتے تھے بلکہ ان میں ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو سر جھکائے جارہا تھا اور وہ اس کو پہچانتے تھے حضرت عمرؓ نے پوچھا تمھارا کیا حال ہے؟ تو اس نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بتلا دیا تو انھوں نے کہا آج کے دن تمھارے لیے دُوری ہے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ان میں حضرت عمرؓ کے چھپنے کا ذکر تک نہیں۔ ہم پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ آخر یہ کن الفاظ کا ترجمہ یا ترجمانی ہے۔ (مھسلہ ص۲۴۱ تا ص۲۴۳)

الجواب اثری صاحب اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث میں واقعی اضطراب ہے مگر انکی یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ جب مولانا صفدر صاحب نے یہ اعتراف کرلیا کہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ روایت ابو مسعود انصاریؓ سے ہے تو اس اعتراف کے بعد اضطراب کے اعتراض کی کیا پوزیشن ہے؟ کیا کسی محدثؒ یا راوی یا ناقل کے اضطراب کی ان صورتوں میں سے کسی ایک پہلو کو دلیل سے ترجیح دینے کے بجائے صرف قرین قیاس کہہ دینے سے اضطراب ختم ہو جاتا ہے؟ اثری صاحب کی عبارت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

مولانا صفدر صاحب نے جب ایک پہلو کے بارہ میں کہہ دیا کہ قرین قیاس یہ ہے تو گویا اضطراب ہی باقی نہ رہا حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ یہ اثری صاحب کی ناواقفیت ہے۔ اس سے اضطراب ختم نہیں ہو جاتا۔ اس لیے اضطراب کے اعتراض کی پوزیشن وہی ہے جو اُصول کے مطابق ہونی چاہیئے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مسند احمد اور البدایہ کی روایات میں یہ الفاظ نہیں کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے لیے دیر سے آنے کی وجہ سے چھپتے پھرتے تھے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ حوالہ دیتے وقت عمدۃ القاری، تفسیر ابن کثیر، البدایہ، خصائص الکبریٰ اور روح المعانی پانچ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس واقعہ کا ذکر ان پانچ کتابوں میں بھی ہے کسی میں اختصار سے اور کسی میں تفصیل سے اور یہ الفاظ تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کے محولہ صفحات میں موجود ہیں۔

فاختبأ منهم استحياء انه لم يشهد الجمعة وظن ان الناس قد انصرفوا (تفسیر ابن کثیر ص۳۸۴/۲۲ وتفسیر روح المعانی ص۱۰۱/۱۱۲)

پس وہ (حضرت عمرؓ) ان سے چھپتے پھرتے تھے اس بات پر شرم محسوس کرتے ہوئے کہ وہ جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہوگئے ہیں۔

جب یہ الفاظ ان کتابوں میں موجود ہیں تو اس کے باوجود شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اثری صاحب کا اعتراض کرنا اور دریافت کرنا کہ ہم پوچھتے ہیں کہ آخر یہ کن الفاظ کا ترجمہ یا ترجمانی ہے یقیناً بے حیا باش وہرچہ خواہی کن کا عملی نمونہ ہے اثری صاحب یہ ان الفاظ کا ترجمہ ہے جو ان کتابوں میں موجود ہیں جن کا حوالہ مولانا صفدر صاحب نے دیا ہے جن کو دیکھتے وقت آپ کی آنکھوں میں تعصب کا موتیا اُتر آیا تھا اور آپ مسند احمد اور البدایہ کو تو دیکھ سکے تھے مگر روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر آپ کی نظروں

سے اوجھل ہوگئیں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ خود تفسیر ابنِ کثیر اور روح المعانی کے ان محولہ صفحات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کیا یہ الفاظ موجود نہیں؟ ہم اثری صاحب کی میٹھی بولی میں کہتے ہیں کہ اثری صاحب کیا مولانا صفدر صاحب نے تفسیر ابنِ کثیر اور روح المعانی کا حوالہ نہیں دیا؟ کیا یہ الفاظ ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں؟ جب انھوں نے حوالہ بھی دیا ہے اور الفاظ بھی ان کتابوں میں موجود ہیں تو اس کے باوجود آپ کا اعتراض کس قاعدہ کے تحت ہے؟ اس میں کون سی دینی خدمت ہے؟ کیا یہ مسلکی تعصب کا شاخسانہ نہیں؟ آخر بددیانتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

مکروہ تلبیس

ازالۃ الریب ص۳۱۸ میں تفسیر درمنثور ص۶۶ ج۶ کے حوالہ سے حضرت ابنِ مسعودؓ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس سے بریلوی حضرات نے اثباتِ علمِ غیب پر استدلال کیا ہے اس روایت پر سنداً و معناً تنقید تو ازالۃ الریب ہی میں ملاحظہ فرمائیں جو بالکل حق، صحیح اور باحوالہ ہے اور اس روایت میں منافقین پر گرفت بھی کی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ منافقین کے مفت کے وکیل یا درپردہ سازباز وکیل جناب اثری صاحب نے اس ضعیف روایت کے ساتھ صحیح مسلم ص۶۰ ج۱ اور ترمذی ص۲۱۵ ج۱ و ص۲۱۳ ج۲ کی روایت جو حضرت علیؓ کے بارہ میں انھی کے حوالہ سے مروی ہے: لَا يُحِبُّنِيْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِيْ اِلَّا مُنَافِقٌ۔ جوڑ کر اس پر عنوان قائم کیا ہے: "صحیح حدیث سے انکار" اور پھر اپنے مریض دل کی خوب بھڑاس نکالی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۲۴۳ و ص۲۴۴ محصلہ)

اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ محاورہ سنا کرتے تھے اور مشہور ہے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ اسی طرح اس مقام

میں جناب اثری صاحب بھان متی بنے بیٹھے ہیں حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی دو مختلف اسانید سے مروی روایات کو جوڑ کر صحیح اور ضعیف کا ملغوبہ بنا کر حق و باطل کو خلط ملط کرکے متعلق اور غیر متعلق کا فرق مٹا کر دل کا اُبال نکالا ہے۔ شاید انکے نزدیک دیانت، علمی تحقیق، ورع اور خدا خوفی اسی کا نام ہوگا۔ ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ازالۃ الریب میں بھی اس بحث کو بغور پڑھیں اور پھر جناب اثری صاحب کی رام کہانی بھی ملاحظہ کریں تو واضح ہو جائے گا کہ نہ تو ازالۃ الریب میں کسی صحیح حدیث کا انکار کیا گیا ہے اور نہ منافقوں کو چھوٹ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود اثری صاحب کے اس اقدام پر ہم ان ہی کے الفاظ میں کہتے ہیں کہ کیا ان کو ایسی لے پرکی ہانکنے کا حق حاصل ہے؟ اور کیا ان کے صاحب نظر اور محقق ہونے کی یہی شان ہے؟

اثری صاحب کی پیش کردہ تیسری مثال

اثری صاحب اپنے زعم کے مطابق مولانا صفدر صاحب کے غلط ترجمہ کی تیسری مثال یہ دیتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت یزید بن ثابتؓ کی روایت میں جس میں آتا ہے کہ حضور علیہ السّلام نے ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی مگر مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ دعائے جنازہ پڑھی۔ (محصلہ ص۲۴۴)

الجواب

اثری صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے اس قبر پر حضور علیہ السّلام کے نماز جنازہ پڑھنے کی نفی کی ہے حالانکہ ان کا یہ تاثر دینا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ وضاحت سے لکھ چکے ہیں کہ جن مواقع میں حضور علیہ السّلام سے قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے وہ اپنی حقیقت پر ہے جیسا کہ شہداءِ اُحد پر نماز جنازہ کی دلیل دیتے ہوئے

خزائن السنن ص۵۰۶ و ص۵۰۷ میں صراحت موجود ہے۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ حضرات محدثین کرام صلوٰۃ جنازہ کو بعض دفعہ دعاء جنازہ سے تعبیر کردیتے ہیں بلکہ حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں:

فخرج باصحابه فوقف علی قبرها فکبر علیها والناس خلفه ودعالها ثم انصرف ..... الخ (ابن ماجه ص۱۱۱)

پس آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ گئے تو اس عورت کی قبر پر کھڑے ہوئے پھر اس پر تکبیر کہی اور لوگ آپ کے پیچھے تھے اور آپؐ نے اس کے لیے دعاء کی پھر تشریف لے گئے۔

یہاں تو صحابی صلوٰۃ جنازہ کو دعاء جنازہ سے تعبیر کررہے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کی بات ہے تو پھر معاذ اللہ پہلے یہ اعتراض حضرت ابوسعیدؓ پر ہونا چاہیئے ہمارے ہاں تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں کیونکہ صلوٰۃ جنازہ کی تعبیر دعاء جنازہ سے کی جاسکتی ہے اس لیے نہ اعتراض حضرت ابوسعیدؓ پر ہے اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اثری صاحب نے صرف صحیح بات کا بتنگڑ بنانے کا چسکہ پورا کیا ہے۔

کلمات تحمل میں فرق کے بارے اعتراض

اثری صاحب حدثنا وحدثنی میں فرق اور اہل کوفہ کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مقام ابی حنیفہؒ ص۶۳ اور ص۶۴ میں سنن ابی داؤد کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام نفیلیؒ نے یہ حدیث بیان کرکے فرمایا بخدا یہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی ہے یعنی اس میں حدثنا اور حدثنی ہے اور پوری سند میں یہی اسلوب ہے اسی وجہ سے امام احمدؒ نے فرمایا کہ اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں کیونکہ وہ روایت

بیان کرتے ہیں حدثنا و اخبرنا کا اہتمام نہیں کرتے اور اہل بصرہ چونکہ اس کا اہتمام کرتے ہیں اس لیے ان کی حدیث میں نور ہے۔ مگر مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں اہل کوفہ حدثنا اور حدثنی میں فرق نہیں کرتے اس لیے ان کی حدیث میں نور نہیں اور اہل بصرہ ان میں فرق کرتے ہیں اس لیے ان کی حدیث میں نور ہے۔ (محصلہ ص۲۴۴ تا ص۲۴۹)

الجواب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے مؤلف حقیقۃ الفقہ اور مؤلف نتائج التقلید کی ناسمجھی اور خیانت کو آشکارا کیا ہے۔ اس لیے اثری صاحب کا بلڈ پریشر ہائی ہوگیا اور ان کی رگ عصبیت پھڑکنے لگ گئی جس کی وجہ سے وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت کو سمجھ ہی نہیں سکے ورنہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے وہی کچھ کہا ہے جو ان شارحین ابی داؤد نے کہا ہے جن کے حوالے اثری صاحب نے دیئے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے عبارت کے ترجمہ کے بعد اس کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اہل بصرہ حدثنا وحدثنی وغیرہ کے الفاظ میں فرق ملحوظ رکھتے ہیں اور اہل کوفہ اس فرق کو اہمیت نہیں دیتے۔ (مقام ابی حنیفہؒ ص۶۴)

عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ روایت کرتے وقت تحدیث اور غیر تحدیث کے کلمات تحمل کا فرق اہل بصرہ کرتے ہیں اور اہل کوفہ ان میں فرق نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک روایت الفاظ تحدیث سے ہو یا دوسرے الفاظ سے ہو ان میں کوئی فرق نہیں اور اہل بصرہ تحدیث کے الفاظ کو دوسرے الفاظ سے جدا سمجھ کر ان میں فرق کرتے ہیں اور یہی بات شارحین ابی داؤد نے کی ہے جن کے حوالے اثری صاحب نے دیئے ہیں۔ مولانا فخر الحسن گنگوہی کا حوالہ دیا کہ انھوں نے لکھا ہے: ای لعدم اهتمامهم فی کلمات التحمل بخلاف اهل

البصرۃ۔ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا حوالہ دیا کہ انھوں نے لکھا ہے المراد بنفی النور انھم لا یأتون بالاسانید علی وجھھا فلا یفرقون بین الاخبار والتحدیث والعنعنۃ الی غیر ذٰلک۔ اور محدث ڈیانوی کا حوالہ دیا کہ انھوں نے لکھا ہے: ولا یبالون ھل ھی بصیغۃ الاخبار او العنعنۃ ولا یفرقون بین مرتبۃ الاتصال والانقطاع والارسال ... الخ۔ جب یہ شارحین بھی وہی بات فرما رہے ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھی ہے تو اثری صاحب نہ جانے کس جہان میں پہنچ کر ان حوالہ جات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے برخلاف پیش کر رہے ہیں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اثری صاحب صرف مؤلف نتائج التقلید پر ہونے والی تردید پر حواس باختہ ہو کر ایسی باتیں کہہ گئے ہیں اور صفحات در صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔

عرضِ اعمال کی روایت کے اتصالِ سند کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عرضِ اعمال کی روایت تسکین الصدر ص ۲۴۴ میں پیش کر کے لکھا کہ علامہ ہیثمیؒ نے کہا رِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ علامہ سیوطیؒ نے کہا بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ اور علامہ زرقانیؒ، علامہ کشمیریؒ اور مولانا عثمانیؒ نے لکھا بِسَنَدٍ جَیِّدٍ۔ اس پر اعتراض ہوا کہ اس سے اتصال سند لازم نہیں آتا تو اس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ جب ذمہ داری سے علامہ ہیثمیؒ وغیرہ اس کو صحیح اور جید کہتے ہیں تو اُصولِ حدیث کی رُو سے صحت کے لیے اتصال سند بھی ضروری امر ہے۔ لہٰذا اتصالِ سند بھی ثابت ہے۔ اثری صاحب لکھتے کہ علامہ ہیثمیؒ نے رجالہ رجال الصحیح کہا ہے اس کو اتصالِ لازم نہیں انھوں نے صحیح نہیں کہا اور پھر یہ کہ

اگر کسی حدیث کی سند کو صحیح یا جید کہنے سے اس کا اتصال ثابت ہو جاتا ہے تو فاتحہ خلف الامام کی حدیث کو امام ابوداؤدؒ وغیرہ نے صحیح اور علامہ خطابیؒ وغیرہ نے اَسْنَادُہٗ جَیِّدٌ کہا تو یہ روایت ضعیف کیسے؟ اور اس کی سند میں انقطاع کیسے؟ مولانا صاحب کو چاہیئے کہ عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھیں۔ ہمیں شکوہ یہی ہے کہ موصوف اس کا اہتمام نہیں کرتے۔ (محصلہ ص ۲۴۹ و ص ۲۵۰)

الجواب

اثری صاحب نے اصولِ حدیث کی کتابوں سے یہ بات تو پڑھ لی کہ رِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ کے الفاظ سے لازم نہیں آتا کہ وہ روایت صحیح ہو کیونکہ اس میں موجود دوسرے علل کی تحقیق و تفتیش بھی ضروری ہے۔ مگر یہ بات ان کو نظر نہیں آئی کہ اگر کوئی علت اس میں نہ ہو تو اس کا حکم کیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی اور علت ثابت ہو جائے تو واقعی وہ روایت صحیح نہیں ہو گی مگر یہاں تو معترض نے کسی اور علت کی نشاندہی نہیں کی اور نہ ہی اثری صاحب کوئی علت بتا سکے ہیں تو اس روایت کو صحیح کہنے میں کیا اشکال ہے؟ اور جب علامہ کشمیریؒ جن کو اس روایت پر اعتراض کرنے والے صاحب ابنِ حجر ثانی قرار دیتے ہیں اور مولانا عثمانیؒ وغیرہ اس کو بسند جید کہتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ سند میں کوئی سُقم نہیں نہیں اس لیے کہ اگر کوئی سُقم ہوتا تو وہ اس کی نشاندہی کرتے اس کو بسند جید نہ کہتے۔ جب انقطاع بھی سند میں سُقم ہے اور یہ حضرات سند میں کسی قسم کا سُقم نہ ہونے کا قرار رہے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انقطاع نہیں بلکہ اتصالِ سند ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا بیان تو بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب کے پیٹ میں جو مروڑ اٹھا اس کو وہ چھپا نہ سکے بلکہ ظاہر کر ہی دیا کہ پھر فاتحہ خلف الامام والی روایت ضعیف کیسے؟ اثری صاحب وہ ضعیف اس لیے ہے کہ نماز جیسے اہم مسئلہ میں اس کا مدار محمد بن اسحٰقؒ پر ہے اور اس میں مکحولؒ مدلس ہیں نیز سند میں اضطراب ہے اس لیے ان علل کی موجودگی میں علامہ خطابیؒ وغیرہ کا اسنادہ جید

کتنا محلِ نظر ہے۔

اثری صاحب کا یہ شکوہ کہ مولانا صفدر صاحب کو چاہیئے کہ عدل وانصاف کا ترازو برابر رکھیں۔ یہ شکوہ بے جا ہے۔ مولانا صفدر صاحب کیا کریں کہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ روایت ہو جس کے بارہ میں علامہ کشمیریؒ جیسے حضرات لبسندِ جید فرمائیں اور کسی علت کی نشاندہی بھی نہ ہو اور رجالہ رجال الصحیح ہوں اور دوسرے پلڑے میں وہ روایت ہو جس میں محمدؒ بن اسحٰقؒ، مکحولؒ مدلّس اور سند کا اضطراب وغیرہ ہو تو مولانا صفدر صاحب ان دونوں کا وزن کیسے برابر کر سکتے ہیں؟ مولانا صفدر صاحب تو اس سے عاجز ہیں البتہ اثری صاحب ہو سکتا ہے کہ ڈنڈی مار کر کلو اور گرام کو برابر ثابت کرنے کا فن جانتے ہوں۔

چار رکعت نفل ایک سلام سے پڑھنے کے بارے اعتراض

اثری صاحب نے مسلکی حمیت کا شاخسانہ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت دو مثالیں پیش کیں:

پہلی مثال یہ پیش کی کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دن رات میں چار چار رکعت نفلی نماز ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک رات کو دو رکعت اور دن کو چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن میں امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے جو دلیلیں دیں ان میں ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے جس میں ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن۔ اور یہ روایت امام بخاریؒ نے قیامِ رمضان کے بارے میں ذکر کی ہے اور احناف کا آج بھی اس پر عمل نہیں کیونکہ وہ تراویح چار رکعت ایک سلام سے نہیں بلکہ دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔ نیز علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فرما دیا ہے کہ اس میں

ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں مگر صفدر صاحب اس کو دلیل کے طور پر پیش کر کے مسلکی حمیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (محصلہ ص۲۵۰ و ص۲۵۱)

الجواب اثری صاحب نے دجل کی انتہا کر دی ہے۔ امام بخاریؒ نے یہ روایت بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ کے تحت ذکر کی ہے صرف قیام رمضان کے بارہ میں نہیں جیسا کہ اثری صاحب کہہ رہے ہیں بلکہ وَغَيْرِهٖ کے الفاظ بھی ہیں جو ہر آدمی بخاری شریف ص۱۵۴ ج۱ میں دیکھ سکتا ہے اگر اثری صاحب تعصّب کی پٹّی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو یہ الفاظ ان کو بھی شاید نظر آجائیں اور امام مسلمؒ نے تو اس روایت کو صلوٰۃ اللیل کے تحت ذکر کیا ہے جب کہ تراویح کا باب وہ آگے جا کر اس سے علیحدہ قائم کرتے ہیں۔ باقی علامہ کشمیریؒ کا یہ فرمان کہ اقول انہ لیس بحجۃ لنا تو اس کی وجہ انھوں نے بیان فرمائی کہ اس حدیث میں اس معاملہ میں ابہام ہے اس کی صراحت نہیں کہ وہ ایک سلام سے چار رکعت تھیں اور اجمال کی صورت میں استدلال درست نہیں اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا کہ میرے نزدیک وہ ہیأۃ تراویح پر محمول ہے علامہ کشمیریؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس میں بیک سلام چار رکعت کا احتمال ہی نہیں۔ اور نہ ہی انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں۔ اثری صاحب نے انہ لیس بحجۃ لنا کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ عبارت کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھ کر اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ روایت ہمارے حق میں حجت (یعنی واضح دلیل) نہیں ہے کیونکہ اس میں ابہام ہے اور اسی بنا پر علامہ کشمیریؒ نے دیگر حضرات سے اختلاف رائے کیا جس کا ان کو حق حاصل تھا مگر اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ یہ روایت دلیل میں پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ اثری صاحب الزام تو مسلکی حمیت کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو دے

رہے ہیں مگر بخاری کے باب سے وَغَيْرِہٖ کے الفاظ کو نظر انداز کر کے اور علامہ کشمیریؒ کے انه ليس بحجة لنا کے الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے خود مسلکی حمیت کے جال میں پھنسے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

؎ الزام اوروں کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

دوسری مثال اثری صاحب نے مسلکی حمیت کا شاخسانہ کے تحت دوسری مثال یہ دی کہ مولانا صفدر صاحب نے العرف الشذی کے حوالہ سے نوافل کے دو یا چار بیک سلام پڑھنا افضل ہونے کے بارہ میں امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دوسری دلیل حضرت ابومسعودؓ کی روایت پیش کی ہے جو مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے اور خود علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے ماروی عن ابن مسعود موقوفا ولكنه مرفوع حكما بسند قوی ..... الخ۔ مگر مولانا صفدر صاحب مسلکی حمیت میں اس موقوف روایت کو مرفوع بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ (محصلہ ص۲۵۱ تا ص۲۵۳)

الجواب اثری صاحب نے اعتراض یہ کیا کہ العرف الشذی میں یہ روایت مرفوعاً قطعاً نہیں مگر خود ہی علامہ کشمیریؒ کی العرف الشذی کی عبارت پیش کر کے اپنے اعتراض کا جواب دے دیا۔ جب علامہ کشمیریؒ نے یہ فرمادیا کہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے تو اثری صاحب کے اپنے اعتراض کا جواب ہو گیا اور مرفوع حکمی کے بارہ میں حضرات محدثین کرامؒ کا نظریہ ہے جو علامہ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں بیان فرمایا کہ:

فله حكم ما لو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو مرفوع... الخ (شرح نخبۃ الفکر ص۹۲)	اس کا حکم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم کی روایت جیسا ہے، تو وہ مرفوع ہی ہے۔

جب علامہ کشمیریؒ نے ولكنه مرفوع حكماً فرمایا اور مرفوع حکمی حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک مرفوع ہی ہے تو اثری صاحب اعتراض کس بات پر کر رہے ہیں؟ ہاں اگر اثری صاحب یہ کہتے کہ اس کو مرفوع صریح سے جدا کرنے کے لیے مرفوعِ حکمی کی صراحت کر دینا بہتر تھا تب تو ان کی بات کا کوئی وزن ہوتا مگر ان کا یہ تاثر دینا کہ اس کو مرفوع کہنا ہی غلط ہے تو یہ ان کی اصول سے ناواقفی ہے۔ اثری صاحب ص۲۵۲ پر العرف الشذی کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ قارئین کرام ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اثری صاحب کی عربی دانی کی داد دیں:

تتبعت الكتب لاجد الرواية عن ابی حنيفة مثل الصاحبين ولكنى لم اجد مع التتبع الكثير ولو وجدت عنه لرجحت ولو شاذة۔	میں نے کتابوں کی ورق گردانی کی تاکہ امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت صاحبین کے قول کے موافق مل جائے لیکن تتبع کثیر کے باوجود مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی اور اگر میں ان میں سے کوئی روایت پالیتا تو اس کو ترجیح دیتا اگرچہ وہ شاذ ہی ہوتی۔ الخ

عبارت کا یہ ترجمہ قطعاً نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے کتابوں کی ورق گردانی کی تاکہ امام ابوحنیفہؒ کے اس نظریہ پر ان کی ایسی واضح روایت مل جائے جیسی روایت صاحبینؒ کے پاس ہے مگر تتبع کثیر کے بعد بھی مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی۔ (اسی وجہ سے علامہ کشمیریؒ صاحبینؒ کے نظریہ کو اس معاملہ میں راجح سمجھتے ہیں۔)

عبارت کا مفہوم کیا ہے اور اثری صاحب اس کا کیا ترجمہ پیش کر رہے ہیں بلکہ

محشی نے اس مفہوم کی جانب اشارہ بھی کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں حدیث کے لحاظ سے ترجیح صاحبینؒ کے مذہب کو ہے۔۔۔ الخ۔ اس کے باوجود اثری صاحب نے جو ترجمہ کیا وہ ان کی عربی دانی ہیں ان کے مقام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

حاشیہ ترمذی کے حوالہ کے بارے اعتراض

اثری صاحب ایک اور حدیث کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مسلک کی حمایت میں موقوف کو جس طرح مرفوع بنا کر پیش کیا اس کو پیشِ نظر رکھیں اور یہ بھی دیکھیں کہ اسی حمیت میں اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز مل جاتی ہے تو اسے قبول کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور اس پر مزید غور و فکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اور پھر اثری صاحب نے خزائن السنن کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت نقل کی جو مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ سے نقل کی جس میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھ لے اور پھر مسجد میں آئے اور وہاں نماز با جماعت ہو رہی ہو تو اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے سوائے فجر اور مغرب کے۔

اثری صاحب اس پر چند اعتراضات کرتے ہیں کہ :

(۱) مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ کے دوران بین القوسین طحاوی کا حوالہ دیا اور اس کا صفحہ درج کیا مگر حاشیہ ترمذی والے نے جو دارقطنی کا حوالہ دیا ہے مولانا صفدر صاحب نے دارقطنی کا صفحہ کیوں نہیں دیا ؟

(۲) کیا مولانا صفدر صاحب اور ان کے متوسلین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ طحاوی میں یہ روایت انہی الفاظ سے مرفوعاً ہے ؟ قطعاً نہیں۔ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

(۳) دارقطنی کے حوالہ سے یہ روایت ملّا علی قاریؒ، علامہ ابنِ ہمامؒ وغیرہ نے

بھی نقل کی ہے مگر انھوں نے کہا ہے کہ حدیث صریح ہے۔ یہ نہیں کہا کہ حدیث صحیح ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ سے حدیث صحیح کہا ہے۔

(۴) پھر یہ قرض تو مولانا صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات پر تا قیامت رہے گا کہ سنن دارقطنی سے یہ مرفوع حدیث بقید صفحہ ثابت کریں۔

ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل پر صحت نقل کافی ہے مگر ایک شیخ الحدیث اور بحاث کی شان کے لائق نہیں کہ اس قسم کے کمزور سہارے تلاش کرے اور اگر غلط ملط کہیں نقل ہو گیا ہو تو اسے اپنے لیے کافی سمجھ لے۔ اس سے مسلک کی خدمت تو ضرور ہو گی علم و فن کی یہ قطعاً خدمت نہیں۔ (محصلہ ص۲۵۳ و ص۲۵۴)

الجواب

اثری صاحب نے نہایت غیر مقلدانہ جسارت کی ہے کہ حاشیہ ترمذی میں مذکور روایت کو گری پڑی چیز قرار دیا۔ (معاذ اللہ) اگر اثری صاحب پر شیطانی انانیت غالب نہیں تو ہماری توجہ دلانے کے بعد ان کو ضرور واشگاف الفاظ میں توبہ کرنی چاہیئے اور معافی مانگنی چاہیئے کیونکہ انھوں نے ایسی روایت کی توہین کی ہے جو بظاہر اگرچہ موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔

اثری صاحب کے پہلے اعتراض پر ہم ان کی معلومات کے لیے عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے کی بات کے درمیان کوئی اپنی بات کرے تو اپنی بات کا حوالہ اس کے لیے ضروری ہوتا ہے اور طحاوی کا حوالہ چونکہ حاشیہ ترمذی میں نہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دیا ہے اس لیے اس کا صفحہ درج کیا ہے اور حاشیہ ترمذی میں مذکور دارقطنی کا صفحہ درج کرنا ان کی ذمہ داری نہ تھی اس لیے درج نہیں کیا۔

اثری صاحب کا دوسرا اعتراض کہ طحاوی میں یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں۔ تو یہ اثری صاحب کی لاعلمی ہے کیونکہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے

اور پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی کہ مرفوع حکمی حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک مرفوع ہی ہے۔ نیز ملا علی قاریؒ نے تو یہ فرمایا کہ یہ روایت مرفوعاً بھی ثابت ہے۔ (مرقاۃ ص۱۰۵ ج۳) اثری صاحب نے اپنے سادہ لوح حواریوں کو خوش کرنے کے لیے جو چیلنج کے انداز میں کہا ہے کہ کیا مولانا صفدر صاحب اور ان کے متوسلین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ طحاوی میں یہ روایت انہی الفاظ سے مرفوع ہے؟ تو یہ اثری صاحب کی مجذوبانہ بڑھک ہے۔ ورنہ کیا وہ اور ان کا ٹولہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ طحاوی میں موجود یہ روایت مرفوع حکمی نہیں اور مرفوع حکمی حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک مرفوع نہیں ہوتی؟ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

اثری صاحب کا تیسرا اعتراض کہ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے حدیث صریح کہا ہے حدیث صحیح نہیں کہا۔ تو یہ بھی اثری صاحب کا عجیب قسم کا ایک چکر ہے ورنہ یہ بات تو فنِ حدیث سے معمولی مناسبت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ صریح کا تعلق حدیث کے مفہوم سے اور صحیح کا تعلق اس کے ثبوت سے ہوتا ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے اس بات پر بحث کرتے ہوئے کہ ایک روایت میں اکیلے نماز پڑھ لینے والا جب جماعت کو پالے تو اس کو علی الاطلاق جماعت میں شامل ہو کر نوافل ادا کرنے حکم ہے جب کہ دوسری روایت میں فجر اور عصر کے بعد نوافل ادا کرنے کی ممانعت ہے تو اس میں تعارض کو رفع کرنے کے لیے نقل کیا کہ نہی کی حدیث مقدم ہوگی کیونکہ مانع مقدم ہوتا ہے یا پھر اس اجازت کو اوقاتِ معلومہ میں نہی سے پہلے پر محمول کریں گے تاکہ دونوں قسم کے دلائل جمع ہو جائیں۔ ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ وکیف (یعنی اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے) جب کہ اس بارہ میں حدیث صریح موجود ہے پھر یہی حضرت ابن عمرؓ والی روایت نقل کی۔ اور پھر آگے بحث کی کہ اس روایت کے بارہ میں بعض نے کہا کہ یہ موقوف

ہے کیونکہ اس کو مرفوع بیان کرنے میں سہل بن صالحؒ متفرد ہے تو ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ جب وہ ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو پھر اس کو موقوف بیان کرنے والوں کا موقوف بیان کرنا اس کے مرفوع بیان کرنے کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ حدیث کے ثبوت کے لحاظ سے حضرت ملا علی قاریؒ نے یہ بحث کی ہے اور ثبوت کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ہوتے والے اعتراض کو رفع کیا تو اس پوری عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ مگر اثری صاحب نے خود خبط کا شکار ہو کر دوسروں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے ورنہ حضرت ملا علی قاریؒ کی بیان کردہ بحث سے اس کا صحیح ہونا بالکل واضح ہے۔

اثری صاحب کا چوتھا اعتراض کہ دارقطنی میں بقید صفحہ یہ روایت ثابت کی جائے اور پھر یہ کہنا کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل کے ذمہ صحتِ نقل ہے ... الخ۔ اس سے اثری صاحب نے خود حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر سے اعتراض کو رفع کر دیا کیونکہ انھوں نے حاشیہ ترمذی کا حوالہ دیا ہے اور یہ عبارت حاشیہ ترمذی موجود ہے۔ اب یہ اعتراض حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم سے ہٹ کر ترمذی کے محشی اور ان حضرات پر ہے جنھوں نے دارقطنی کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اثری صاحب نے اس اعتراض سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حنفی علماء علامہ ابن الہمامؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے دارقطنی کا غلط حوالہ دیا ہے اور من گھڑت روایت پیش کی ہے تو اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ روایت مصنف عبدالرزاق ص۲۲۲ ج۲ میں ان الفاظ سے موجود ہے: ان ابن عمر قال ان کنت قد صلیت فی اھلک ثم ادرکت الصلوٰۃ فی المسجد مع الامام فصلّ معہ

غیر صلوۃ الصبح وصلوۃ المغرب ۔(الحدیث) اور موطا امام مالکؒ میں ہے ان عبد اللہ بن عمر کان یقول من صلی المغرب او الصبح ثم ادرکھما مع الامام فلا یعد لھما ۔ (موطا امام مالک ص۱۱۶)

جب اس مضمون کی روایت دیگر کتب میں موجود ہے اور حضرت ملا علی قاریؒ اور علامہ ابن الہمامؒ جیسے محقق حضرات اس کو نقل کر رہے ہیں تو یقیناً ان کے پاس موجود دارقطنی کے نسخوں میں یہ روایت ہوگی جب کہ حضرت ملا علی قاریؒ تو صرف اس روایت کو نقل ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مرفوع ہونے پر جو اعتراض ہوا اس کا جواب بھی دیتے ہیں اور جس راوی کی وجہ سے اعتراض ہوا اس کی ثقاہت بھی بتاتے ہیں تو یقیناً ان کے پاس موجود نسخہ میں یہ روایت ہوگی ۔ دارقطنی کے موجودہ نسخہ میں اگر یہ روایت اثری صاحب کو نہیں ملی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان حضرات کے پاس موجود نسخوں میں بھی یہ روایت نہ تھی اور اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک عبارت ہوتی ہے اور بعض میں نہیں ۔ اثری صاحب نے یہ اعتراض صرف اکابر احناف سے بدگمانی کرتے ہوئے اور بدگمانی پیدا کرنے کے لیے کیا ہے ۔

مختلط کی حدیث کے بارے اعتراض

اثری صاحب صحاح میں مختلط کی حدیث کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ سعیدؒ بن ابی ہلالؒ کو امام احمدؒ نے مختلط کہا ہے مگر صحاح ستہؒ کے مصنفین نے ان کی روایت لی ہے اور ان پر اختلاط کے الزام کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جن راویوں پر اختلاط کا الزام ہے اور ان سے صحاح ستہؒ کے مصنفین نے روایت لی ہے تو وہ الزام درخور اعتنا نہیں رہتا حالانکہ

یہ بات قطعاً درست نہیں ـــــ اور مولانا صفدر صاحب نے خود امام عبد الرزاقؒ کو مختلط کہا ہے حالانکہ وہ صحاح ستہؒ کے مسلّم راوی ہیں ۔ صحاح میں ان کی روایات کی بناء پر اگر اختلاط کا الزام ختم ہو جاتا ہے تو امام عبد الرزاق مختلط کیسے ہیں ؟ (محصلہ ص۲۵۴ و ص۲۵۵)

الجواب

اثری صاحب نے یہاں بھی چکر دینے کی کوشش کی ہے ، ورنہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں واضح ہے کہ اگر مختلط راوی کا اختلاط کا زمانہ متعین ہو اور اس کی روایات کو اختلاط اور قبل از اختلاط سے جدا کیا جا سکتا ہو تو اختلاط سے قبل کی روایات قابل قبول ہوتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کی روایت کے بارہ میں توقف کیا جاتا ہے جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر میں ہے :

والحکم فیہ ان ما حدث بہ قبل الاختلاط اذا تمیز قُبل واذا لم یتمیز توقف فیہ ۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۹۱)

اور مختلط کی روایت کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ جو روایت اس نے اختلاط سے پہلے بیان کی جب اس کو جدا کیا جا سکے تو قبول کی جائیگی اور جب جدا نہ کی جا سکے تو اس میں توقف کیا جائے گا ۔

سعیدؒ بن ابی ہلالؒ کے بارہ میں امام احمدؒ زمانہ کا تعین کیے بغیر اختلاط کا الزام لگاتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے سعیدؒ بن ہلالؒ کے ترجمہ میں لکھا : کان احمد یقول ما ادری ای شیء یخلط فی الاحادیث .... الخ ۔ (تہذیب التہذیب ص۹۵ ج۴) اب اگر اس الزام کو درست تسلیم کر لیا جائے تو قاعدہ کی رُو سے ان کی روایت میں توقف کرنا چاہیئے مگر صحاح ستہؒ کے مصنفینؒ نے ان سے روایت لی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ان پر اس الزام کو انھوں نے درخور اعتنا نہیں سمجھا اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب

دام مجدہم نے کی ہے۔ مگر اثری صاحب اپنے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اس کا رُخ دوسری جانب پھیر کر من گھڑت منطقی نتیجہ نکالتے ہیں اور پھر مختلط کی وہ صورت پیش کر کے اعتراض کرتے ہیں جس میں اختلاط کا الزام ثابت ہو چکا ہو اور اختلاط کا زمانہ متعین ہو اور اختلاط سے قبل صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی ہو حالانکہ دونوں صورتوں میں نمایاں فرق ہے اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت کا یہ خود کشید مفہوم لے کر طعن کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت کا قطعاً یہ منطقی نتیجہ نہیں جو اثری صاحب بیان کر رہے ہیں بلکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین کے ان پر اس اختلاط کے الزام کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا کیونکہ الزام تسلیم کرنے کی صورت میں روایت میں توقف ہونا چاہیئے تھا، مگر انھوں نے تو روایت لی ہے۔ اثری صاحب کے اس اُستاد پر قربان جائیں جس نے ان کو ایسی منطق پڑھائی جس منطق سے صغریٰ لاہور، کبریٰ پشاور اور نتیجہ سرگودھا نکل آتا ہے۔ سبحان اللہ۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ دیکھنا یہ ہے کہ امام احمدؒ سے ان پر اختلاط کے الزام کو تسلیم کر کے یہ کہنا ۔۔۔۔ الخ۔ یہ بھی اثری صاحب کا صاف اور صریح دھوکہ ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس الزام کو تسلیم نہیں کیا بلکہ امام احمدؒ سے اس کو نقل کیا ہے اور پھر اس الزام کی تردید کی ہے کہ امام احمدؒ نے سعیدؒ بن ابی ہلال کو مختلط کہا ہے (اور اس کو مختلط تسلیم کرنے کی صورت میں اسکی روایت میں توقف ماننا پڑتا ہے) مگر صحاح ستہ والوں نے اس سے روایت لی ہے ۔۔۔۔ الخ۔ تو اس کے باوجود اثری صاحب کا یہ کہنا کہ الزام تسلیم کیا ہے انتہائی گھٹیا جسارت اور صریح دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟

امام صاحب کو شاہنشاہ کہنے کے بارے اعتراض

اثری صاحب راہِ سُنّت ص۲۹۳ اور تفریح الخواطر ص۳۲۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ کسی کا نام شہنشاہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کا ہے مگر مناقب ابی حنیفہؒ ص۱۱۱ میں تاریخ بغداد ص۳۲۵ ج۱۳ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ محدث بشرؒ بن موسیٰؒ اپنے استاد ابو عبد الرحمٰن المقریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہم سے امام ابو حنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔ اندازہ فرمائیے کہ ایک محدث کامل اور شیخ الاسلامؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو روایت اور حدیث کا بادشاہ ہی نہیں کہتے بلکہ شہنشاہ کہتے ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی پوری سند کہاں ہے؟ امام صاحب کی منقبت میں لفظ شہنشاہ کا استعمال جو کہ حرام ہے کس چابکدستی سے کیا ہے؟ امام خطیبؒ اگر امام ابو حنیفہؒ پر جرح نقل کریں تو متعصب اور ان کی تاریخ درجۂ اعتبار سے ساقط قرار پائے مگر حدیثِ رسولؐ کے خلاف منقبت نقل کریں اور شہنشاہ کا لفظ ان کے حق میں نقل کریں جو حرام ہے تو وہ معتبر، آخر کیوں؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کا ایک راوی عمر بن احمد الواعظ المعروف با بن شاہین ہیں انکے بارہ میں خود مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید ص۱۴۲ میں لکھا ہے کہ وہ بقیۃ الشیوخ میں سے تھے لیکن بڑی غلطی کرنے والے تھے اور فقہ سے ناواقف تھے اور اگر ان کے سامنے کسی کا مذہب پیش کیا جاتا (مثلاً حنفی، مالکی اور حنبلی وغیرہ) تو فرماتے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں بتلائیے اگر محمدی کہنا ان کی غلطی ہے تو شہنشاہ کا لفظ ایک مجہول راوی کے واسطہ سے نقل کرنا درست ہے؟ (ملخصاً ص۲۵۵ تا ص۲۵۷)

الجواب ہم نے پہلے ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ آنے کے ساتھ ہی اثری صاحب و من وافقہ کی حالت غیر ہو جاتی ہے اور حواس کو قائم رکھنا ان کے بس میں نہیں رہتا۔ اس حالت کے اثرات یہاں بھی ظاہر ہیں۔ اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی ایک عبارت پیش کر کے حوالہ دیتے ہیں: "مناقب ابی حنیفہ ص۱۱۱"۔ حالانکہ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتاب کا نام مقام ابی حنیفہؒ ہے نہ کہ مناقب ابی حنیفہؒ۔ مگر اثری صاحب کو اس بارہ میں قارئین کرام معذور سمجھیں کیونکہ اس میں وہ بے بس ہیں۔

اور پھر اثری صاحب نے جو اعتراض کیا ہے اس سے نمایاں ہوتا ہے کہ ان کا علم بالکل سطحی ہے ان کو نام اور جزوی وصف میں فرق بھی معلوم نہیں اور نہ ان کے استادوں نے ان کو اس میں فرق کرنے کی کوئی تمیز بتلائی ہے اور شاید ان کو خود بھی معلوم نہ ہو۔ حالانکہ دونوں میں درحقیقت زمین و آسمان کا فرق ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ان کا روایتی مسلکی اور طبعی بغض اس واضح فرق کو سمجھنے ہی نہیں دیتا۔ امام ابو حنیفہؒ کا نام کسی نے شہنشاہ نہیں رکھا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام شہنشاہ ہو سکتا ہے۔ حدیث اپنی جگہ برحق اور صحیح ہے۔ محدّث کامل تو اپنے سندی اعتماد اور عقیدت کے اظہار کے لیے امام ابو حنیفہؒ کو صرف حدیث بیان کرنے اور اس کی سند بیان کرنے میں شہنشاہ کہتے ہیں۔ سب جہان اور کائنات کا شہنشاہ نہیں بلکہ جزوی طور پر حدیث بیان کرنے میں ایسا کہتے ہیں اس سے وہ مطلقاً شہنشاہ کیسے ہو گئے؟ اور ان کا نام شہنشاہ کیسے پڑ گیا؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فرمایا، وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ تو یہ ان کی جزوی فضیلت ہے اس سے کلی فضیلت کیسے ثابت ہوئی؟

باقی امام خطیبؒ کو انہی باتوں میں متعصب کہا گیا ہے جن میں وہ واقعی متعصب ہیں اور ان کی صرف ان باتوں کو ہی درجۂ اعتبار سے ساقط گردانا ہے جو نفس الامر میں ساقط الاعتبار ہیں ان کو کلیتہً کسی نے ساقط الاعتبار نہیں کہا جیسا کہ جہالت یا تعصّب کی وجہ سے اثری صاحب نے سمجھا ہے اور سمجھا رہے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے سب سے اغلاط ہوتی رہتی ہیں۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ بتلایئے اگر محمدی کہنا ان کی غلطی ہے تو شہنشاہ کا لفظ ایک مجہول راوی کے واسطہ سے نقل کرنا درست ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہاں بھی اثری صاحب یا تو سراسر جہالت کا شکار ہیں یا اپنے روایتی دجل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے علامہ خطیبؒ کے حوالہ سے محدّث ابن شاہینؒ کے بارہ میں جو نقل کیا وہ یہ ہے کہ وہ بقیۃ الشیوخ میں سے تھے لیکن بڑی غلطی کرنے والے تھے اور فقہ سے ناواقف تھے اور اگر ان کے سامنے کسی کا مذہب پیش کیا جاتا تو فرماتے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔ الخ

اس عبارت میں ہر جملہ علیحدہ علیحدہ ہے مگر اثری صاحب آخری جملہ کہ میں محمدی المذہب ہوں کو غلطی کے تحت ثابت کر کے یہ مفہوم نکال رہے ہیں کہ ان کا محمدی المذہب کہنا غلطی ہے حالانکہ ایسا نہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کیا اور نہ ہی ان کی عبارت سے مترشح ہے۔ اثری صاحب یا تو اردو کی واضح عبارت سمجھنے سے بھی قاصر ہیں یا جان بوجھ کر دجل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ عمر بن احمد الواعظ المعروف بابن شاہین ہیں۔ وہ بلا شبہ بڑے محدّث تھے اور خود کو محمدی کہتے تھے بس ان کے اسی جرم پر حضرت مولانا صفدر صاحب کی رگ عصبیت پھڑکتی ہے تو فرماتے ہیں۔۔ الخ۔

اثری صاحب : مولانا صفدر صاحب کی رگِ عصبیت نہیں پھڑکی بلکہ اُنھوں نے عصبیت کا شکار غیر مقلد ٹولہ کا ناکہ بند کیا ہے جو سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ حنفی ، مالکی وغیرہ کہلوانا چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد ہے مگر ہم تو محمدی ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ نواب صدّیق حسن خانؒ وغیرہ کا اس بات پر خوش ہونا کہ ہماری طرح پہلے بھی کسی سے محمدی المذہب کہلوانا ثابت ہے تو فرمایا کہ یہ بھی چوتھی صدی کی ایجاد ہے یہ لقب بھی تو چوتھی صدی سے پہلے ثابت نہیں اگر حنفی یا مالکی کہلوانا بدعت ہے تو محمدی کہلوانا سُنّت کیسے ہوگا ؟ اثری صاحب نے اپنے سامنے اس ناکہ بندی کو رگِ عصبیت پھڑکنے کا نام دے کر اپنے حواریوں کو خوش اور اپنے دل کو تسلّی دی ہے جو صرف طفل تسلّی ہے۔

نرا عناد و تعصّب

امام ابو عبدالرحمٰن المقریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو سندِ حدیث میں شاہنشاہ کہا ہے ۔ لیکن جناب اثری صاحب کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی یہ جزوی فضیلت بھی گوارا نہیں ۔ چنانچہ وہ سیخ پا اور آگ بگولا ہو کر یہ عنوان قائم کرتے ہیں "! تصویر کا دوسرا رُخ " اور اس کے تحت لکھتے ہیں ؛ یہی نہیں کہ امام ابو عبدالرحمٰن المقریؒ کا یہ قول سنداً صحیح ہے نہ معناً بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ بھی اس کے خلاف ہے چنانچہ امام ابنِ ابی حاتمؒ نے امام ابراہیم الجوزجانیؒ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ امام المقریؒ نے انھیں لکھا کان ابو حنیفۃ یحدثنا فاذا فرغ من الحدیث قال ھذا الّذی سمعتم کلہ ریح واباطیل ۔ علامہ کوثریؒ نے اس کے بارہ میں ابراہیم الجوزجانیؒ کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے مگر یہ محض ان کا تعصّب اور روایتی دجل وفریب پر مبنی ہے جسے علامہ الیمانی نے التنکیل ص۹۹ ج۱ میں طشت ازبام کر دیا ہے اس لیے مزید

تبصرہ کی ضرورت ہی نہیں ۔ (محصلہ ص۲۵۸)

الجواب

امام ابنِ حاتمؒ نے ابراہیم الجوزجانیؒ کے حوالہ سے امام المقریؒ کے جو الفاظ نقل کیے ان کا مفہوم مدح کا بھی ہو سکتا ہے اور جرح کا بھی۔ جرح والے مفہوم کو پیشِ نظر رکھ کر علامہ کوثریؒ نے علامہ جوزجانیؒ کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے اس لیے کہ ان کا تعصب اہلِ کوفہ کے خلاف بالکل آشکارا ہے ۔ وابن ابی حاتم من اعرف الناس ان الجوزجانی منحرف عن اھل الکوفۃ حتی استقر قول اھل النقد فیہ علی انہ لا یقبل لہ قول فی اھل الکوفہ وکان ناصبیاً خبیثاً حریزی المذھب ۔ اھ ۔ (تانیب الخطیب ص۱۱۵ وص۱۱۶ للعلامۃ الکوثریؒ) اور صاحب التنکیل نے ص۹۹ میں علامہ کوثریؒ کی عبارت نقل کر کے ان کو ثقہ کہا ہے مگر یہ لکھنے پر بھی مجبور ہوئے : کان حریزی المذھب ولم یکن بداعیۃ وکان صلبا فی السنۃ الا انہ من صلابتہ ربما کان یتعدی طورہ ... الخ (ص۱۰۰) یعنی ان کا تجاوز اور زیادتی ناقابلِ انکار حقیقت ہے ۔ ایسی حالت میں علامہ کوثریؒ کا ابراہیم الجوزجانیؒ کو موردِ الزام ٹھہرانا بے جا نہیں اس لیے کہ ان کا امام ابو حنیفہؒ اور احناف کے بارے تعصّب واضح امر ہے ۔ اثری صاحب کا علامہ کوثریؒ کو متعصّب ، روایتی دجّال اور فریب کار بنانا نرا ظلم ہے اور اسی جرح والے مفہوم ہی کی بناء پر اثری صاحب نے یہ عبارت پیش کی ہے جس سے ان کا مقصد دبی زبان میں یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث کوئی شئے نہ تھی ۔ لہٰذا احادیث اور علمی باتوں میں ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اور ان کو صرف احناف ہی نے امام بنایا ہے ورنہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں مگر اس مفہوم کا اوّل تو امام صاحبؒ سے ہی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صحیح احادیث کو ریح واباطیل کہیں اگر

بالفرض ایسا ہوتا تو امام المقریؒ صرف واقعہ کو بیان نہ کرتے بلکہ اس کے ساتھ غم و غصہ کا اظہار بھی کرتے اور امام صاحبؒ پر فتویٰ بھی صادر کرتے اس لیے کہ اس موجودہ گئے گزرے دور میں بھی اگر کوئی شخص کسی صحیح حدیث کو ریح اور باطل کہے تو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس کو برداشت نہیں کرتا تو امام المقریؒ جیسا محدّث کامل کیسے اس کو برداشت کر سکتا تھا؟ لازمی بات ہے کہ واقعہ کے ثبوت کے بعد اس کا مفہوم یہی ہے کہ امام صاحبؒ نے اس محفل میں موضوع روایات ہی بیان کی تھیں اور ان ہی کو ریح واباطیل کہا تھا اور عبارت کا یہ مفہوم امام صاحب کے حق میں مدح کا مفہوم ہے۔ جیسے محدثین کرامؒ موضوعات کو لکھ کر ان کا حکم بیان کرتے ہیں اسی طرح وہ موضوعات کو بیان کر کے بھی ان کا حکم بیان کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے بھی موضوعات بیان کیں جو ہو سکتا ہے کہ اس وقت عام لوگوں کی زبان پر ہوں تو ان کے بارہ میں آگاہ فرما دیا کہ کلہ ریح واباطیل۔ اب جس شخص کے ہاں موضوعات کا اتنا ذخیرہ ہو کہ پوری مجلس میں بیان کرے اس کے ہاں صحیح احادیث کا ذخیرہ کتنا ہوگا؟ اور جو شخص حدیث میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ موضوعات کو صحیح احادیث سے پرکھ کا ملکہ اس کو حاصل ہو تو اس کو شاہنشاہ فی الحدیث کہنے میں کیا حرج ہے؟ اور کلہ ریح واباطیل کا یہ مفہوم شاہنشاہ فی الحدیث کے مفہوم کے مخالف کیسے ہے کہ اس کو تصویر کا دوسرا رُخ قرار دیا جائے؟

امام صاحبؒ کا علمی مقام حضرات محدثین کرامؒ کے ہاں مسلّم ہے اگر اثری صاحب اور ان کا طبقہ علامہ کوثریؒ کو ناقابلِ اعتبار قرار دیتا ہے تو امام ابن عبد البر المالکیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) تو متعصب اور روایتی دجل اور فریب کا شکار نہیں تھے ان کی وساطت سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے متعدد محدثین کرامؒ کے چند حوالے سُن لیں:

(۱) امام ابو داؤد فرماتے ہیں: رحم اللہ مالکاً کان اماماً رحم اللہ الشافعیؒ کان اماماً رحم اللہ ابا حنیفةؒ کان اماماً۔ (الانتقاء ص۳۲)

(۲) امام مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں: رحم اللہ ابا حنیفةؒ ان کان لفقیھاً عالماً۔ (ص۱۲۵)

(۳) سئل یحیی بن معینؒ عن ابی حنیفةؒ فقال ثقة ما سمعت احداً ضعفه هذا شعبةؒ بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویأمره وشعبة شعبة۔ (ص۱۲۷)

(۴) امام الحسنؒ بن صالحؒ بن حیؒ فرماتے ہیں: کان النعمان بن ثابت فهماً عالماً متثبتاً فی علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لم یعده الی غیره۔ (۱۲۸)

(۵) مشہور محدّث حمادؒ بن زیدؒ نے روی عن ابی حنیفة احادیث کثیرة (ص۱۳۰)

(۶) مشہور قاضی ابن شبرمہؒ فرماتے ہیں: عجزت النساء ان تلد مثل النعمان۔ (ص۱۳۱)

(۷) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (محصلہ ص۱۳۲)

(۸) محدّث جلیل ابن جریجؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی وفات پر فرمایا: رحمه اللہ قد ذهب معه علم کثیر۔ (ص۱۳۵)

(۹) محدّث عظیم امام وکیعؒ بن الجراحؒ کان یفتی برای ابی حنیفة۔ (ص۱۳۶)

(۱۰) محدّث خالد الواسطیؒ نے روی عن ابی حنیفة احادیث کثیرة۔ (ص۱۳۶)

(۱۱) الحکم بن ہشامؒ نے فرمایا: کان ابو حنیفة لا یرد حدیثاً ثبت عنده عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وکان من اعظم الناس امانة۔ اھ (ص۱۶۹)

ان حوالوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نہ صرف یہ کہ احادیث کو حجّت سمجھتے تھے بلکہ احادیثِ کثیرہ کے راوی تھے اور احادیث کے بیان کرنے میں مُتَثَبِّت تھے ۔ اور چوٹی کے محدّثین کرام نے ان پر اعتماد کیا ہے اور وہ ان کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔ اثری صاحب کا امام صاحبؒ کو احادیث کا منکر باور کرا کر دل کی بھڑاس نکالنا خالص تعصّب اور عناد ہے۔ اگر فقہی اور اجتہادی طور پر امام ابوحنیفہؒ بعض روایات کو نہیں لیتے تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے ؟ آخر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ بھی تو حسن حدیث کو حجت نہیں سمجھتے اور اس کو تسلیم نہیں کرتے مگر جمہور محدثین کرامؒ ان کے خلاف ہیں ۔ والحق مع الجمهور ۔ (نیل الاوطار ص۲۲ ج۱)

اس کے بعد جناب اثری صاحب لکھتے ہیں ۔ اس کے علاوہ من کان له امام فقراءة الامام له قراءة ۔ کی روایت جب امام ابوحنیفہؒ نے دیگر حفاظ حدیث کے برعکس مرفوع بیان کی تو امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ نے فرمایا : انا لا اقول عن جابرؓ ابوحنيفة يقول انا برئ من عهدته ۔ (الکامل لابن عدیؒ ص۲۴۷۴ ج۷) کہ میں عن جابرؓ نہیں کہتا ۔ یہ ابوحنیفہؒ کہتے ہیں ۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں بتلائیے اس کے بعد مجہول سند سے شہنشاہ کہنے کے قول کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے ..... الخ ۔ (ص۲۵۸)

الجواب اوّلاً تو اثری صاحب نے امام مقریؒ کے اس مقولہ کی سند نہیں بتائی لہٰذا مجہول سند کا کیا اعتبار ہے ؟

وثانیاً : جب امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں تو اصولِ حدیث کے قاعدہ سے انکی زیادت قابلِ قبول ہے۔ امام المقریؒ نے صرف ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا ہے اس سے امام صاحبؒ سے ثابت شدہ بات کو کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

وثالثاً : اس سند میں حضرت جابرؓ کا ذکر صرف امام ابوحنیفہؒ ہی نہیں کرتے بلکہ دیگر ثقہ راوی بھی اس کو حضرت جابرؓ کے حوالہ سے مرفوع بیان کرتے ہیں ۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں ۔

فهؤلاء سفيانؒ وشريكؒ وجريرؒ وابو الزبيرؒ رفعوه بالطرق الصحيحة فبطل عدهم فيمن لم يرفعه ۔ (روح المعانی ص۱۳۳ ج۹)

سو یہ امام مثلاً سفیان ثوریؒ ، شریکؒ ، جریرؒ اور ابوالزبیرؒ صحیح اسانید کے ساتھ اس روایت کو مرفوع نقل کرتے ہیں ، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے مرفوع نہیں بیان کیا تو ان کا قول باطل ہے ۔

ورابعاً : اگر بالفرض اس سند میں حضرت جابرؓ کا نام نہ بھی ہو تب بھی یہ حدیث مسند اور مرفوع ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن شدادؓ صغار صحابہؓ میں سے ہیں ۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مراسیل حدیث مسند کے حکم میں ہیں ۔ (نیل الاوطار ص۲۲ ج۱) اور نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں : مراسیل صحابہؓ حجت است ۔ (دلیل الطالب ص۳۸۰)

الحاصل یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے اس کو مرفوع بیان کرنے میں امام ابوحنیفہؒ کا کوئی جرم نہیں ہے اور وہ اس میں بے قصور ہیں ۔

ناانصافی اور دجل اثری صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کی منقبت کے بارے تو امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ کے قول کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے راویوں پر خوب جرح کی ہے مگر ص۲۵۸ میں الجرح والتعدیل ص۴۵۰ ج۱ اور الکامل لابنِ عدی ص۲۴۷۴ ج۷ کے حوالے سے امام ابوحنیفہؒ پر جو تنقید نقل کی ہے اس کی پوری سند اور سند کے رواۃ کی کتب رجال سے توثیق نقل کرنے کی بالکل زحمت ہی گوارا نہیں کی ۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ پر طعن تو ان کا

محبوب اور لذیذ مشغلہ ہے وہاں پر تو ہر اناپ شناپ بات بھی معتبر ہے مگران کی توثیق ثبوت ہوتے ہوئے بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث بغیر ثبوت قرار دے کران کے ہاں قابلِ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں، اور اہلِ حدیث کہلوانے والوں کو ان سے خوب کد ہے یہ ہے ان لوگوں کا انصاف و دیانت ۔ فالی اللہ المشتکیٰ ۔

امام صاحب کی قبر پر جنازہ کے بارے اعتراض

اثری صاحب قبر پر جنازہ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت دو باتیں لکھتے ہیں ایک یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگوں کی شرکت اور بار بار ان کا جنازہ پڑھے جانے کی روایت ایک کذاب اور وضاع کے واسطہ سے ہے مگر افسوس کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اسی کذاب کی بیان کردہ حکایت پر اطمینان کیے بیٹھے ہیں اور دوسری بات یہ اثری صاحب نے لکھی کہ قبر پر نماز جنازہ احناف کے نزدیک جائز نہیں مگر امام صاحبؒ کے بارہ میں قبر پر نماز جنازہ کو فخر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جب احناف کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ ناجائز ہے تو مولانا صاحب کو اسکی تردید کرنی چاہیئے تھی مگر افسوس وہ اسے مناقب میں ذکر فرما رہے ہیں ۔ اگر امام صاحبؒ کی قبر پر بیس دن تک جنازہ پڑھنا باعث منقبت ہے تو کسی اور بزرگ کی قبر پر جنازہ ناجائز کیوں ؟ (محصلہ ص۲۵۹ و ص۲۶۰)

الجواب

ویسے تو اثری صاحب اپنی اس ساری کتاب میں اپنی بات اور بے پر کی ہانکتے چلے گئے ہیں مگر یہاں انھوں نے اس کی حد کر دی ہے ۔ اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام صاحبؒ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مسلمانوں کی شرکت اور بار بار جنازہ ایک تاریخی واقعہ ہے

جو کہ تمام سیرت نگار نقل کرتے ہیں اور یہ روزِ روشن کی طرح واضح بات ہے اگر خفاش کو آفتاب نظر نہیں آتا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے ؟ اور اس سے آفتاب کا انکار تو لازم نہیں آتا ۔ اگر اثری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں سے کھول کر اور احناف دشمنی کو بالائے طاق رکھ کر تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً اس کی حقیقت ان کے سامنے آشکارا ہو جائے گی ۔

اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے تکی کی حد ہی کر دی جب وہ ذرا ہوش میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحبؒ کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے ؟ دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے ۔ جب وہ لوگ شریک تھے اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور انھوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے ؟ احناف کا نماز جنازہ کا طریقہ اثری صاحب اور ان کے طبقہ کے ہاں درست نہیں تو اگر کوئی حنفی کسی غیر مقلد کے جنازہ میں شریک ہو جائے تو کیا اس کو اثری طبقہ دھکے دے کر نکال دیتا ہے کہ تمھارا طریقہ نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اس لیے تم ہمارے جنازہ میں شریک نہ ہو ؟ اور کیا اس حنفی کے نماز جنازہ میں شرکت پر ناجائز ناجائز کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے ؟ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر امام صاحبؒ کے جنازہ میں شرکت کرنے والے شافعی اور مالکی حضرات کو دھکے دے کر نہ ہٹانا اور ان کو نماز جنازہ سے نہ روکنے کا اعتراض احناف پر کیوں ؟ اور ناجائز ناجائز کا ڈھنڈورا پیٹنا ان کے لیے ضروری کیوں ؟ جبکہ انھوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تھا جو ان کے نزدیک جائز اور درست تھا ۔ آج بھی اگر کوئی قبر پر نماز جنازہ کو جائز سمجھنے والا قبر پر نماز جنازہ ادا کرتا ہے تو اس کے نزدیک

جائز ہی ہوگا مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحبؒ اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ کے جنازہ میں نصف کے قریب قریب حنفی حضرات شریک تھے اور ان کے جنازوں میں کثیر تعداد کی شرکت کو فخر سے بیان کیا جاتا ہے تو اثری صاحب کے فلسفہ کے مطابق تو احناف کی شرکت کو ناجائز کہنا چاہیئے اور پھر ناجائز ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد میں شرکت کو فخر سے بیان کرنا افسوس کا باعث ہونا چاہیئے مگر کبھی اثری صاحب نے اس حق گوئی کا فریضہ ادا نہیں کیا اور امام صاحبؒ کے جنازہ میں ان کو بولنے کی ضرورت محسوس ہو گئی۔ اس کو تعصّب کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ اثری صاحب یہ امام صاحبؒ کی منقبت ہے کہ جزئیات میں مخالفت کرنے والے حضرات بھی ان کے جنازہ میں بکثرت شریک ہوئے اور مخالف و موافق ہر ایک نے جنازہ میں شرکت کو باعثِ فخر سمجھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عناد و تعصّب کی انتہاء

اثری صاحب ص۲۶۰ میں یہ عنوان قائم کرتے ہیں "امام شافعیؒ کا فرمان، ایک صریح غلط بیانی" اور پھر مقام ابی حنیفہؒ ص۷۴ و ص۷۵ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ تاریخ بغداد ص۳۴۶ج۱۳ اور مناقب موفق ص۳۱ج۲ کے حوالہ سے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں حالانکہ تاریخِ بغداد اور مناقب موفق کی سند میں احمد بن محمد الصلت ہے جو نہایت کمزور اور ضعیف ہے اور جعلی و موضوع روایتیں بیان کرتا ہے۔ اور کردریؒ نے یہ واقعہ بے سند ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثی کے طریق سے بیان کیا ہے اور یہ بھی کمزور اور ضعیف اور متہم بالوضع ہے لہٰذا ان کا کیا اعتبار ہے؟ (محصلہ ص۲۶۰ تا ص۲۶۲)

الجواب

اثری صاحب کو اپنے دیگر ہم مسلک غیر مقلدوں کی طرح حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ قلبی دشمنی اور ذاتی عداوت کا ٹھیکہ لگا ہوا ہے اور ان کی گھٹی میں امام صاحبؒ کی عداوت اور بغض شامل ہے۔ اثری صاحب کیا حضرت امام شافعیؒ کا یہ فرمان ان کتابوں میں موجود نہیں ہے؟ صریح غلط بیانی تو تب ہوتی کہ حضرت امام شافعیؒ کا یہ بیان ان کتابوں میں نہ ہوتا جب کہ یہ بیان ان سب کتابوں میں مذکور ہے۔ ہاں یہ حق تو آپ کو حاصل ہے کہ کہیں کہ حوالہ تو ان کتابوں میں موجود ہے مگر صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں کمزور اور وضاع راوی موجود ہیں مگر یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ آپ اس کو صریح غلط بیانی سے تعبیر کریں حالانکہ دونوں تعبیروں میں بُعد المشرقین ہے۔ آپ امام شافعیؒ کے اس ارشاد کے لیے امام ابن عبد البرؒ کی کتاب (جس کا حوالہ مقام ابی حنیفہؒ ص۷۱ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اجمالاً ذکر کیا ہے) الانتقاء ص۱۳۵ و ص۱۳۶ میں دیکھ لیں۔ جس میں انھوں نے حضرت امام شافعیؒ کا یہ قول اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے نہ تو اس میں ابن الصّلت ہے اور نہ الحارثی ہے۔ پوری عبارت یوں ہے: قول الشافعیؒ فیہ نا حکم نا یوسف نا محمد بن حفص بن عمرویہ قدم علینا حاجًا علی باب التمارین قال سمعت عباس بن عزیز قال سمعت حرملۃ یقول سمعت الشافعیؒ یقول من اراد ان یفتن فی المغازی فھو عیال علی محمد بن اسحٰقؒ ومن اراد الفقہ فھو عیال علی ابی حنیفۃ ... انتھٰی۔ اس عبارت میں واضح طور پر امام شافعیؒ نے فقہ میں لوگوں کو امام ابو حنیفہؒ کا خوشہ چین کہا ہے۔

اثری صاحب نے مناقب میں موضوع احادیث کا عنوان ص۲۶۲ میں قائم کر کے لکھا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ کے مناقب میں بعض نادان

دوست اور غلط کاروں نے کچھ جعلی حدیثیں بھی گھڑی اور پیش کی ہیں۔ ہم مولانا صفدر صاحب اور ان کے ہم نواؤں سے بس اتنی عرض کرتے ہیں کہ جس طرح نادان دوستوں نے جعلی حدیثیں پیش کی ہیں اسی طرح احمد بن الصلت وغیرہ نے وضعی مناقب اور جھوٹے قصے بھی گھڑے ہیں ان کی بھرتی بھی نہیں ہونی چاہیئے اور ان تنکوں کا بھی سہارا نہیں لینا چاہیئے۔ (محصلہ)

ہم اس پر اثری صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ امام شافعیؒ کا فرمان امام ابنِ عبد البرؒ کے حوالہ سے ہی دیکھ لیں جس میں احمد بن الصلت نہیں ہے۔ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے صاف لکھ دیا کہ جعلی احادیث پیش کرنے والوں نے پیش کیں مگر ہمیں ان کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ امام صاحبؒ کے خداداد اوصاف جو مبنی برحقیقت ہیں ان ہی کا بیان کافی ہے۔ یہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اصول پسندی اور اصول پر کاربند رہنے کی واضح دلیل ہے کہ نہ تو حقیقت سے غیر مقلدوں کی طرح آنکھیں بند کی ہیں اور نہ نادان دوستوں کی طرح من گھڑت حدیثیں پیش کرنا پسند کیا ہے۔ اثری صاحب امام صاحبؒ کی منقبت میں ان حوالہ جات کو تسلیم کر لیں جو احمد بن الصلت کے حوالہ سے نہیں ہیں مگر کچھ تسلیم تو کریں حقیقت سے بالکل تو آنکھیں نہ بند کر لیں۔

غیر محتاط رویہ کا الزام

اثری صاحب ص۲۶۳ پر غیر محتاط رویہ اور تثویب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنت میں تثویب کو بدعت قرار دیا ہے اور اس کے لیے علامہ شاطبیؒ کی الاعتصام کا حوالہ بھی دیا ہے اور علامہ شاطبیؒ نے تو ص۶۹ ج۲ میں عند طلوع الفجر کے الفاظ بھی کہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے لیے بھی تثویب بدعت ہے حالانکہ احناف تو فجر کے لیے تثویب کو مستحسن قرار دیتے ہیں اور پھر اثری صاحب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو خطاب کر کے لکھتے ہیں: لہٰذا جنابِ من! سلف صالحین نے جن بدعات کا انکار کیا ہے ان میں صبح کی نماز کے لیے تثویب بھی شامل ہے مگر آپ کے فقہاء تو اوّل تا آخر اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ نے ان سے بغاوت اختیار کر لی ہے؟ اور پھر یہ کہ یہ تثویب عہد صحابہؓ کے بعد علماء کوفہ کی ایجاد ہے اور مغرب کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے تثویب کو متأخرین فقہاء علامہ شامیؒ، قاضی خانؒ وغیرہ نے مستحسن کہا ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے بریلوی مصنّف کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ متأخرین تمام فقہاء اسکو مستحسن نہیں کہتے بلکہ چند نفوس کہتے ہیں۔ (اتمام البرهان ص۳۲۱) حالانکہ سب فقہاء احنافؒ نے امہات الکتب میں مغرب کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے۔ مولانا صاحب سے سوال ہے کہ حضرت یہ سب اگر بعض متأخرین ہیں تو اکثر فقہائے متأخرین کی نشاندہی کیجئے جنھوں نے اسے بدعت کہا ہے؟ صبح کی نماز کے لیے تثویب ما انا علیہ واصحابی کے خلاف ہے یا نہیں؟ پھر یہ مستحسن کیوں؟ اور پھر یہ کہ آپ نے قاضی خانؒ وغیرہ تمام فقہاء کو بدعتی بنا ڈالا۔ (محصلہ ص۲۶۳ تا ص۲۶۶)

الجواب

اثری صاحب نے مختلف ائمہ کے مسالک کو خلط ملط کر کے اور بعض عبارات کے مطالب نہ سمجھ کر یہ ملغوبہ تیار کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں اعتراضات کی توپ چلائی ورنہ حقیقت کی دنیا میں اثری صاحب کے ان اعتراضات کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے عند طلوع الفجر جہاں فرمایا ہے وہاں وہ امام مالکؒ کا ارشاد اور ان کا نظریہ نقل فرما رہے ہیں۔ اگر لکھتے وقت اثری صاحب نے عینک اتاری ہوئی تھی تو اب عینک لگا کر دیکھ لیں کہ محولہ صفحہ میں امام مالکؒ کا مؤذن کو تثویب سے روکنے کا ذکر ہے اگر

اثری صاحب تعصب کی عینک نہ اتار سکیں تو قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ خود دیکھ لیں کہ الاعتصام ص ۶۹ ج ۲ میں امام مالکؒ کا ہی فرمان ہے اور امام مالکؒ کا نظریہ تو علی الاطلاق تثویب سے ممانعت کا ہے ان کے قول کو احناف کے نظریہ سے خلط ملط کر کے اعتراض کرنا کونسی دیانت ہے؟

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فجر کے لیے تثویب کو فقہائے احناف نے مستحسن قرار دیا ہے تو کیا آپ نے ان سے بغاوت اختیار کر لی ہے؟ ..... الخ۔

تو ہم اثری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کہاں علمائے احناف کے اس قول کو پیش کر کے اس کی تردید کی ہے کہ آپ کو بغاوت نظر آگئی ہے؟ اور پھر اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جزئیات میں اختلاف کو بغاوت نہیں کہتے یہ صرف اثری صاحب کی غباوت ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فجر کے لیے تثویب عہد صحابہ کے بعد علماء کوفہ کی ایجاد ہے اور یہ ما انا علیہ واصحابی کے فرمان کے خلاف ہے تو یہ مستحسن کیوں؟

اگر اثری صاحب نے وہ کتابیں بغور دیکھی ہوتیں اور ان کا مطالعہ کیا ہوتا جن کا حوالہ انھوں نے دیا ہے تو دیانت کی دُنیا میں اعتراض کرنے کی جرأت ان کو نہ ہوتی۔ انھوں نے السعایہ ص ۲۶ ج ۲ اور ص ۲۷ کا مطالعہ کرنے کی شائقین کو ترغیب دی ہے تو ہم اس میں مندرج بحث کا خلاصہ اس مسئلہ میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ تثویب قدیم میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ تثویب سے مراد اذان فجر کے اندر الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا ہے اور یہ جمہور کا قول ہے اور ان کی دلیل ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت بلالؓ [illegible] کہ حضور علیہ السلام نے مجھے فجر میں تثویب کا حکم دیا اور عشاء میں اس سے منع (فرمایا)۔ (ابنِ ماجہ ص ۵۲) اور ابوبکر بن فضل فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد یہ الفاظ [illegible]

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے ہو کر حضرت بلالؓ نے کہے تھے۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ تثویب سے مُراد اذان اور اقامت کے درمیان کوئی ایسے الفاظ یا عمل کرنا ہے جس سے نماز کے کھڑے ہونے کی اطلاع ہو جائے اور وہ فجر کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ فجر کے لیے حضرت بلالؓ حضور علیہ السلام کے دروازے پر الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ کے الفاظ کہتے تھے اور نماز کے معاملہ میں تمام لوگ برابر ہیں اس لیے یہ سب کے لیے ہے یہ نظریہ امام محمدؒ کا ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو امور مسلمین میں مشغول ہوں اس لیے کہ حضور علیہ السلام اور حضرت عمرؓ کے پاس مؤذن جا کر ان کو اطلاع دیتا تھا۔ (السعایہ ص ۲۶ ج ۲) جب ان فقہاء کے اقوال کی اصل شرع میں موجود ہے تو ان کے اقوال کو مستحسن کہنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب نے یہ لکھ کر کہ یہ تثویب علماء کوفہ کی ایجاد ہے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا دیگر علاقوں کے لوگوں میں یہ نہیں تھی حالانکہ دیگر علاقوں میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: او بابك [illegible] بابك كما يفعل اهل بخارى لانه الاعلام والاعلام انما يحصل بما يتعارفونه۔ (بدائع الصنائع ص ۱۴۹ ج ۱) اس عبارت سے واضح ہے کہ تثویب کے قائل اہل بخاری بھی تھے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فجر کے وقت کی تثویب تابعین کے دور کی ہے جیسا کہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ الکاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد تثویب محدث ہے اور مستحسن ہے۔ محدث اس لیے ہے کہ لانہ احدث فی زمن التابعین اور مستحسن اس لیے ہے کہ قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن ... الخ ۔ (بدائع الصنائع ص۱۴۸ ج۱)
اور تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اور خیر القرون کے زمانہ کا تعامل حجت ہے۔
لہٰذا یہ ما انا علیہ واصحابی کے خلاف نہیں ہے۔ موجودہ زمانہ کے صلوٰۃ وسلام
کے مروجہ طریقہ کا حکم قطعاً اس تثویب کا نہیں ہے کیونکہ یہ خالص بدعت اور آٹھویں
صدی کی ایجاد ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ مرغینانیؒ اور قاضی خانؒ وغیرہ نے مغرب کے
علاوہ باقی تمام نمازوں کے لیے تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے تو یہ اثری صاحب کا
انتہائی دجل ہے کیونکہ ان حضرات نے واستحسنہ المتاخرون نقل ضرور کیا ہے
مگر ان کا اپنا نظریہ یہ ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ فجر کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے
تثویب کے بارہ میں وکرہ فی سائر الصلوات کے الفاظ ان کتابوں میں موجود
ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ ص۸۹ ج۱، فتح القدیر ص۲۱۴ ج۱، شرح عنایہ ص۲۱۴ ج۱ اور تبیین الحقائق میں
ہے۔ وھو فی الفجر خاصۃ وکرہ فی غیر الفجر من الصلوات الا فی
قول ابی یوسف فی حق امراء زمانہ ... الخ ۔ (تبیین الحقائق ص۹۲ ج۱)
اور المبسوط میں ہے: ولا تثویب الا فی صلوٰۃ الفجر۔ اور اس کے تحت
علامہ سرخسیؒ نے دلائل دیئے ہیں۔ (مبسوط ص۱۳۰ ج۱)

اور البحر الرائق میں ہے وعند المتقدمین ھو مکروہ فی غیر الفجر
وھو قول الجمھور کما حکاہ النووی فی شرح المھذب ... الخ
(البحر الرائق ص۲۶۱ ج۱) اس کے باوجود ان کتابوں کے مصنفین سے فجر کے علاوہ باقی نمازوں
کے لیے تثویب کے مستحسن قرار دینے کا قول کرنا اثری صاحب کی دیانت اور جرأت
ہی ہو سکتی ہے جو مذہبی عصبیت میں فکر آخرت کو بالکل ہی خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اثری
صاحب نے جن فقہاء کرام کے بارہ میں کہا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ان کو

بدعتی بنا ڈالا ہے تو یہ اثری صاحب کا صرف خبط ہے ورنہ حضرت شیخ الحدیث
صاحب نے نہ تو کسی حنفی فقیہ کو بدعتی کہا ہے اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے یہ
مترشح ہے اثری صاحب نے فضول چار صفحات سیاہ کیے ہیں۔

اثری صاحب ص۲۶۶ اور ص۲۶۷ پر بھی اسی قسم کی بحث کرتے ہیں کہ مولانا صفدر
صاحب نے اتمام البرہان ص۳۹۴ میں لکھا ہے حضور علیہ السلام کی بشریت جب
دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور آپ کا سایہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
تو آپ کے سایہ نہ ہونے کا عقیدہ اہل السنت والجماعت کیونکر رکھ سکتے ہیں
اور یہ اہل سنت کا مختار کیسے ہو سکتا ہے؟ البتہ اہل بدعت کا عقیدہ یہ ضرور ہے
اور انہی کے لیے یہ مناسب بھی ہے کیونکہ حق اور صحیح دلائل کے ساتھ ان ہی کا خدا
واسطے کا بیر ہوا کرتا ہے۔ الخ ۔ اور ص۴۰۰ پر لکھا ہے کہ سایہ نہ ہونے کی روایت
کچھ حضرات نے نقل کی ہے اور اس کو معجزہ تصور کیا گیا ... الخ ۔ اثری صاحب
لکھتے ہیں بتلائیے یہ حضرات کون تھے بدعتی یا اہل السنت؟ آپ ان سے علمی
اختلاف کیجئے مگر خدارا انہیں اہل السنت کی صف سے خارج نہ کیجئے۔ کیا عقیدہ
کی بجائے معجزہ کا لفظ استعمال کرنے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے؟ کہ ان کا عقیدہ نہ تھا
انھوں نے معجزہ کہا ہے یہ محض نزاع لفظی ہے یہ تو تسلیم ہے کہ انھوں نے سایہ
کو تسلیم کیا ہے۔ وھو المطلوب ۔

الجواب اثری صاحب یہاں بھی خبط کا شکار ہیں ورنہ دونوں عبارتوں کا مفہوم
بالکل واضح ہے پہلی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بدعت کے سامنے
دلائل آچکے ہیں اس کے باوجود وہ نہیں مان رہے جب کہ دوسری عبارت کا مفہوم
یہ ہے کہ جن حضرات نے سایہ نہ ہونے کی روایت نقل کر کے اس کو معجزہ قرار دیا ہے
ان کے پیش نظر وہ صحیح روایات نہ تھیں جن میں سایہ کا ذکر ہے۔ ان عبارات سے

فلہٰذا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو اثری صاحب نے نکالا ہے اور پھر حیرت ہے کہ جب اثری صاحب کو اعتراف ہے کہ ان حضرات نے سایہ کو تسلیم کیا ہے تو اس کے باوجود اعتراض کیا ہے؟ اثری صاحب لکھتے ہیں یہ تو تسلیم ہے کہ انھوں نے سایہ کو تسلیم کیا ہے۔ وھو المطلوب (ص۲۶۷ آخری سطر)

اثری صاحب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور پھر ان کے اعتراض کا جائزہ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ اثری صاحب نے عالمِ مدہوشی میں ہی یہ سب کچھ لکھ مارا ہے۔ ورنہ حقیقت کی دُنیا میں ان کے اعتراض کی ویسے بھی کوئی حیثیت نہ تھی مگر ان کے اس اعتراف کے بعد تو اس کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ اہلِ بدعت سایہ تسلیم ہی نہیں کرتے اور ان حضرات نے سایہ کو تسلیم کیا ہے۔

تحت السرۃ کی زیادت کے بارے اعتراض

اثری صاحب ص۲۶۸ پر "نماز میں ہاتھ باندھنا" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر نے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی پہلی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت پیش کی ہے جس میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا یہ نسخہ جس میں تحت السرۃ کے الفاظ ہیں یہ محرّف ہے اور ملا محمد حیات سندھی نے فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور میں اس کی تصریح کی ہے۔ مولانا انور شاہ صاحبؒ نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے تین نسخے مصنف کے دیکھے ان میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ نیز یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں ہے اور ان میں یہ الفاظ نہیں۔ (محصلہ ص۲۶۸ تا ص۲۷۰)

الجواب

اثری ٹولہ کی عادت ہے کہ جو نسخہ ان کے خلاف ہو اس کو محرف قرار دینے کا واویلا مچاتے ہیں بے شک وہ نسخہ صحیح اور ثابت شدہ ہو اثری صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ ملا محمد حیات سندھیؒ نے کہا ہے کہ یہ نسخہ محرّف ہے مگر انکے شاگرد مُلّا قائم سندھیؒ نے جو انکا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تحت السرۃ کی زیادتی اکثر نسخوں میں موجود ہے اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس زیادتی کو صحیح نسخہ میں دیکھا ہے اور علامہ نیمویؒ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے قبہ محمودیہ میں جو نسخہ موجود ہے اس میں یہ الفاظ ثابت ہیں۔ (حاشیہ فیض الباری ص۲۶۷ ج۲) اثری صاحب کی نظر اسکی جانب نہ جانے کیوں نہیں گئی؟ حالانکہ اس عبارت کے بعد والے حصّہ کا حوالہ بھی اثری صاحب نے ص۲۷۲ پر دیا ہے۔ اس کو تعصب اور مسلکی حمیّت نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

باقی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مسند احمد ص۳۱۶ ج۴ اور سنن دارقطنی ص۲۸۶ ج۱ اور شرح السنہ للبغویؒ ص۳۰ ج۳ میں امام وکیع کی اسی سند سے یہی روایت مذکور ہے مگر ان میں بھی یہ اضافہ مذکور نہیں تو ہم اثری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ یہ بات انکی تب وزن رکھتی جبکہ ایک ہی سند کی وجہ سے دو مختلف کتابوں میں متن کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہوتی حالانکہ کتبِ حدیث میں بیشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ سند ایک ہی ہے مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی موجود ہے۔ خود صحیحین میں ایسی بیشمار مثالیں موجود ہیں مثلاً بخاری ص۱۲ ج۱ میں امام بخاریؒ نے اپنے استاد مسدّدؒ کے واسطہ سے اس سند کی روایت کی ہے۔ حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم اخبرنا ابو حیان التیمی عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ ... الخ اور امام مسلمؒ نے ص۲۹ ج۱ میں اپنے استاد زہیرؒ کے واسطہ سے اسی سند سے روایت کی ہے مگر دونوں کے متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے۔ بخاری ص۳۵ ج۱ اور مسلم ص۱۴۱ ج۱ میں مَرَّ بِقَبْرَیْنِ والی روایت کی سند ایک مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے بخاری ص۳۹ ج۱ اور مسلم ص۱۴۷ ج۱ میں غسل جنابت کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہشام عن ابیہ عن عائشۃؓ سند ایک ہی ہے مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے اور ان ہی صفحات میں حضرت میمونہؓ کی روایت اعمش عن سالم عن کریب عن ابن عباسؓ عن میمونۃؓ سند ایک ہی مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں جب دو مختلف کتابوں میں ایک ہی سند کے باوجود متن کے الفاظ میں کمی بیشی موجود ہے تو اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اسی سند سے مسند احمد وغیرہ میں روایت موجود ہے مگر اس میں تحت السرۃ کے الفاظ نہیں اور اس کو آڑ بنا کر یہ تاثر دینا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تحریف کی گئی ہے تو یہ صرف طفل تسلی

ہے۔ اثری صاحب کا فریضہ تھا کہ پہلے یہ ثابت کرتے کہ جب سند ایک ہی تو دو مختلف کتابوں میں انکے متن کے الفاظ میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اور پھر وہ اپنے دعوے کا مدار اس پر رکھتے کہ جب قاعدہ یہ ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تحریف ہوئی ہے مگر یہ اثری صاحب اور انکے ہمنواؤں کے بس کا روگ نہیں۔ وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

اثری صاحب ص۲۷ میں مولانا صفدر صاحب کی غلط بیانی کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارکپوریؒ کے ان الفاظ قلت اسناد هذا الحديث وان كان جيدا لكن فى ثبوت لفظ تحت السّرة نظر کے جواب میں کہا۔ جب سند صحیح ہے تو نہ ماننا چہ معنی دارد ؟ التعلیق الحسن اور فتح الملہم میں اس کی مزید تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ حالانکہ معاملہ سند کے صحیح ہونے کا نہیں، ابن ابی شیبہ کے نسخہ میں ان الفاظ کے صحیح ثابت ہونے نہ ہونے کا ہے اور پھر تحت السّرۃ کی زیادت کے بارے میں اثری صاحب لکھتے ہیں کہ التعلیق الحسن ص۷۱ میں علامہ نیموی مرحوم نے قطعاً اس اضافہ کو محفوظ نہیں کہا بلکہ لكنها مخالفة لروايات الثقات فكانت غير محفوظة لکھا ہے مگر مولانا صفدر صاحب علامہ نیمویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ اس کو محفوظ قرار دیتے ہیں جو کہ خیانت ہے۔

الجواب

التعلیق الحسن اور فتح الملہم دونوں میں ہے کہ متن کے لحاظ سے علی الصّدر اور تحت السرۃ والی روایات ایک جیسی ہیں، مگر تحت السّرۃ والی روایت سند کے لحاظ سے اقوی ہے اسی بحث کو خلاصہ کے طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جب سند صحیح ہے تو پھر نہ ماننا چہ معنی دارد ؟ تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھ لی جائے۔ اثری صاحب

اصول سے خود بے خبر ہیں مگر طعن حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دے رہے ہیں۔ اگر دو روایتوں کا متن غیر محفوظ ہو مگر ایک روایت کی سند بہ نسبت دوسری روایت کے قوی ہو تو قوی سند والی روایت کو ترجیح ہوتی ہے تو بحث سند کی ہے یا کسی اور چیز کی ؟ مگر اثری صاحب اپنی مخصوص حالت میں پہنچ کر یوں رقم طراز ہیں مگر افسوس حضرت شیخ الحدیث صاحب اسے صرف سند کے صحیح ہونے کا مسئلہ بنا رہے ہیں .... الخ۔ (ص۲۷)

اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ نیمویؒ نے اس زیادتی کو غیر محفوظ کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب ان ہی کے حوالہ سے اس زیادتی کو محفوظ بتا رہے ہیں تو ہم اس کی وضاحت کر دیتے ہیں کہ بے شک علامہ نیمویؒ نے پہلے التعلیق الحسن میں اس زیادت کو غیر محفوظ کہا مگر بعد کو انھوں نے اپنے نظریہ سے رجوع کر لیا تھا اور تعلیق التعلیق ص۹۱ (طبع مکتبہ امدادیہ ملتان) میں یہ لکھا ہے: فتقبل هذه الزيادة ويقع الترجيح بينها وبين معارضها لان هذه الرواية ارفع سندا من رواية على الصدر التى اخرجها ابن خزيمة والبزار انتهى۔ یعنی اس زیادت کو قبول کیا جائے گا اور اس میں اور اس کی مدمقابل دوسری روایت میں تعارض ہوگا اور اس کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ اس روایت کی سند علی الصّدر والی روایت کی سند سے بہت ارفع اور بلند ہے جس کی تخریج امام ابن خزیمہؒ اور امام بزارؒ نے کی ہے۔ نہایت حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ جناب اثری صاحب کو التعلیق الحسن کی عبارت تو نظر آگئی مگر اسی صفحہ میں علامہ نیمویؒ کی آخری رائے اور آخری کتاب کے الفاظ فتقبل هذه الزيادة نظر نہیں آئے اور اُلٹا چور کو توال کو ڈانٹے کا منظر دکھا رہے ہیں۔

علامہ بنوریؒ کی ادھوری عبارت

اثری صاحب ص۲۷۱ پر لکھتے ہیں یہی نہیں بلکہ علامہ بدر عالم مرحوم نے بھی واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ علامہ نیمویؒ اس زیادت کو معلول قرار دیتے ہیں۔ مگر اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ متکلم اور قائل کا اپنا کلام اور قول ہی معتبر ہوتا ہے جب خود علامہ نیمویؒ نے تعلیق التعلیق میں فتقبل هذه الزيادة فرمادیا تو یہی ان کا قول اور فیصلہ ہے ان کی جانب اس کے خلاف نسبت کرنے والوں کے بارہ میں یہی کہیں گے کہ انھوں نے ان کے پہلے قول کے مطابق ایسی نسبت کردی ہے ورنہ پہلے قول سے ان کا رجوع ثابت ہے۔

اثری صاحب نے علامہ بنوریؒ کی عبارت بھی پیش کی مگر اپنے روایتی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے ادھورے انداز میں پیش کیا کہ عبارت کا مفہوم ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ علامہ بنوریؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

ثم ان الشيخ النيمويؒ رجح كون هذه الزيادة غير محفوظة مثل الزيادة فى صحيح ابن خزيمة وقال باضطرابه. قال راقم ومن رجح زيادة ابن خزيمة برواية هلب الطائى وطاؤس فلخصمه ان يرجح زيادة تحت السرة بآثار على وابى مجلز وانس وابى هريرة. الخ. (معارف السنن ص۴۴۳ ج۲)

پھر بے شک شیخ نیمویؒ نے صحیح ابن خزیمہ میں (علی الصدر والی) زیادت کی طرح اس (تحت السرۃ) زیادت کے بھی غیر محفوظ ہونے کو ترجیح دی ہے اور اس کے اضطراب کا قول کیا ہے۔ راقم کہتا ہے اور جو شخص ہلب طائی اور طاؤس کی روایت کی وجہ سے ابن خزیمہ کی زیادت کو ترجیح دیتا ہے تو اسکے مقابل کو حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ، ابومجلزؒ، حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے آثار کی وجہ سے تحت السرۃ کی زیادت کو ترجیح دے۔

اگر اثری صاحب نے علامہ بنوریؒ کی عبارت پیش کرنی ہی تھی تو پوری نقل کرتے مگر اثری صاحب کے پلّے چونکہ پھر کچھ رہتا ہی نہ تھا انھوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ عبارت کا صرف اتنا ہی حصہ ذکر کر دیا جائے جس سے جان بخشی ہو جائے۔

فتح الملہم کی عبارت کا غلط ترجمہ

اثری صاحب نے فتح الملہم کی عبارت نقل کرکے اس کا جو ترجمہ کیا وہ ان ہی کے لائق ہے کیونکہ اسکے بغیر ان کے لیے اپنے حواریوں سے داد تحسین وصول کرنے کا کوئی سامان نہ ہوتا۔ فتح الملہم کی عبارت یہ ہے: وان سلم ضعفها ايضًا من جهة المتن الا انها اصح واقوى سندًا من زيادة مؤمل بن اسمٰعيل على صدره كما فصله النيمويؒ۔ اس کا ترجمہ اثری صاحب نے کیا ہے: اگرچہ متن کے اعتبار سے اس کا ضعف مسلّم ہے مگر وہ مؤمل بن اسمٰعیل کی زیادت علی الصدر سے سندًا زیادہ قوی اور اصح ہے جیسا کہ اس کی تفصیل علامہ نیمویؒ نے بیان کی ہے۔ اثری صاحب نے اس ترجمہ سے صرف ایک لفظ کے ترجمہ کو چھوڑ کر اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے ورنہ اس عبارت کا اصل ترجمہ یوں ہے اگرچہ متن کے اعتبار سے اس کا ضعف بھی مسلّم ہے الخ... اس ترجمہ سے چونکہ واضح ہوتا ہے کہ دوسری روایت علی الصدر والی کا متن بھی ضعیف ہے۔ اس لیے اثری صاحب نے ترجمہ ہی ایسا کیا جس سے دوسری روایت کے متن کے بارہ میں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ یہ ہے ان کی دیانت اور علمی خدمت۔ ہم اثری صاحب ہی کے الفاظ میں ان سے درخواست کرتے ہیں کہ دھوکے میں مبتلا کرنا اہل علم کی شان نہیں۔

بے کار غوغا اور نرا التعصّب

خزائن السنن ص۳۴۹، ص۳۵۰ میں ترک رفع الیدین کے بارے حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کی صحیح، صریح اور مرفوع روایت متصل سند کے ساتھ (جس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں) مسند الحمیدی اور صحیح ابو عوانہ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: واللفظ للحمیدی عن ابن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسہ فلا یرفع ولا بین السجدتین۔
اس صحیح اور مرفوع روایت کو دیکھ کر اثری صاحب اور ان کے ضدی اور متعصب حواریوں کے ہوش و حواس گم ہو گئے ہیں اور اثری صاحب نے حدیث ترک رفع الیدین کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت یہی رونا رویا ہے کہ ایک محرّف اور غیر واضح روایت کا سہارا لیا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ عثمانیؒ اور مولانا بنوریؒ وغیرہ نے ترک رفع الیدین پر اس سے کیوں استدلال نہیں کیا؟ مولانا اعظمیؒ نے مسلکی حمایت میں ہندی محرّف نسخہ پر اعتماد کیا ہے اور مکتبہ ظاہریہ دمشق کے صحیح قدیم نسخہ سے صرفِ نظر کر لی ہے اور صحیح ابو عوانہ طبع کرانے والوں نے مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب کے مکتبہ میں ابو عوانہ کے خطی نسخہ سے صرفِ نظر کر کے باقی نسخوں پر اعتماد کر کے اس حدیث کو درج کر دیا ہے۔ ہم نے اشتہار کے ذریعہ بھی خبردار کیا تھا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ (محصلہ ص۲۷۳ و ص۲۷۴)

الجواب اثری صاحب کے اس بیان میں ایک ایک جملہ تعصّب اور حق سے عناد سے پُر ہے۔ اثری صاحب تو تعصّب اور عناد کے سرپٹ گھوڑے پر سوار ہیں وہ نہ تو انصاف اور حقیقت کو سمجھیں گے اور نہ مانیں گے دیگر اہلِ علم انصاف پسند اور طالبِ حق عوام سے گزارش ہے کہ مسند الحمیدی حضرت امام بخاریؒ کے استاد محترم الامام الحافظ الفقیہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر المکیؒ (المتوفی ۲۱۹ھ) کی تالیف ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: الحمیدی عندنا امام وقال

ابو حاتمؒ اثبت الناس فی سفیان بن عیینۃؒ (اور یہ روایت بھی انہی کے طریق سے ہے) اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: وقد کان من کبار ائمۃ الدین (تذکرۃ ص۳۹۲ ج۲) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں: وھو رئیس اصحابہ وھو ثقۃ امام۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں: وکان ثقۃ کثیر الحدیث۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: صاحب سنۃ وفضل ودین امام حاکمؒ فرماتے ہیں: ثقۃ مامون۔ صحیح بخاری میں ان سے پچھتر ۷۵ روایتیں ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص۲۱۵، ۲۱۶ ج۵ محصلہ)
حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں پہلی حدیث کا آغاز ہی ان کی سند سے کیا ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے جو دورِ حاضر میں چوٹی کے محدّث اور مدرس تھے جن کے علم، تقوی، دیانت اور تحقیق کا بجز غالی غیر مقلدوں کے اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے چونکہ موصوف نے غیر مقلدین کے خلاف بعض نہایت محقق اور لاجواب کتابیں لکھی ہیں اس لیے وہ ان سے ناراض ہیں۔ اور اثری صاحب ان کی علمی و تحقیقی خدمت کو مسلکی حمیّت کا نام دے کر اپنے دل کو تسکین اور جماعت کو لوری دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا اعظمیؒ نے مقدمہ مسند الحمیدی ص۲ تا ص۵ میں لکھا ہے کہ مسند الحمیدی کے چار نسخے ان کے پیشِ نظر تھے۔ (۱) المکتبۃ السعیدیۃ حیدر آباد دکن کا نسخہ (۲) المکتبۃ العثمانیہ حیدر آباد دکن کا نسخہ (۳) المکتبہ دار العلوم دیوبند کا نسخہ (۴) اور المکتبۃ الظاہریہ دمشق کا نسخہ۔ اور ان چاروں نسخوں کی مدد سے کتاب کا تقابل کیا گیا ہے اور جہاں الفاظ میں کمی بیشی ہوتی ہے حاشیہ میں اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے کہ یہ زیادت یا کمی فلاں نسخہ میں ہے مگر اس حدیث کی سند اور متن کے بارے کسی کمی بیشی کا حوالہ نہیں دیتے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ان چاروں نسخوں کے مطابق صحیح ہے۔ اثری صاحب کا واویلا کہ مکتبۃ الظاہریہ دمشق کے نسخہ کو نظر انداز کر دیا

ہے صرف واویلا ہی ہے۔ اثری صاحب کا یہ علمی اور اخلاقی فریضہ تھا اور ہے کہ وہ باحوالہ مسند الحمیدی کے چند نسخوں کا حوالہ دیتے کہ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اور مولانا اعظمیؒ نے اپنے نسخہ میں یہ روایت مسلکی حمایت میں شامل کر دی ہے۔ اثری صاحب نے ایک دیانت دار محقق اور خدا خوف عالم پر تحریف کا الزام لگا کر صریح گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے تائب ہوتے ہیں یا تعصّب کے کیچڑ میں پھنسے رہ کر واویلا ہی مچاتے ہیں۔ حضرت مولانا اعظمیؒ کے نسخہ کی صحت پر اعتماد کرتے ہوئے ہی اب المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ والوں نے اسے طبع کرایا ہے جس کے سامنے اثری واویلا کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

اور اگر اس حدیث کے صریح اور روشن الفاظ بھی اثری صاحب کے نزدیک غیر واضح ہیں تو ان کو کسی عربی دان سے چند دن عربی پڑھنی چاہیئے تاکہ انکو واضح اور غیر واضح کا علم تو ہو جائے۔

رہا یہ سوال کہ اس روایت سے فلاں اور فلاں بزرگ نے ترک پر استدلال کیوں نہیں کیا؟ تو یہ محض طفل تسلی ہے۔

اوّلاً: اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی اور فروعی مسئلہ ہے۔ حضرات ائمہ اربعہؒ میں سے دو امام حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع رفع الیدین کو مستحب بھی نہیں سمجھتے اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اس کو صرف مستحب سمجھتے ہیں۔ (نووی شرح مسلم ص ۱۶۸/۱ج) تو ایک غیر ضروری مسئلہ پر زور صرف کرنا اور غیر مقلدین کی طرح جماعتی طاقت اس پر لگا دینا دین کی کون سی خدمت ہے کہ یہ حضرات اس پر زور لگاتے مگر جب غیر مقلدین غلو سے کام لیتے ہیں تو پھر بامر مجبوری مقلدین کو بھی کچھ کہنا پڑتا ہے۔

وثانیاً: ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مدنیؒ مصروف ترین آدمی تھے ان

کو تدریس، سیاست، مریدین کی اصلاح، مہمان نوازی اور اپنے اوراد و اذکار وغیرہ مشاغل سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ ایسے حوالوں کے پیچھے پڑتے، اور مولانا عثمانیؒ کی فتح الملہم جلد دوم جس میں یہ مسئلہ ہے وہ ۱۳۵۴ھ کو طبع ہوئی ہے اور صحیح ابو عوانہ جلد دوم کی طباعت ۱۳۶۳ھ میں ہوئی اور مسند الحمیدی تو بہت بعد میں طبع ہوئی ہے اگر مولانا عثمانیؒ نے یہ کتابیں نہیں دیکھیں اور ان کے حوالے نہیں دیئے تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے؟ باقی حضرت بنوریؒ تو گو ان کے سامنے یہ سند اور حوالے تو نہیں لیکن وہ حضرت ابن عمرؓ کی دوسری مرفوع روایت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود (جو نصب الرایہ ص ۴۰۴/۱ج میں ہے) کی تصحیح کرتے ہوئے اور امام حاکمؒ وغیرہ کی سخت تردید کرتے ہوئے جو اس کو بلا وجہ باطل اور موضوع قرار دیتے ہیں یہ لکھتے ہیں کہ:

وقد ثبت عن ابن عمرؓ ترک الرفع فعلاً کما تقدم فی اثر مجاہدؒ عنہ فاذن لا استبعاد فی صحۃ روایتہ المرفوعۃ ایضاً۔ (معارف السنن ص ۴۹۶/۲ج و ص ۴۹۷)

بلاشبہ حضرت ابنِ عمرؓ سے فعلاً ترک رفع الیدین تو ثابت ہے جیسا کہ پہلے حضرت مجاہدؒ کے اثر کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے تو اس وقت حضرت ابنِ عمرؓ کی ترکِ رفع الیدین کے بارے مرفوع روایت کے صحیح ہونے میں بھی کوئی استبعاد نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بنوریؒ حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کی مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں گو ان کے نزدیک یہ سند نہیں بلکہ دوسری سند ہے پھر بھی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت بنوریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کی مرفوع روایت سے استدلال کیوں نہیں کیا تو یہ ان کی بالکل سطحی قسم کی بات ہے جو قابلِ التفات ہی

نہیں ہے بحضرت مولانا بنوری حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کے بارے موقوف اور مرفوع دونوں روایتوں کو صحیح اور مستدل قرار دیتے ہیں۔

ناشرین صحیح ابوعوانہ

صحیح ابوعوانہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے وسیع النظر راسخ العلم جید اور محقق علماء کی نگرانی اور تگ و دو سے طبع ہوئی اور ابوعوانہ ص۴۲۲ ج۱ و ص۴۲۳ اور ج ۲ ص۹ خاتمہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خزانہ بانکے پور کے کتب خانہ خدابخش مرحوم میں سب سے زیادہ صحیح نسخہ کو پیش نظر رکھ کر دیگر متعدد نسخوں سے اس کا تقابل کیا گیا ہے جن میں محمد پاشا کوپریو وغیرہ کے کتب خانہ کا نسخہ بھی شامل ہے۔ ولما کانت ھذہ النسخۃ اوحد النسخ التی وجدناھا فی الخزائن واتقنھا ابتدأنا الانتساخ منھا والمقابلۃ۔ اھ (ص۴۲۳ ج۱)۔ ان علماء کی دیانت کو مشکوک بنانا اور ایک خطی نسخہ پر مدار رکھنا نرا تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

الغرض مسند الحمیدی اور صحیح ابوعوانہ میں حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کے بارے مرفوع روایت کے صحیح ہونے میں رتّی برابر شک نہیں ہے۔ اثری صاحب وغیرہ کا سر پر ہاتھ رکھ کر نوحہ، واویلا اور غوغا کرنا ان کا جماعتی مشن اور صرف مسلکی تعصب پر مبنی ہے۔

صاحبِ ہدایہ کی عبارت پر اعتراض

اثری ص۲۷۶ میں کیا طلوع فجر کے بعد نفلی عبادت کی ممانعت نہیں کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے صاحب ہدایہؒ سے نقل کیا کہ طلوع فجر کے بعد دو سنتوں کے علاوہ کوئی زائد نفلی نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نماز پر حریص ہونے کے اس پر اس سے زیادہ نماز نہیں پڑھی اور صاحب ہدایہؒ کی اس عبارت کو پیش کر کے مولانا صفدر صاحب نے راہ سنّت میں لکھا ہے آپ نے ملاحظہ کیا کہ شیخ الاسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے عدم فعل کو کراہت کی دلیل بنایا

ہے حالانکہ اس موقع پر نفلی نماز کے ترک کرنے پر کوئی صریح نص موجود نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں میں لا صلوٰۃ بعد الصبح الا رکعتین موجود ہے مگر یہ دونوں بزرگ اس سے بے خبر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ممانعت ثابت نہیں ... الخ۔ (محصلہ ص۲۷۴ تا ص۲۷۶)

الجواب

ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ سے اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ کوئی روایت ان کے پیش نظر نہیں ہوتی اس سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر یہاں بھی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صاحبِ ہدایہؒ نے اس روایت سے بے خبری کی بناء پر ایسا فرمایا ہے تو ان کی شان میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ان کی علمی حیثیت کو دھچکا لگتا ہے۔

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ نہی کی جن روایات کی وجہ سے اثری صاحب نے صاحبِ ہدایہؒ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کو بے خبر کہا ہے تو حضراتِ محدثینؒ کا ایک طبقہ تو ان کے منسوخ ہونے کا قائل ہے جیسا کہ محدث مبارک پوریؒ لکھتے ہیں:

"کہ داؤد ظاہری اور علامہ ابن حزم نے صبح کی نماز کے بعد مطلقاً نماز کی اباحت کا قول کیا ہے اور کہا ہے کہ نہی کی احادیث منسوخ ہیں" (محصلہ تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۱۶۲)

ان باتوں کے باوجود اثری صاحب کے اعتراض کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟ جبکہ محدث مبارک پوریؒ نے لکھا ہے کہ جن صحابہؓ سے فجر کی نماز کے بعد نماز کا جواز ثابت ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی نہ سُنی ہو۔ (تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۱۶۱) جب ان صحابہؓ نے نہی نہیں سنی تو اگر صاحبِ ہدایہؒ کو نہی کی خبر نہیں ہو سکی تو اعتراض کی کونسی بات ہے؟

صلوٰۃ کسوف میں خطبہ منقول ہونے یا نہ ہونے کے بارے اعتراض

اثری صاحب کیا صلوٰۃ کسوف میں خطبہ منقول نہیں کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے

صاحب ہدایہؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھا: ولیس فی الکسوف خطبۃ لانہ لم ینقل حالانکہ خطبہ منقول ہے اور علامہ زیلعیؒ نے بھی اس کی تردید کرتے ہوئے کہا: قلت ھٰذا غلط۔ (مجلہ ص۲۷۶ و ص۲۷۷)

الجواب اثری صاحب نے علامہ زیلعیؒ سے یہ تو نقل کر دیا مگر اسی بحث میں انھوں نے لم ینقل پر اعتراض کا جو جواب نقل کیا ہے اس سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں: واجاب الاصحاب عن ذٰلک کلہ لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یقصد الخطبۃ وانما قال ذٰلک دفعاً القول من قال ان الشمس انکسفت لموت ابراھیم ... الخ۔ (نصب الرایہ ص۲۳۷/ج۲)

یعنی لم ینقل سے مُراد یہ ہے کہ خطبہ ایسا منقول نہیں جو کہ شرط ہو جیسا کہ جمعہ اور عیدین کا خطبہ ہے اور جو خطبہ منقول ہے وہ اس وہم کا ازالہ کرنے کے لیے تھا کہ یہ کسوف حضور علیہ السلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے اسی وجہ سے امام شافعیؒ اس خطبہ کو صرف مستحب جبکہ باقی تینوں امام لاخطبۃ فیھا کے قائل ہیں جیسا کہ علامہ عینیؒ نے تفصیل سے لکھا ہے اور علامہ بہرامؒ نے کہا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت مثلاً حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ اور ابوہریرہؓ وغیرہم نے صلوٰۃ الکسوف کی صفت تو نقل کی لیکن کسی نے یہ نہیں نقل کیا کہ انہ علیہ السلام خطب فیھا۔ (تنظیم الاشتات ص۳۱۶/ج۲) اس لحاظ سے صاحبِ ہدایہؒ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کیونکہ کسوف میں جزو کی حیثیت سے خطبہ منقول نہیں ہے۔ علامہ زیلعیؒ نے لم ینقل سے علی الاطلاق نقل کا لحاظ رکھ کر قلت ھذا غلط فرما دیا ہے۔

راہِ سنّت کی ایک عبارت پر اعتراض اثری صاحب "عقیقہ میں اونٹ یا گائے خلافِ سنت ہے" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنّت میں حضرت عائشہؓ کا فرمان نقل

کیا کہ اونٹ عقیقہ میں ذبح کرنے کا جب ان سے کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ سنت ہی افضل ہے وہ یہ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہی کافی ہے ... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ عبارت سے واضح ہے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنا سنّت اور اونٹ ذبح کرنا سُنّت کے خلاف ہے۔ مگر ہمارا سوال یہاں صرف یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہؒ عقیقہ کی سُنیت کے قائل ہیں؟ اور علمائے احناف کے ہاں لڑکے کی جانب سے جو اونٹ اور گائے کو ذبح کرنے کا عمل ہے کیا اس وضاحت کے بعد خلافِ سنّت ہے یا نہیں؟ (مجلہ ص۲۷۷ و ۲۷۸)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی بات کو چکر میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ بات واضح بات ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہؓ نے اپنے بھائی کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں اونٹ کی بجائے دو بکریاں ذبح کرنے کو ہی ترجیح دی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہی ثابت ہے اسی لیے حضرت اُمّ المؤمنینؓ نے فرمایا کہ سُنّت ہی افضل ہے اور حتی المقدور اسی پر عمل کرنا بہتر ہے اسلیے جواز کے باوجود اسکے خلاف سے روک دیا۔ سنّت پر سختی سے عمل اور اس پر پابندی کے لحاظ سے اس حوالہ کو راہِ سنّت میں درج کیا گیا ہے کہ اُمّ المؤمنینؓ سے سُنّت پر عمل کرنے کی اس قدر پابندی ثابت ہے۔ باقی رہا یہ کہ اونٹ وغیرہ کا عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے کہ نہیں تو اس بارہ میں حضرت انسؓ کی مرفوع روایت الطبرانی فی الصغیر ص۴۵ میں ہے: یعق عنہ من الابل والبقر والغنم۔ (فتح الباری ص۵۹۳/ج۹ و نیل الاوطار ص۱۳۶/ج۵)

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا امام ابوحنیفہؒ عقیقہ کی سُنّیت کے قائل ہیں؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اثری صاحب اسی پروپیگنڈہ کا شکار ہیں جو امام صاحبؒ کے بارہ میں کیا گیا کہ امام صاحبؒ عقیقہ کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ یہ پروپیگنڈہ بالکل غلط اور بے جا ہے جیسا کہ علامہ عینیؒ نے فرمایا: قلت ھذا افتراء

فلا یجوز نسبته الی ابی حنیفةؒ وحاشاہ ان یقول مثل ھذا وانما قال لیست بسنة فمرادہ اما لیست بسنة ثابتة واما لیست بسنة مؤکدة۔

(عمدة القاری ص ۸۳ ج ۲۱ طبع بیروت) یعنی امام صاحبؒ کی جانب یہ نسبت کرنا کہ وہ عقیقہ کو بدعت کہتے ہیں یہ افترا ہے اور انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ سنّت نہیں ہے تو اس سے مراد سنّتِ ثابتہ یا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ امام صاحبؒ عقیقہ کی سنّیت کے تو قائل ہیں مگر اس کو سنّتِ مؤکدہ نہیں کہتے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ احناف کے ہاں جو اونٹ عقیقہ میں ذبح کیا جاتا ہے وہ خلافِ سنّت ہے کہ نہیں؟ تو عرض ہے کہ یہ مفہوم مخالف ہے جس کا اعتبار احناف کے ہاں نہیں ہے جب جمہور صحابہ کرامؓ کے ہاں عقیقہ میں اونٹ ذبح کرنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت انسؓ کی مرفوع روایت کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے تو اس میں مفہوم مخالف کی گنجائش کب رہتی ہے اس لیے یہ خلافِ سنّت نہیں بلکہ سنّت کے مطابق ہی ہوگا۔

تکبیرات کے بارے اعتراض

اثری صاحب "عیدین کی بارہ تکبیریں بدعت ہیں" اور "ہدایہ کی عبارت کا غلط حوالہ" کے عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام قاضی خانؒ سے نقل کیا کہ عیدین کی چھ سے زائد تکبیریں نہ ہوں کیونکہ یہی اکثر حضرات صحابہ کرامؓ کا قول ہے اور اسی قول کو ہمارے فقہائے احناف نے لیا ہے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے سو اسی چیز کو لیا جائے گا ——— اثری صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جہاں بلند آواز سے تکبیر کہنا ثابت نہیں وہاں جہراً تکبیر کہنا بدعت ہے لان الجھر بالتکبیر بدعة لیکن تکبیراتِ عیدین کو انھوں نے بدعت نہیں کہا یہ کسی متاخر کی تفریع وتخریج تو ہو سکتی ہے امام صاحبؒ کا قول بہرحال نہیں۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہؒ نے جو یہ فرمایا ہے: واخذ بقول

ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجھر بالتکبیر بدعة یہ تکبیراتِ تشریق کے متعلق ہے نہ کہ تکبیراتِ عیدین کے متعلق جیسا کہ مولانا صفدر صاحب نے بیان کیا ہے (حکم الذکر بالجہر ص ۲۷۹ تا ۲۸۴)

الجواب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جہاں جہراً ثابت نہیں وہاں جہر سے تکبیر کہنا بدعت ہے جیسا کہ اثری صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے عیدین کی زائد تکبیروں کے بارہ میں کم سے کم تکبیرات کا قول لیا ہے اور وہ چھ تکبیرات ہیں اور اس سے زائد کو نہیں لیا۔ اسکی وجہ حضرات فقہاء کرامؒ نے امام صاحبؒ کے اسی قاعدہ کلیہ لان الجھر بالتکبیر بدعة کے مطابق یہ بیان فرمائی کہ ان کے نزدیک بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے اسی لیے انھوں نے کم از کم تعداد کو لیا ہے اور زائد کو ترک کر دیا ہے اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے قاضی خاں کا حوالہ دیا اور پھر اس اعتراض کہ عیدین کی چھ سے زائد تکبیریں روایات سے ثابت ہیں وہ بدعت کیسے ہوگئیں؟ اسکے جواب میں عالمگیری اور شامی کے حوالہ سے ذکر کیا کہ جو چیز بدعت اور سنّت میں دائر ہو اس کو ترک کیا جائیگا۔ اس بحث کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ اس ضابطہ اور قاعدہ کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہؒ نے زائد تکبیروں کو بدعت قرار دے کر ترک کر دیا ہے (حکم الذکر بالجہر ص ۹۷) امام صاحبؒ کے چھ سے زائد تکبیروں کو ترک کرنے کی وجہ بیان کر دی ہے بات بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب خواہ مخواہ کیڑے نکالنے کے درپے ہیں اور بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں۔

اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ہدایہ کی عبارت کا غلط حوالہ دیا ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہاں شرعاً جہراً تکبیر ثابت نہیں وہاں بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا بھی بدعت ہے اور ایسے مقام پر زائد تکبیروں کے ترک کرنے میں ہی احتیاط ہے۔۔۔۔۔ الخ۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۸۶) اسی احتیاط کے لیے حوالہ دیا کہ امام صاحبؒ نے صاحبین کی نسبت

کم تکبیرات کو اختیار کیا ہے۔ مگر اثری صاحب اس کو بھی تکبیرات عیدین کے متعلق سمجھ کر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ یہ حوالہ تکبیراتِ عیدین کے لیے نہیں بلکہ احتیاط اختیار کرنے کے متعلق ہے۔ اثری صاحب نے چونکہ اس میں چکر دینے کی کوشش کی ہے اس لیے اس چکر سے بچنے کے لیے عبارت میں کچھ تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اب اصل عبارت اس طرح ہے کہ زائد دنوں کی تکبیرات کو بدعت قرار دے کر ترک کر دیا ہے۔

اثری صاحب ص۲۸۲ پر لکھتے ہیں: یون النحر۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ یون النحر نہیں ہوتا بلکہ یوم النحر ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہونے پر اعتراض

اثری صاحبؒ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہوں گے؟" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مقام ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اجتہاد امام اعظمؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ یہ کہ وہ ان کی تقلید کریں گے اور حکم الذکر بالجہر میں لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اجتہاد کی بدولت احکام سنّت سے مستنبط کیے تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بھی براہ راست سُنّت سے استنباط کریں گے گویا دونوں بزرگوں کے اجتہاد میں توارد ہوگا۔ فرق یہ نکلے گا کہ ایک اجتہاد معصوم کا ہوگا اور ایک غیر معصوم کا۔ مگر دونوں کی کڑی سنّت سے جا ملے گی۔ پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بنی بنائی فقہ دریائے جیحون سے ملے گی مگر اس نظریہ کی تردید ملّا علی قاریؒ اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقہ حنفی ضروریات کو پورا کرنے والی فطری بصیرت ہے۔ (مقام ابی حنیفہؒ ص۱۶۶) غور فرمائیے جب فقہ حنفی فطری بصیرت ہے تو کوئی اسکے خلاف کیوں کر سکتا ہے۔ اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ نہ تو فقہ

حنفی کی ہر ہر جزئی امام ابوحنیفہؒ کی فرمودہ ہے اور نہ ہر ہر جزئی قابل عمل ہے اور امام صاحبؒ کے نظریہ کے برعکس احناف صاحبینؒ کے قول پر اور کبھی امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

بتلائیے اس حقیقت کے اعتراف کے بعد فقہ حنفی فطری بصیرت کیسے ہے؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اجتہاد کن کے موافق ہوگا؟ ——— نیز یہ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کفار کو صلیب اور خنزیر رکھنے کی اجازت دیتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور امام ابوحنیفہؒ کفار کے لیے جزیہ کے قائل ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جزیہ کو موقوف کر دینگے، تو بتلائیے اجتہاد میں توارد کہاں ہے؟ (محصلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴)

الجواب

اثری صاحب نے یہ تسلیم کر لیا کہ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا اور وہ انکے مقلد نہیں ہونگے۔ اور جن حضرات نے غلط بات کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بنی بنائی فقہ دریائے جیحون سے ملے گی انکی تردید بھی احناف نے خود کر دی ہے تو پھر اثری صاحب کو اتنے اوراق سیاہ کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اثری صاحب کو اس بات پر غصّہ ہے کہ فقہ حنفی کو ضروریات پورا کرنے والی فطری بصیرت کہا ہے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اثری صاحب و من وافقہ غصّہ سے بے شک آگ بگولا ہوں اور واویلا مچائیں اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ احناف کبھی امام صاحبؒ کے قول پر اور کبھی صاحبین اور کبھی امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں تو یہ فقہ حنفی فطری بصیرت کیسے ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اثری صاحب امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے بارہ میں احناف کا نظریہ سمجھ لیتے یا کم از کم حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی وہ عبارت ہی دیکھ لیتے جس سے دو ہی سطر بعد کی عبارت کا حوالہ انھوں نے ص۲۸۵ میں دیا ہے تو حقیقت انکے سامنے واضح ہو جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم لکھتے ہیں مثلاً حضرات فقہاء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا یہ مطلب ہے کہ غیر منصوص مسائل میں یا ایسے مسائل میں جنکے دلائل متعارض ہوں وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں اور انکے بیان کردہ

اصول وضوابط سے کام لیتے ہوئے پھر انکے تلامذہ سے بھی مسائل اخذ کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقام ابی حنیفہؒ ص۳۳۶) اس عبارت سے واضح ہے کہ اصول وضوابط جو امام صاحبؒ نے بیان کیے انکی پابندی کرنے کا نام حنفیت ہے۔ ان اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے جزئیات میں امام صاحبؒ کے تلامذہ سے مسائل اخذ کرنے سے آدمی حنفیت سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ یہ بھی حنفیت ہے اور انکے بیان کردہ مسائل کو بھی فقہ حنفی ہی کہتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ کس کے موافق اجتہاد ہوگا؟ کس کے موافق نہیں ہوگا؟ یہ بالکل سطحی قسم کی بات ہے اسطرح تو کوئی اُٹھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سُنّت کے مطابق عمل کرینگے اور کرائیں گے تو کیا وہ اصولِ حدیث کے ان ضابطوں کے پابند ہوں گے جو حضرات محدثین کرامؒ نے متعین فرمائے ہیں اور کیا وہ قرآن کریم کی تفسیر وتعبیر میں حضرات صحابہ کرامؓ کی تعبیرات کے پابند ہوں گے جیسا کہ اُمتِ مسلمہ کے افراد پابند ہیں؟ اور وہ مختلف احادیث میں سے کس کے مطابق عمل کریں اور کرائیں گے؟ ایسی باتیں صرف عوام کے ذہن کو مشوش کرنے کے لیے ہی کہی جاتی ہیں اور یہی اثری صاحب کا مطمح نظر ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تو کفار کے لیے صلیب اور خنزیر رکھنے کی اجازت دیتے ہیں اور جزیہ قبول کرنے کے قائل ہیں جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو قبول نہیں کریں گے تو ان دونوں کے اجتہاد میں توارد کہاں ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بھی اثری صاحب کا چکر ہے ورنہ یہ بات انکو بھی معلوم ہوگی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے نزول کے بعد اما الاسلام واما القتل ہوگا جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے لمعات میں لکھا ہے کہ یا تو سارے کے سارے اسلام قبول کرلیں گے یا پھر قتل کر دیئے جائیں گے جب کفار باقی ہی نہیں رہیں گے تو صلیب کس کے پاس چھوڑیں گے؟ خنزیر کس کے لیے رکھیں گے؟ اور جزیہ کس سے وصول کریں گے؟ اور اسکے مطابق علامہ کرمانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے جیسا کہ حاشیہ بخاری میں ہے: والمعنی

ان الدین یصیر واحد فلا یبقی احد من اہل الذمۃ یؤدی الجزیۃ۔ الخ (حاشیہ بخاری ص۴۹ ج۱) جب اہل ذمہ باقی ہی نہیں رہیں گے تو جزیہ کس سے وصول کریں گے؟ اثری صاحب امام صاحب کی تعریف سُن کر حواس باختہ ہو کر اوٹ پٹانگ مارنے لگ گئے ہیں ورنہ ایسی واضح بات تو معمولی ذہن کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

تضاد بیانی کا الزام

اثری صاحب ص۲۸۷ پر توثیق کے متعلق امام دارقطنیؒ کا مسلک اور مولانا صفدر صاحب کی تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام دارقطنیؒ کا یہ نظریہ جمہورؒ کے خلاف قرار دیا جو وہ یہ فرماتے ہیں کہ جس راوی سے دو راوی روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا مگر انھوں نے خود تسکین الصدور میں امام دارقطنیؒ کے اسی ضابطہ سے عبدالرحمٰن بن احمدؒ کو معروف تسلیم کیا اور جب ان کا تعاقب کیا گیا تو انھوں نے اس عبارت کو بعد والے ایڈیشن میں نکال دیا۔ مگر خزائن السنن میں نبیذ سے وضوء کے بارہ میں جو روایت نقل کی اس میں پھر اسی ضابطہ کو لیا ہے۔ (محصلہ ص۲۸۷ تا ص۲۸۹)

الجواب

اثری صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ مولانا صفدر صاحب نے آگاہی کے بعد تسکین الصدور سے اس عبارت کو نکال دیا جس پر اعتراض ہوا تھا اور یہ حضرت کی اصول پسندی اور اصول پر کاربند رہنے کی دلیل ہے باقی رہا یہ کہ خزائن السنن میں پھر اسی ضابطہ کو لیا گیا ہے تو عرض ہے کہ ضابطہ کو بیان ضرور کیا ہے مگر اس پر دلیل کا مدار نہیں رکھا۔ اسی واسطہ واضح کر دیا ہے کہ:

لہٰذا بقاعدہ امام دارقطنیؒ مجہول نہ رہا۔

دلیل پر اعتراض کے جواب کا مدار علامہ عینیؒ اور علامہ زیلعیؒ کے جو وہ متابع ذکر کرنے پہ ہے اسی لیے اسکے بعد کہا کہ یہ اکیلا ہی نہیں لہٰذا اسکی روایت مقبول ہے۔ (خزائن السنن ص۱۸۴) اثری صاحب نے خزائن السنن کی اتنی عبارت تو نقل کر دی مگر آگے کی عبارت ذکر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

اثری صاحب نے یک نہ شد دو شد کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ سنن الکبریٰ للبیہقیؒ کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ ابو زید سے ایک تو ابو روق نے اور دوسرے ابو فزارہ نے روایت کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ السنن الکبریٰ میں ابو زید سے قطعاً ابو روق روایت نہیں کرتے اور ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ابو روق کی متابعت کا ذکر بلا حوالہ سب سے پہلے علامہ ابن العربیؒ نے عارضۃ الاحوذی میں اور ان سے علامہ عینیؒ وغیرہ نے کیا۔ اس پر ہم عرض کرتے ہیں کہ علامہ ابن العربیؒ پہ بے اعتمادی کا اظہار کرنے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ انکے پاس نسخہ میں یہ موجود ہوگا۔

اور پھر علامہ عینیؒ نے جو جو دہ متابعات ذکر کی ہیں ان کی وجہ سے اس روایت کی تقویت کا دبے لہجہ میں اعتراف اثری صاحب کو بھی ہے اسی لیے وہ لکھتے ہیں بات صرف اتنی ہے کہ ان متابعات سے ابو زید کی عدالت ثابت نہیں ہوتی البتہ اسکی روایت کی تقویت کا یہ باعث ہوں تو یہ امر دیگر ہے۔ (ص ۲۹)

اثری صاحب نے آخر میں چند قرآنی آیات کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے ان میں کئی درست کر لی گئی ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی انشاء اللہ العزیز درست کر لی جائیں گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

احقر

حافظ محمد عبدالقدوس خان قارن

مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مراجع ومصادر

کتاب	مصنف
قرآن کریم	
صحاح ستہ	
حضرت شیخ الحدیث صاحب کی تقریباً تمام تصانیف	
تفسیر ابن کثیر	امام اسمٰعیل بن کثیرؒ
تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسیؒ
تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر المعروف قاضی بیضاویؒ
موطا امام مالکؒ	امام مالک بن انسؒ
جزء القراءۃ	امام بخاریؒ
جزء رفع الیدین	〃
مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمامؒ
صحیح ابو عوانہ	یعقوب بن الاسفرائنیؒ
زرقانی شرح الموطا	سید محمد الزرقانی
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ
الجامع الصغیر	امام سیوطیؒ
تدریب الراوی	〃 〃
سنن الکبریٰ	امام بیہقیؒ
کتاب القراءۃ	〃 〃
المعجم الکبیر	امام طبرانیؒ
فتح الباری مع مقدمہ	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
شرح نخبۃ الفکر	〃 〃 〃 〃
لسان المیزان	〃 〃 〃 〃
التقریب	〃 〃 〃 〃
التلخیص الحبیر	〃 〃 〃 〃
تہذیب التہذیب	〃 〃 〃 〃
الدرایہ	〃 〃 〃 〃
مرقات شرح مشکوٰۃ	ملا علی قاریؒ
مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر الہیثمیؒ
مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
السراج المنیر	علامہ عزیزی الشافعیؒ
مشکوٰۃ شریف	محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
المحلی	امام ابن حزم الظاہریؒ
البدایہ والنہایہ	علامہ ابن کثیرؒ
مجموع فتاویٰ	امام ابن تیمیہؒ
المنہاج السنۃ	〃 〃 〃
المستدرک	امام حاکمؒ
معرفت علوم الحدیث	〃 〃
سنن دار قطنی	ابوالحسن علی بن محمد الدار قطنیؒ
التمہید	امام ابن عبدالبرؒ
الاستذکار	〃 〃 〃 〃
مقدمہ ابن الصلاح	امام ابن صلاحؒ
توجیہ النظر	علامہ طاہر بن صالح الجزائریؒ
نیل الاوطار	قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ
لسان المیزان	حافظ شہاب الدینؒ
فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
الجرح والتعدیل	محمد عبدالرحمنؒ
الرفع والتکمیل	مولانا عبدالحی لکھنویؒ
قواعد فی علوم الحدیث	مولانا ظفر احمد تھانویؒ
انہار السکن	〃 〃 〃 〃
اعلاء السنن	〃 〃 〃 〃
نصب الرایہ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعیؒ

بغیۃ الالمعی	مولانا عبدالعزیزؒ
تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ ،	مولانا محمد ابوالحسنؒ
عمدۃ القاری شرح بخاری ،	بدرالدین محمود بن احمد العینیؒ
علوم الحدیث	ڈاکٹر صبحی صالح
نووی شرح مسلم	ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النوویؒ
تذکرۃ الحفاظ	علامہ ذہبیؒ
مسند حمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدیؒ
الکامل	امام ابن عدیؒ
کتاب الاعتبار	علامہ حازمیؒ
الجوہر النقی	علاؤالدین بن علی الماردینیؒ
زادالمعاد	علامہ ابن القیمؒ
الاعتصام	علامہ شاطبیؒ
تانیب الخطیب	علامہ کوثریؒ
ذخائر المواریث	عبدالغنی النابلسیؒ
معارف السنن	مولانا محمد یوسف بنوریؒ
حسامی	حسام الدین محمد بن محمدؒ
نورالانوار	الشیخ احمد المعروف بملا جیونؒ
میزان الاعتدال	علامہ ذہبیؒ
فیروز اللغات	مولوی فیروز الدینؒ
نوراللغات	مولوی نورالحسن نیرؔ
فیض الباری	مولانا سیّد انور شاہ صاحب کشمیریؒ
العرف الشذی	〃 〃 〃 〃 〃
حاشیہ فیض الباری	مولانا بدر عالمؒ

مقدمہ انوار الباری	مولانا سید احمد رضا بجنوری
بذل المجہود	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
رشیدیہ	عبدالرشید دیوانؒ
تذکرۃ الموضوعات	حافظ ابوالفضل محمد بن طاہرؒ
السراج الوہاج شرح مسلم	نواب صدیق حسن خاںؒ
دلیل الطالب	〃 〃 〃 〃
بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
التعلیق الحسن	علامہ محمد بن علی النیمویؒ
المبسوط	امام سرخسیؒ
بدائع الصنائع	علامہ الکاسانیؒ
تبیین الحقائق	فخرالدین الزیلعیؒ
البحر الرائق	علامہ ابن نجیم المصریؒ
فتح القدیر	امام ابن الہمامؒ
ہدایہ	علی بن ابی بکر المرغینانیؒ
محدثینِ عظامؒ اور انکے کارنامے	تقی الدین ندوی
تحفۃ الاحوذی	محدث مبارکپوریؒ
ابکار المنن	〃 〃
تحقیق الکلام	〃 〃
خیر الکلام	محدث گوندلویؒ
رسالہ رفع الیدین و آمین	مولانا محمد عبداللہ روپڑی
توضیح الکلام	مولانا ارشاد الحق اثری
حیاۃ القلوب	ملا باقر مجلسی
ستیارتھ پرکاش	دیانند سرسوتی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم کی تصانیف

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
خزائن السنن (تقریر ترمذی)	160/-	احسان الباری (تقریر مقدمہ بخاری)	25/-
احسن الکلام (مسئلہ فاتحہ خلف الامام)	150/-	راہِ ہدایت (مسئلہ کرامات و معجزات)	27/-
ازالۃ الریب (مسئلہ علمِ غیب)	135/-	تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین	35/-
تسکین الصدور (مسئلہ حیات النبیؐ)	100/-	حلیۃ المسلمین (ڈاڑھی کا مسئلہ)	9/-
الکلام المفید (مسئلہ تقلید)	85/-	تفریح الخواطر	70/-
راہِ سنت (ردّ بدعات)	75/-	اتمام البرہان ردّ توضیح البیان (چار حصے مکمل)	90/-
مقام ابی حنیفہ	65/-	عمدۃ الاثاث (مسئلہ طلاقِ ثلاثہ)	
سماع الموتیٰ	48/-	شوقِ حدیث	
طائفہ منصورہ (نجات پانے والے فرقہ کی نشانیاں)	45/-	انکارِ حدیث کے نتائج	
آنکھوں کی ٹھنڈک (مسئلہ حاضر و ناظر)	46/-	ینابیع ترجمہ رسالہ تراویح	10/-
عباراتِ اکابر	35/-	مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ	8/-
ارشاد الشیعہ (شیعہ کے نظریات اور انکا ردّ)	35/-	چالیس دعائیں	8/-
صرف ایک اسلام بجواب دو اسلام	35/-	اخفاء الذکر	15/-
گلدستہ توحید	27/-	بابِ جنت بجواب راہِ جنت	
دل کا سرور (مسئلہ مختارِ کل)	30/-	الشہاب المبین	
درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ	10/-	الکلام الحاوی ([illegible])	27/-
آئینہ محمدیؐ (مختصر سیرت)	6/-	شوقِ جہاد	6/-
تبلیغ اسلام (تبلیغ کی اہمیت)	19/-	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب	6/-
چراغ کی روشنی (مسئلہ معراج النبیؐ)	15/-	اظہار العیب	
مسئلہ قربانی (قربانی کا وجوب اور ایام قربانی)	15/-	المسلک المنصور	18/-
عیسائیت کا پس منظر	18/-	چہل مسئلہ حضرات بریلویہ از مولانا کریم بخش صاحب	8/-
مقالہ ختم نبوت	10/-	الطیب الکلام ملخص احسن الکلام	12/-
بانی دار العلوم دیوبند	10/-	حمیدیہ ترجمہ و شرح اردو رشیدیہ [illegible]	48/-

ناشر: مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ